نفسیاتی جہیز



باپ کا خط بیٹی کے نام

80

نفسیاتی جہیز

باپ کا خط بیٹی کے نام

ابوظفر زین

ناشر

مرکز علم و عمل کراچی

کتاب کے تمام مندرجات سے ادارے کا متفق ہونا ضروری نہیں

کتاب ــــــــــ نفسیاتی جہیز

مصنف ــــــــــ ابوظفر زینؔ

اشاعت اول ــــــــــ نومبر 2002

تعداد ــــــــــ ایک ہزار

ناشر ــــــــــ مرکز علم و عمل کراچی

پوسٹ بکس 2157 ناظم آباد۔ کراچی

فون نمبر 6622656

فہرست

مقدمۂ ناشر

ہر کام میں کامیابی کے حصول کے لئے اس کے آغاز سے پہلے ہی انسان بہت سی باتوں کو معلوم کرنا ضروری سمجھتا ہے۔ ان میں سے کچھ باتیں بہت ہی بنیادی حیثیت رکھتی ہیں، اور وہ ہیں کیوں؟ اور کیسے؟ یعنی مقصد اور راستہ۔

میاں بیوی کے درمیان رشتہ ایک مقدس رشتہ ہے۔ یہ مقدس رشتہ دراصل ایک نیا سفر اور ایک نئی زندگی کا آغاز ہے۔ اس سفر میں بہت سے پیچیدہ اور انجانے موڑ آتے ہیں کہ جن سے صحیح و سالم گزرنے کے لئے پہلے سے تیاری کرنا بہت ضروری ہے۔ لہذا ہمارے خیال میں ہر لڑکے اور لڑکی کو شادی سے قبل شادی کے بعد والی زندگی کے لئے ذہنی طور پر تیار کرنا چاہئے تاکہ وہ ناتجربہ کاری کی وجہ سے نقصان نہ اٹھائیں۔ اور یہ والدین کا فرض ہے کہ وہ اپنے بیٹوں اور بیٹیوں پر اس حوالے سے توجہ دیں، انہیں باقاعدہ تعلیم دیں کہ شادی کا حقیقی مقصد کیا ہے؟ کس طرح ایک شادی کو کامیاب بنایا جاسکتا ہے؟ شوہر، ساس، سسر، نند، بھاوج، دیور اور دوسرے سسرالی رشتہ داروں کے ساتھ کس قسم کا رویہ رکھنا چاہئے؟

ہم سمجھتے ہیں کہ اس کام کے لئے باقاعدہ کورسز ہونے چاہئیں۔ لیکن ابتدائی طور پر نفسیاتی جہیز ایک انتہائی اہم کتاب ہے جسے ابوظفر زین نے بہت آسان اور مزیدار اردو میں لکھا ہے۔ اس کتاب کو پڑھ کر وہ لوگ بھی فائدہ اٹھا سکتے ہیں جن کی ابھی شادی ہونے والی ہے اور وہ لوگ بھی جن کی شادی ہوچکی ہے اور وہ لوگ بھی جن کی ازدواجی زندگی خدانخواستہ ناکامی سے دوچار ہے۔

نفسیاتی جہیز میں اس مقدس سفر کے مقصد کو بھی واضح کیا گیا ہے اور کامیابی کے طریقے بھی بتائے گئے ہیں۔ ماہنامہ طاہرہ کراچی میں سلسلہ وار چھپنے کے بعد اس سے بہت ہی مفید اور حوصلہ افزا نتائج برآمد ہوئے۔ بہت سی لڑکیوں کی سوچوں میں انقلاب آ گیا۔ بہت سی شادی شدہ عورتیں (اور مرد بھی) اپنی ذمہ داریوں کا احساس کرنے لگیں۔ خلاصہ یہ کہ اس مفید سلسلے کو پڑھنے اور اس پر عمل کرنے سے بہت سے گھروں میں سکون و آرام کی فضا قائم ہو گئی۔

ان ہی مثبت اور مفید نتائج نے ہمیں اس کو کتابی صورت میں لانے پر مجبور کیا اور ہم بھی سو فیصد ابوظفر زیؔن صاحب کی اس بات سے متفق ہیں کہ اس کتاب کو ہر لڑکی کے جہیز میں دینا چاہئے بلکہ مزید اضافہ کریں گے کہ شادی سے پہلے (اور بعد میں بھی) ہر لڑکی اس کتاب کو ضرور پڑھے۔

ہماری خواہش تھی کہ ہم اس کتاب میں ابوظفر زیؔن مرحوم کا مختصر زندگی نامہ شائع کریں جو کہ ستر اسی کی دہائی کے قلم کار تھے لیکن بہت کوشش کے باوجود ہم زیادہ معلومات حاصل نہیں کر سکے۔ اگر اس سلسلے میں کوئی ہمارے ساتھ تعاون کرے تو ہم آئندہ کے ایڈیشن میں اسے ضرور شامل کریں گے۔

اس امید اور آرزو کے ساتھ کہ یہ کتاب ہمارے گھروں میں سکون و چین لے کر آئے گی۔

والسلام

حیدر عباس عابدی

مدیر اعلیٰ

ماہنامہ طاہرہ کراچی



ضبط سخن کر نہ سکا

نئے گھر جانا۔ نئے لوگوں اور نت نئے مسائل کو سمجھنا اور کامیاب 'گھریلو لیڈر' بننا ہر لڑکی کو نہیں آتا۔ دماغ پیدائشی ہے لیکن عقل اکتسابی، عقل تعلیم و تربیت اور تجربہ سے آتی ہے۔ ہم لڑکیوں کو آرٹس اور سائنس کی تعلیم دیتے ہیں لیکن ازدواجی امتحان کی تیاری نہیں کراتے۔ اگر چند لڑکیاں ناکام ہو جاتی ہیں تو یہ قصور قسمت اور حالات کا کم ہوتا ہے والدین اور اساتذہ کا زیادہ۔

ماں باپ کی محبت خلوص اور خدمت میں کلام نہیں لیکن اس محبت میں دور بینی کا تناسب کتنا فیصد ہے؟ ڈگریوں کے لئے تو محنت تسلیم لیکن دل میں ایمان مضبوط کرنے کے لئے کتنی اور کیسی کوشش ہو رہی ہے؟

بیوی اور بعد ازاں ماں بننے کا فن ہر لڑکی کی سب سے اہم ذمہ داری ہے۔ اب جب کہ عمر عزیز ستر (۷۰) کو پہنچ رہی ہے، میں بڑے افسوس سے دیکھتا آ رہا ہوں کہ لڑکیاں اسی تعلیم سے محروم رکھی جا رہی ہیں جس میں پاس اور فیل کا نتیجہ سب سے سنگین ہے۔

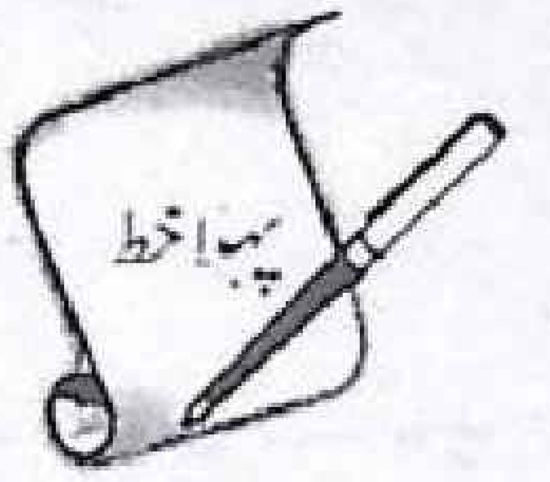
ایک لڑکی کی ازدواجی کامیابی پر صدیوں تک آنے والی نسلوں کی کامیابی کی بنیاد ہے، چنانچہ ازدواجی نفسیات کا مضمون اہم ہے۔ لڑکی کے لئے بھی اور شوہر کے لئے بھی، ساس سسر کے لئے بھی۔ ان لڑکیوں کے لئے بھی جن کی شادی ہونے والی ہے اور ان لڑکیوں

کے لئے بھی جن کی شادی ہو چکی ہے۔ حل لاریب یہ کتاب مختصر ہے۔ تمام مسائل کا احاطہ نہیں کرتی اور نہیں کر سکتی۔ مگر اپنے میدان میں اب تک واحد کتاب ہے جہاں تک مجھے خبر ہے پڑھنے والیوں کو لازم ہے کہ سوالات پوچھیں اور پڑھانے والیوں کو چاہئے کہ کافی اور شافی جواب دیں تاکہ بات سمجھ میں آئے، دماغ زیادہ کھلے اور نگاہیں ان گوشوں میں پہنچیں جہاں مجھ پانچ فیصد دانا و بینا کی نگاہیں نہیں پہنچ سکیں۔

کتاب آسان اور مزید اراردو میں ہے۔ ہر شریف خاتون بے تکلف پڑھ سکتی ہے، اپنی سہیلیوں کو پڑھا سکتی ہے۔ اور گھر میں رکھ سکتی ہے۔ یہ کتاب ہر دلہن کے ساتھ جہیز میں جانی چاہئے۔

دعا ہے کہ ہر دولہا اور دلہن اپنی ازدواجی زندگی کے تجربات سے اس علم وفن میں قابلِ قدر اضافہ کریں اور دوسرے جوڑوں کے لئے مینارۂ نور بنیں۔ آمین!

مصنف



نیا سفر، نیا گھر، نئی زندگی

میری نازلی! السلام علیکم

آج اس گھر سے تو پہلی بار ایک نئے گھر کی طرف جا رہی ہے۔ یہ بڑی خوشی کا وقت ہے کہ آج سے تیرے پاس دو گھر ہیں۔ وہ گھر جہاں تو نے اب تک زندگی کاٹی اور وہ گھر جہاں تو آئندہ زندگی گزارے گی۔ انشاء اللہ آج سے تیرے شب و روز میں والدین کے علاوہ ایک اور رفیق و شفیق داخل ہو رہا ہے۔ آج سے تو صرف ایک بیٹی ہی نہیں بلکہ ایک بیوی بھی ہے۔

نازلی! ماں اور باپ کی آنکھیں آج نم ہیں اس لئے کہ تو اب ان کے سامنے زیادہ نہ رہ سکے گی۔ لیکن ان کا دل خوش ہے کہ نہ صرف انہوں نے ایک بھاری فرض انجام دیا ہے بلکہ اللہ تعالیٰ نے یہ دن دکھایا کہ ان کی بیٹی پروان چڑھی اور عمر کے تقاضے کے ساتھ ساتھ اس کے فرائض میں اضافہ ہوا۔ وہ خوش ہیں کہ ان کی لختِ جگر ایک ایسی نئی جگہ قدم رکھ رہی ہے جو نئی نئی دلچسپیوں کا بھی مرکز ہے۔ جس کے بغیر یہ زندگی فضول ہے بلکہ لعنت ہے۔

کہنے کو ہم لوگ سب تجھے رخصت کرنے جمع ہوئے ہیں لیکن رخصتی کا لفظ ایک فرسودہ ریت اور رسم ہے۔ جس طرح تو ہمارے دلوں سے رخصت نہیں ہو سکتی اسی طرح ہمارے گھر سے بھی رخصت نہیں ہو سکتی۔ تو کیا ہے؟ ہمارے دلوں کی امنگ، ہماری آنکھوں کا سرور، ہماری ضعیفی کا آسرا۔ جب تک ہم لوگ زندہ ہیں تو ہماری ہے، ہماری ہر چیز تیری ہے۔ آج

ہوئے ہیں تجھے گھر کے دروازے سے رخصت کرنے کے لئے نہیں بلکہ اس شاہراہِ حیات تک پہنچانے جس پر چلنا فطرت کا عین تقاضا ہے، حاکم حقیقی کا عین حکم ہے، پیغمبروں کی بیٹیوں کا نشانِ منزل ہے۔

بیٹی! ڈر نہیں۔ سفر انوکھا سفر ہے۔ ماحول نیا ہے لیکن پُر کیف بھی۔ امتحان ہے شاید بہت اہم ہے لیکن کامیابی کے نتیجے میں زندگی کی سب سے رنگین اور لذت بھری بہاریں تیرے پاس ہوں گی اور زندگی کے بعد سب سے بڑا اجر۔ شادی شدہ زندگی کو کامیاب کرنا عورت کی سب سے بڑی عبادت ہے۔ تجھے خوش ہونا چاہیے کہ اللہ نے تجھے حسنِ صورت اور حسنِ سیرت دونوں سے نوازا ہے، تجھے عقل دی ہے اور صحت، علم بخشا ہے اور سلیقہ۔ پھر اس امتحان سے ڈرنا کیا؟ تو مسلح ہے اپنی ذمہ داریوں کو سنبھالنے کے لئے اٹھ! ہمت اور اعتماد سے کام لے۔ اور آگے قدم بڑھا۔

سفر تنہائی کا سفر نہیں۔ تیرے والدین کی آنکھوں نے اپنے مقدور کی انتہا تک تیرے لئے سب سے موزوں جوڑا ڈھونڈ نکالا ہے۔ ہم غیب کا علم نہیں رکھتے لیکن ہم فضل خداوندی سے امید کرتے ہیں کہ تم دونوں مل جل کر حیات کی کٹھن منزلیں آسان کرلو گے۔ یاد رکھو کہ زن وشوہر مل کر دنیا پر بھاری ہوتے ہیں اور الگ ہو کر دنیا ان پر بھاری ہوتی ہے۔ ہم صمیمِ قلب سے دعا گو ہیں کہ اللہ تعالیٰ تم دونوں کو باہمی خلوص اور خدمت سے سرشار کرے۔ عقل وصحت سے نوازے وہمت اور طاقت سے تربیت دے۔ سعادت مند اولادیں اور ان کی خوشیاں عطا کرے اور جب اس دارِ فانی سے اٹھائے تو ایمان وعمل کی دولت سے مالا مال کرے۔ آمین!

پیاری ناز! تیرے لئے ہم اپنی بساط کے مطابق کچھ زادِ راہ پیش کرتے ہیں ان میں کچھ نقد ہے، کچھ کپڑے اور دیگر چیزیں۔ تا کہ جب تو اپنا گھر آباد کرے تو خواہ کچھ ہی دنوں

کے لئے سہی فکر زمانہ سے آزاد رہ سکے۔ ہمیں احساس ہے کہ یہ چند چیزیں شاید زیادہ دیر تیرے کام نہ آسکیں گی اور نہ اس سلسلہ میں ہم لوگ کچھ زیادہ کرسکیں گے۔ لیکن ہم جہیز میں تجھے ایک ایسا تحفہ بھی پیش کرتے ہیں جو بڑا بیش قیمت ہے۔ اور رہتی عمر تک کام آسکتا ہے؟

یہ تحفہ کیا ہے؟

یہ ہماری معلومات اور تجربات کا نچوڑ ہے۔ جسے ہم نے تحریر کردیا ہے۔ اسے پڑھا کرو۔ جب ذہنی سکون ہو تب بھی پڑھنا اور جب تلخ مسائل کا سامنا ہو تب بھی پڑھ لینا۔ خدا چاہے گا تو ان مشوروں پر عمل کرنے سے تیری ازدواجی زندگی ہمیشہ خوش وخرم رہے گی۔ یہ مشورے بہت ہی آسان بہت ہی سہل ہیں۔

ہاں! اس میں کہیں کہیں نصیحتوں کا انداز اختیار کیا گیا ہے اور نصیحتوں سے زیادہ کوئی بات خشک اور بدمزہ نہیں ہوتی لیکن ایک فائدہ بھی ہے۔ نصیحت میں الفاظ کم از کم ہوتے ہیں۔ اور ہم الفاظ کے استعمال میں کفایت شعاری کے قائل ہیں۔ اور بیٹی! سوال یہ نہیں کہ ہمارا طریقۂ بیان کیا ہے۔ سوال یہ ہے کہ تو کس طرح ہماری باتوں کو دل و دماغ میں جگہ دیتی ہے۔ ہمارے مشوروں کو خوشی خوشی قبول کرلے۔ انہیں اپنے گرم خون کی لالیوں میں رچالے۔ آج سے اپنی نگاہ کا زاویہ نیا کرلے۔ اور یہ ہمارے مشوروں کی فہرست بڑی نا تمام ہے۔ بہت سی کارآمد باتیں ضرور چھوٹ گئی ہوں گی۔ خدا کرے کہ ہمارے ہوش و تجربہ کی کمی کو تو اپنے ہوش و تجربے سے پورا کرے۔ ان مشوروں میں بہت کچھ سامان تیرے شوہر کے لئے بھی ہے۔

یہ مشورے گھر کے اندر بھی کام آئیں گے اور گھر کے باہر بھی۔ آج کی عورت کی زندگی اب چاردیواری میں محدود نہیں، اگرچہ چاردیواری اس کا ہیڈ کوارٹر ہے۔ زندگی خصوصاً شادی شدہ عورت کی زندگی نت نئے مسائل سے دوچار رہتی ہے۔ احمق عورتیں ان سے خوفزدہ

ہو جاتی ہیں۔ اگر چہ ان سے فرار ممکن نہیں۔ تو عقل کا ہتھیار سنبھال اور اس میدان جنگ و جہاد میں بے خطر کود جا۔ ذرا غور کر مسائل کا کتنا بڑا احسان ہے کہ وہ ہماری صلاحیتوں کا امتحان لیتے ہیں۔ ہماری شخصیتوں کو مضبوط و دلیر بناتے ہیں اور ہمیں زیادہ گراں آفتوں سے مقابلہ کرنے کی تربیت دیتے ہیں۔ آزمائشوں اور کبھی کبھی سنگین آزمائشوں میں ڈال کر قدرت ہمیں کندن بنانا چاہتی ہے۔ میری عزیز از جان بیٹی! بڑے سے بڑا مسئلہ ہرگز کوئی شئے نہیں ہے اگر تو اسے کھیل اور ورزش سمجھے۔ مسئلہ تیرے لیے فٹ بال ہے۔ تو اس کی فٹ بال نہیں۔ دنیا تیری طرف پُر امید نگاہوں سے دیکھ رہی ہے کہ اس کی خوشحالی تیری خوشحالی سے وابستہ ہے۔ تیرے مستقبل میں اس کا مستقبل ہے۔

کسی جگہ لکھا تھا کہ ایک شخص خواب میں عالم بالا کی سیر کو گیا۔ وہاں وہ اس مال گودام (اسٹور) کے پاس پہنچا جہاں قدرت کی نعمتوں کا اسٹاک رکھا ہوا تھا۔ صحت، محبت، مسرت، علم، اخوت، انصاف، عقل وغیرہ۔ اس شخص نے محافظ فرشتہ سے کہا کہ دنیا میں بیماریاں، نفرتیں، خودغرضیاں، لڑائیاں، بے ایمانیاں، ناانصافیاں، لالچیں، شرارتیں بہت بڑھ گئی ہیں اس لئے کچھ نعمتیں مجھے دیدو کہ میں وہاں لے جاؤں۔

فرشتے نے کہا قدرت نے اپنی نعمتیں تمہیں وہاں دے دی ہیں مگر بیج کی شکل میں، پھل کی شکل میں نہیں۔ اس بیج سے پھل نکالنا تمہارا کام ہے۔

تو میری ناز! دنیا نام ہے بیج سے پھل نکالنے کا۔ عقل سے، محبت سے، تدبیر سے۔ ہم تجھے چند نفسیاتی رہنمائیاں پیش کر رہے ہیں۔ محنت اور تدبیر تیرا کام ہے اور جیسے جیسے زمانہ آگے کو بڑھ رہا ہے علم، عقل، محنت وتدبیر کی قسمیں اور ضرورتیں بڑھتی جارہی ہیں۔

ایک صدی پہلے خاتون خانہ کا کام زیادہ نہ تھا۔ اب بین الاقوامی سیاستوں، مادیات کی پرستشوں، سائنس کی ترقیوں، ایٹمی جنگوں، خلائی سفروں، روز افزوں قیمتوں اور نت نئے

اقتصادیات اور نفسیات نے اس کی سماجی، شہری اور خانگی ذمہ داریوں میں زبردست اضافہ کر دیا ہے۔ لیکن موجودہ عورت کے لیے اس کے انعام میں پھل بھی زیادہ لذیذ ہے۔ مغرب کی مادر پدر آزادیاں ہوں یا مشرق کی بے جا پابندیاں، دونوں انتہائی غلط ہیں۔ اب تیرا کام ہے ان کے درمیان صحیح مقام ڈھونڈ نکالنا۔

کس نے کہا کہ عورت کمزور ہے۔ بالکل غلط! عورت بڑی طاقت رکھتی ہے۔ جسم میں بے شک وہ مرد سے کمزور ہے لیکن سوال جسمانی پہلوانی کا نہیں ہے۔

جب انسان ببر شیر کو پنجرہ میں بند کر سکتا ہے تو کیا عورت مرد کو تسخیر نہیں کر سکتی۔ فیاضِ حقیقی نے عورت کو بہت سے ایسے اسلحے عطا کئے ہیں جن کی بدولت وہ مرد پر حکمرانی کر سکتی ہے۔ ان کو پہچاننے، تیز رکھنے اور موقع پر استعمال کرنے کا فن سیکھ لے اور بس۔

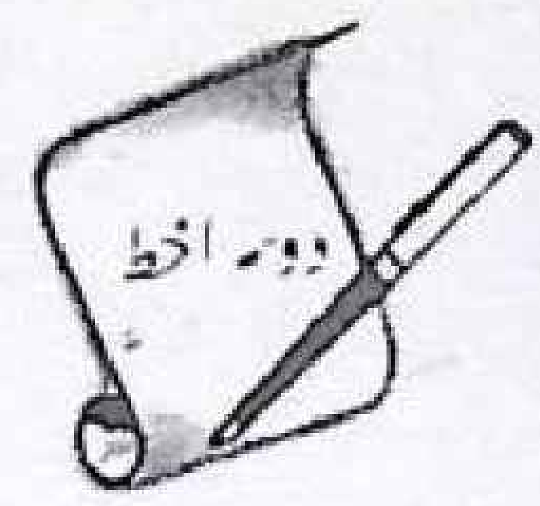
ہاں! کس نے کہا کہ عورت عقل نہیں رکھتی۔ سراسر غلط! زندگی کے ہر میدانِ عمل میں، تاریخ گری کے ہر شعبہ میں، باکمال خواتین کا تذکرہ قدم بہ قدم آتا ہے۔ علم جراحی کے ماہرین آج تک نہیں کہہ سکے کہ زنانہ اور مردانہ دماغوں کی ساخت یا قوام الگ الگ ہے، یا عورت کے دماغ میں مرد کی نسبت مغز یا دورانِ خون، یا رگیں یا نسیں کم ہیں یا کم درجہ کی ہیں۔ اسی طرح نفسیات کے ماہرین عورت کے دماغ کو ایک ہی اصول کے تابع مانتے ہیں اور ایک ہی اثر کے تحت گردانتے ہیں۔ یہ بات قطعی الگ ہے کہ جسمانی لحاظ سے فطرت نے بعض کاموں پر قدرت صرف عورت کو دی ہے اور بعض کاموں پر قدرت صرف مردوں کو۔ دونوں کا شوق اور تقاضا جدا جدا ہو سکتا ہے لیکن جہاں تک عقل، فکر اور تدبیر کا تعلق ہے، دونوں ہی یکساں صلاحیتیں رکھتے ہیں۔

جس نے بھی کہا کہ مرد عورت کے سر کا تاج ہے، صحیح کہا ہے۔ جس طرح ایک ملکۂ سلطنت کے اقتدار کا نشان اس کے سر کا تاج ہے، اسی طرح مرد عورت کا سب سے قیمتی زیور

ہے۔اس کا پرچم اقتدار ہے۔اس کا سپہ سالار لشکر ہے۔مرد بغیر عورت اتنا مجبور ومحتاج نہیں جتنا عورت بغیر مرد۔مغرب والوں کا یہ کہنا کہ عورت مرد برابر ہیں، غلط ہے۔فطرت نے مرد کو سرداری عطا کی ہے کیونکہ کوئی تنظیم (خواہ وہ خانگی ہی سطح پر کیوں نہ ہو) حاکم اور محکوم کے بغیر نہیں رہ سکتی۔اس سرداری پر نہ مرد کو نازاں ہونے کی ضرورت ہے اور نہ عورت کو خائف ہونے کی۔مرد حاکم ضرور ہے اور عورت محکوم لیکن دونوں ایک دوسرے کی ضرورت کو پورا کرتے ہیں۔دونوں لازم وملزوم ہیں۔ایک کے بغیر دوسرا ناکارہ اور فضول ہے۔

اسی لئے نازی! تو کسی کمتری یا برتری کے غلط احساس میں مبتلا نہ ہو۔صحیح توازن قائم رکھ۔زندگی کی تمام مسرتیں توازن سے قائم ہیں اور توازن عقل سے۔

عورت کے ترکش میں قدرت نے تین عظیم الشان تیر رکھے ہیں جو مرد کے دل میں ہر وقت پار ہوسکتے ہیں۔صحیح نشانہ بازی سے ہر مرد ہر عورت کا جاں نثار بن سکتا ہے اور وہ سرداری جو فطرت نے مرد کے حصے میں تفویض کر رکھی ہے عورت کے حصے میں منتقل ہوسکتی ہے۔ان تین حربوں کا نام ہے، عقل، سیرت اور نسوانیت۔



ازدواجی زندگی کا پہلا مہینہ

دخترِ علم و عمل! السلام علیکم

ایک کامیاب بیوی کے لئے بہت سی صلاحیتوں کی ضرورت ہے۔ اسے کبھی سیاست دان بننا پڑے گا، کبھی ڈپلومیٹ، کبھی ٹیچر، کبھی خادمہ، کبھی نرس، کبھی سیکریٹری، کبھی باورچن، کبھی میزبان، کبھی درزن، کبھی دھوبن، کبھی جنرل منیجر، کبھی دوست، کبھی ایکٹریس، کبھی اکاؤنٹینٹ اور کبھی بیوی۔ اور ہر کردار کا ایک ہی مقصد ہوگا۔۔۔ شوہر کو عظیم بنانا اور اس کی عظمت میں سے اپنا حصہ وصول کرنا۔

شوہر کو عظیم بنانا ہر بیوی کا فرضِ مرکزی اور مقصدِ حیات ہے، اگر سوانح عمری کا مطالعہ کیا جائے تو ہر مرد کے پیچھے ایک عورت ہے۔ اگر تاریخ کا مطالعہ کیا جائے تو وہی قوم بامِ تہذیب و تمدن پر پہنچ سکی ہے جس نے اپنی گھریلو زندگی کی صحیح تنظیم کی۔ جس نے صنفِ نازک کو اس قابل بنایا کہ وہ صنفِ قوی کی اعلیٰ تعمیر اور تشکیل کر سکے۔ قتل سے لے کر قیادت تک اور اسپورٹس سے لے کر خلائی سفر تک مرد اپنی محبوبہ کو خوش کرنے کے لئے کیا کچھ نہیں کر گزرتا ہے؟ اپنی عورت کو خوش کرنا۔۔۔ یہی تو مرد کا مطلوب و مقصود ہے۔ اس کی قوتِ برقی ہے، اس کی جوہری توانائی ہے۔

بیٹی! قانون اور شریعت کی نگاہوں میں تو بیوی بن چکی، مگر یہ تو پہلی منزل ہے۔ منزلِ مقصود تو ابھی بہت دور ہے۔

ستاروں سے آگے جہاں اور بھی ہیں
ابھی عشق کے امتحاں اور بھی ہیں
ان ہی روز و شب میں الجھ کر نہ رہ جا
کہ تیرے زمین و زماں اور بھی ہیں

تیری دوسری منزل ہے بیوی سے محبوبہ بننا۔ یہاں پر نسوانیت یعنی جسمانی حسن کے ساتھ ساتھ عقل وتدبیر کا بھی، ہمت اور محنت کا بھی امتحان ہے۔

ہم نے ایک اعلیٰ سرکاری افسر سے پوچھا کہ تمہاری کامرانی کا راز کیا ہے؟ اس نے کہا کہ میں نے حالات سے کبھی شکست نہیں کھائی، جب میں بیکاری سے تباہ حال تھا تو ہر شخص کہتا تھا کہ تم احمق ہو، مگر میری بیوی کہا کرتی تھی کہ تم ہیرو ہو۔ اور میری ہمت بڑھا کر اس نے واقعی مجھے ہیرو بنا دیا۔

ایک یتیم امریکن لڑکی نے کہا۔ "میری جوانی عجیب گزری۔ مجھے خالاؤں کے اتارے ہوئے کپڑوں سے کاٹ چھانٹ کر اپنے کپڑے بنانے پڑتے تھے، کیونکہ میرے پاس نئے کپڑوں کے لئے رقم نہ تھی۔ سوسائٹی میں میری کوئی قیمت نہ تھی، دوسری لڑکیوں کے مقابلے میں بدصورت بھی تھی اور کم عمر بھی۔ ایک دن ایک فالج زدہ لنگڑے لڑکے سے ملاقات ہوگئی۔ اس نے کہا۔ "مس الیز! میں آپ سے شادی کرنا چاہتا ہوں۔"

میں ایک شرط پر راضی ہوگئی کہ وہ مجھے سوسائٹی میں ممتاز ترین مقام حاصل کرنے میں مدد دے۔ اور شکر ہے کہ فرینکلن ڈی روزولٹ اپنے عہد پر قائم رہا۔" (روزولٹ مسلسل چار مرتبہ امریکہ کا صدر منتخب ہوا)

اسلامی تاریخ سے بھی چند مثالیں دی جا سکتی ہیں۔

مرد کیا ہے، ایک زنانہ صنعت ہے۔ طفلی میں اسے ماں بناتی ہے۔ لڑکپن میں اسے

باپ بناتا ہے۔ اور پھر تمام زندگی اسے بیوی بناتی ہے مگر اس کی محبوبہ اس کے دل کی ملکہ، اس کے اسٹیرنگ وہیل کی ڈرائیور بن کر۔ اور یہ ایک فن اور ہنر ہے جو سیکھنے ہی سے حاصل ہوسکتا ہے۔ اس کارِ خیر میں عورت کا جسمانی حسن و شباب بڑا کام دیتا ہے۔ لیکن الحمد للہ کہ یہ لازمی نہیں ہے۔ اگر تیرے پاس حسن و جوانی نہیں تو کیا غم۔ سلیقہ، اخلاق، کردار، خدمت اور سب سے بڑھ کر عقل سے کام لے۔

پیاری بیٹی! عقل کسی نادر اور عظیم چیز کا نام نہیں ہے۔ فطرت جب کسی انسان کو دماغ دیتی ہے تو اسے عقل کا تخم بھی عطا کر دیتی ہے۔ اب یہ اس انسان پر منحصر ہے کہ علمِ دنیا، علمِ دین، بصارت، بصیرت، تجربہ، تحقیق اور عمل کے ذریعہ اس تخم کو بارآور درخت بنادے۔ ہم نے دیکھا ہے کہ صحیح رہنمائی نہ ہونے کی وجہ سے اچھے دل و دماغ کی بہت سی لڑکیاں اپنی ازدواجی زندگی میں ٹھوکریں کھاتی ہیں اور اپنا حال و مستقبل تنگ و تلخ و تاریک بنالیتی ہیں۔ اس لئے اس خط میں اور آئندہ چند خطوط میں ہم تجھے چند خاص مشورے پیش کررہے ہیں۔

ہر نئے ماحول میں ابتدائی چند ہفتے بڑے نازک ہوتے ہیں۔ ان ہی چند ہفتوں میں سسرال کے لوگ تیرے متعلق اچھی یا بری رائے ہمیشہ کے لئے قائم کرلیں گے جن کا اچھا یا برا اثر سالہا سال اور قرنہا قرن رہے گا۔ ان ہی چند ہفتوں میں تو شوہر پر کنٹرول حاصل کر سکے گی ورنہ شوہر تجھ پر کنٹرول حاصل کرلے گا۔

یاد رکھ! صرف محنت اور خدمت کافی نہیں ہے۔ ہر گدھا گواہ ہے کہ دنیا میں بغیر عقل کے محنت کی قدر نہیں۔

یاد رکھ! محبت کافی نہیں۔ ابھی تو ابتدائے عشق ہے آگے آگے دیکھئے ہوتا ہے کیا؟ جسمانی کشش ہرگز محبت نہیں۔ یہ چیز تو بازاری عورتوں میں بھی ہوتی ہے۔ حقیقی اور پائیدار محبت تک پہنچنے کی راہ مقرر ہے۔ جاہل لڑکیاں اس راہ کو نہیں جانتیں۔ احمق لڑکیاں اس راہ کو

چھوڑ دیتی ہیں۔

اصول نمبر ایک

اصلی کام کی ضرورت کو پورا کرنا

ذرا اچھی طرح گہرا اور وسیع جائزہ لے کہ تیرے شوہر کی ضروریات اور اہم ترین ضروریات (اور خواہشات) کیا کیا ہیں اور کہاں کہاں ہیں۔ بیڈ روم میں، ڈرائنگ روم میں، باورچی خانے میں، کھیل کے میدان میں، دفتر میں، دکان میں، لائبریری میں، سوسائٹی میں، سیاست میں۔ ان میں سے کون کون سی ضرورتیں تو پوری کر سکتی ہے اور کس طرح۔ جب تک اس کی ضرورت پوری ہوتی رہے گی، وہ تیری ضروریات پوری کرتا رہے گا۔ اگر آپس میں ضرورت پوری ہوتی رہے گی تو آپس میں محبت بھی پوری ہوتی رہے گی۔

حسن، صحت، جوانی، علم، سلیقہ، دولت وغیرہ سب بے معنی الفاظ ہیں ''رفعِ ضرورت'' کے سامنے۔ بیوی ہزار حسین، ہزار صحت مند، ہزار تعلیم یافتہ، ہزار باعصمت وعفت ہو لیکن اس سے ضرورت پوری نہ ہوتی ہو تو محبت کی منزل نہیں آسکتی اور چونکہ دل خالی نہیں رہ سکتا اس لئے لازماً نفرت شروع ہو جائے گی۔

اس لئے بدصورت، بڈھی، جاہل اور مفلس لیکن عقل مند بیویاں کامیاب ہوتی ہیں۔ شوہران پر جاں نثار کرتا ہے۔ اور وہ گھر اور باہر حکومت کرتی ہیں۔ اسی عقل کی کمی سے حسین اور پرشباب عورتیں، خدمت، خلوص اور جانی و مالی قربانی پیش کرنے والی خواتین، باعصمت اور باسیرت اور باکمال عورتیں ناکام ہو جاتی ہیں اور ان کے شوہروں کو چالاک بلکہ بازاری عورتیں اچک لیتی ہیں۔ یورپ، امریکہ میں سیکریٹریاں بیویوں کے مقابلے میں بسا اوقات کامیاب ہوتی ہیں۔ آخر وہ کونسی ضرورت ہے جو سیکریٹری یا بازاری عورت تو پورا کرتی ہے اور بیوی پورا نہیں کر سکتی جبکہ بیوی کو زیادہ مواقع حاصل ہیں۔ ظاہر ہے کہ اس کا جواب صرف

حُسن نہیں ہوسکتا۔

اصول نمبر۲

ضرورت جتنی شدید اور جتنی متواتر ہوگی، فریقِ ثانی کی طرف سے محبت اتنی ہی زیادہ اور اسی قدر دیرپا ہوگی۔

اصول نمبر۳

ضرورتیں گھٹتی اور بڑھتی رہتی ہیں۔ مگر بعض ضرورتیں مستقل ہیں، اہم ہیں اور بنیادی ہیں۔ بعض ضرورتیں عمر کے ساتھ ساتھ بڑھتی جاتی ہیں۔ اگر تیری طرف سے رفعِ ضرورت بھی عمر کے ساتھ بڑھتی رہی تو شوہر کی محبت بھی تیری عمر کے ساتھ بڑھتی رہے گی۔ اگر گھٹتی رہی تو وہ بھی گھٹتی رہے گی۔

یہ تین اصول صرف شوہر کو حاصل کرنے کے لئے نہیں ہیں بلکہ تمام سسرال والوں کو بلکہ تمام دنیا والوں کو۔ چنانچہ عزیز بیٹی!

سب سے پہلے یہ دیکھ لے کہ تجھے کس کی اور کس کس کی محبت حاصل کرنی ہے، مستقل اور شدید محبت حاصل کرنی ہے۔ پھر تو اس کی مادی اور ذہنی مستقل اور شدید ضرورتوں کی ایک فہرست بنا اور غور کر کہ تو ان ضرورتوں کو کس طرح پورا کر سکتی ہے۔ یاد رکھ! بہت سے مسائل بغیر وسائل بھی حل کئے جاسکتے ہیں اور بہت سے مسائل صرف مادی نہیں ہوتے بلکہ ذہنی اور صرف ذہنی ہوتے ہیں۔

بیوی ہونے کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہے کہ تجھے ایک خاص مرد کو اپنانے کا موقع ملا ہے جو کسی اور ہستی کو حاصل نہیں۔ چنانچہ اس موقع کو ہاتھ سے نہ جانے دے۔

تو اس سے قریب بلکہ قریب ترین ہے۔ اس کے گھر میں ہے۔ اس کی جلوت و خلوت میں اور شب و روز میں ہے۔ اس کی ضروریات و خواہشات کو سمجھ کہ بہت سی ضروریات و

خواہشات خاموش ہوتی ہیں۔ بہتر ہے کہ وہ خاموش ہی رہیں اور تو انہیں خاموشی سے پورا کرتی رہے کہ بعض حالات میں سارا مزا خاموشی ہی میں ہے۔ بہرکیف تو جلد از جلد اس کی خواہشوں اور خوشیوں کا جائزہ لے کہ اس نے کس ماحول میں آنکھیں کھولیں؟ گھر میں کس سے کیسا سلوک پایا؟ زمانے نے اسے کیسا بنایا؟ کیسی تراش وخراش کی؟ کن چیزوں یا کن لوگوں میں اسے دلچسپی ہے؟ کن چیزوں یا کن لوگوں سے اسے بیزاری ہے اور کیوں؟ ذرا اس کے دل میں ڈوب۔ اس کے دماغ میں داخل ہو۔ اس کے زاویۂ نظر کی تحقیق کر۔ اس کی کشش، اس کی خلش، اس کی خوراک، اس کی پوشاک، اس کی تڑپ، اس کی امنگ، اس کی خودنمائی، اس کے مسائل اور ان کے حل، اس کے شب و روز یہاں تک کہ اس کے خواب و خیال میں پیوست ہو جا اور وہاں کے نقطۂ نظر سے دنیا کو دیکھ۔

وہ کیا تھا؟ وہ کیا ہے؟ آئندہ ایک سال یا پانچ سالوں میں وہ کیا بننا چاہتا ہے؟ ایک عاقل بیوی کا کام ہے کہ ان باتوں کا صحیح اور بالکل صحیح جائزہ لے اور جلد از جلد۔ وہ کیا تھا؟ وہ کیا ہے؟ یہ دونوں حالات تیرے اختیار سے باہر ہیں۔ لیکن وہ کیا بننا چاہتا ہے؟ یہاں تیری ضرورت ہے اور ہونی چاہیے۔ زیادہ سے زیادہ ہونی چاہیے۔ تیز سے تیز ہونی چاہیے۔ رفعِ ضرورت کا معیار و مقدار جتنی شدت سے ہوگا، شوہر کی طرف سے محبت بلکہ قربانی بھی اتنی ہی شدت سے ہوگی۔

وہ کیا ہونا چاہتا ہے؟ اس کا جواب بڑی حد تک اس سوال میں مضمر ہے کہ وہ کیا تھا۔ بلکہ وہ کیا نہیں تھا تجھے اس فرق کو سمجھنے میں کس قدر محنت کرنی پڑے گی کہ وہ کیا حاصل کرنا چاہتا تھا مگر نہیں کر سکا۔ آخر کس چیز کی کمی رہ گئی اور کیا سبب؟ ظاہر ہے کہ مستقبل میں وہ اسی کمی کو پورا کرنے میں اپنی تمام حسرت اور محنت صرف کر دے گا۔ اگر وہ مفلس تھا تو اب امیر بننا چاہتا ہے۔ اگر وہ ذلیل تھا تو اب باعزت بننا چاہتا ہے۔ اگر وہ محبت اور خدمت سے محروم

تھا تو اب محبت اور خدمت چاہتا ہے۔ اگر وہ بیمار تھا تو اب صحت چاہتا ہے۔ وہ بے گھر تھا تو اب محل کا مالک بننا چاہتا ہے۔ جو کچھ وہ تھا اتنا اہم نہیں جتنا جو کچھ وہ نہ تھا۔ کیونکہ اب اس کے دل کی تمام جگہ اس تمنا نے لے لی ہوگی۔ چنانچہ:

اصول نمبر ۴

وہ بھی دنیا سے انتقام لینا چاہتا ہے۔ جس طرح تو دنیا سے انتقام لینا چاہتی ہے، ان چیزوں میں جو تجھے حاصل نہ تھیں۔ بیوی کے لئے شوہر کا اور شوہر کے لئے بیوی کا دل جیتنا بہت آسان ہے۔ جو چیز جس کو نہ ملی اور جسے پانے کی اسے تمنا اور تڑپ تھی، وہ چیز اس کو عطا کر۔ اگر تیرے فریقِ ثانی کو عزت نہیں ملی تو اسے عزت بخش۔ وہ عزت افزائی کا بھوکا ہے۔ اگر اسے اچھا ماحول یا اچھی خوراک یا اچھی پوشاک نہ مل سکی تو اس کا بندوبست کر۔

جو نہ ملا وہ دے۔ جو کم ملا وہ بھی دے۔ جو زیادہ ملا وہ بھی دے۔ بے چوں و چرا دے اور مزید ایک مسکراہٹ بھی دے دے کہ ایک مسکراہٹ تمام لپ اسٹک سے زیادہ قیمتی ہے۔ اور جواب میں جو تجھے نہ ملا، جو تجھے کم ملا یا خراب ملا وہ لے۔ بے چوں و چرا لے اور مزید ایک مسکراہٹ بھی لے لے۔ دنیا سے انتقام لینے میں وہ تیری مدد کرے اور تو اس کی۔ پھر ناممکن ہے کہ تو اپنی بدصورتی کے باوجود اس کی شیرین نہ بن جائے اور وہ تیرا فرہاد بن کر پہاڑ کھودنے اور دودھ کی نہر بہانے میں اپنا تن من دھن نہ لگا دے۔

اصول نمبر ۵

آہستہ آہستہ رفعِ ضرورت تیری عادت ہو جائے گی اور اسی پیمانہ سے محبت تیرے شوہر کی فطرتِ ثانیہ۔

پھر ہو سکتا ہے محبت کی منزل میں داخل ہو کر رفعِ ضرورت کی ضرورت نہ رہے یا چنداں نہ رہے۔ پھر بھی ہوشیاری اور احتیاط کا تقاضا ہے کہ رفعِ ضرورت کو قائم و دائم رکھا

جائے۔

اصول نمبر ۶

محبت کے لئے دواور صرف دواجزاء کی ضرورت ہے۔ خوشگوار مشترکہ ماضی کی یاد اور خوشگوار مشترکہ مستقبل کی طرف قدم۔

شوہر کو اپنا مجنون و فرہاد بنا کر یا اس کی لیلیٰ بن کر تیری زندگی کا مقصد ختم نہیں ہوا۔ سفر ابھی دور دراز ہے لیکن شوہر کا دل حاصل کر کے تو نے ریل کا ٹکٹ لے لیا ہے اور سفر کا خرچ بھی۔ جو کچھ اب تک تیرے شوہر کو نہیں ملا، جس کے حصول کی اسے تڑپ اور امنگ ہے خدا کرے کہ تیری بدولت اسے حاصل ہو جائے۔ اگر اسے وہ مادی و ذہنی چیزیں حاصل ہو گئیں تو لازماً اس میں ایک نئی بات پیدا ہو جائے گی۔ اس میں بعض نئی نئی صلاحیتیں پیدا ہو جائیں گی اور بعض پرانی صلاحیتیں ابھر جائیں گی۔ اس کی شخصیت میں ایک نکھار اور ایک بہار آجائے گی۔ اس کی امنگ میں، اس کی ہمت میں، اس کی سوجھ بوجھ میں بڑی طاقت اور شدت پیدا ہو جائے گی۔ یہی وقت ہے موزوں ترین وقت ہے کہ اسے کسی عظیم مقصد کی طرف لگا دیا جائے اور یہ لگانا تیرا کام ہے۔ پھر وہ انجن کی طرح چل نکلے گا۔

ہر آج تیری بقیہ زندگی کا پہلا دن ہے۔ ہر چوبیس گھنٹوں کے بعد کل بن جائے گا۔ اس لئے ہر آج میں وہ چیزیں ڈال دے جو خوشگوار ماضی کی یاد بن سکیں۔ اٹھ! کمر بستہ ہو، ہر اذانِ فجر پکارتی ہے کہ نئی نئی صبح کا آغاز ہو رہا ہے۔ نئی نئی امیدیں کروٹیں لے رہی ہیں۔ نئے نئے فرائض تمہیں بلا رہے ہیں۔ سونے والو! کھڑے ہو جاؤ اور کھڑے ہونے والو! اپنے اپنے کام میں لگ جاؤ۔ وقت کے فانی سرمایے کو ''لا وقت'' کے باقی سرمایے میں تبدیل کر لو۔

یاد رکھ! اگر تیرا شوہر آگے نکل گیا اور تو پیچھے رہ گئی تو آپس میں فاصلہ ہو جائے گا اور یہ

فاصلہ بڑھتا ہی رہے گا۔ رفعِ ضرورت جب نہیں ہوگی جو قدم ملا کر چلنے ہی میں ممکن ہے تو محبت بھی سرد ہوتی چلی جائے گی۔ مقصد مشترک ہو، تدبیر مشترک ہو اور عمل بھی مشترک ہو۔ محبت اشتراک کا نام ہے۔ ماضی میں بھی اور مستقبل میں بھی۔

اصول نمبر ۷

فیصلہ اس کا مشورہ تیرا

اس سفرِ حیات میں بُرے وقت بھی آئیں گے اور اچھے وقت بھی۔ عقلمند بیوی وہ ہے جو بُرے وقت میں بھی ساتھ دے اور اچھے وقت میں بھی۔ البتہ بُرے وقت میں محنت اور مسکراہٹ کا صرفہ زیادہ ہے۔

عقل مند بیوی وہ ہے جو اپنے شوہر میں نئی اسپرٹ بھر دے۔ اس کی اور اپنی صلاحیتوں کو اجاگر کردے۔ ان صلاحیتوں کو استعمال کرنے کا مشن دریافت کرلے اور شوہر کو آگے بڑھا کر ساتھ ساتھ چل کھڑی ہو۔

عقل مند بیوی وہ ہے جو اپنے شوہر کی زیادہ سے زیادہ اور شدید سے شدید ضرورت پوری کرتی رہے۔ خانگی سطح پر بھی اور علم و ہنر کے میدان میں بھی۔ اس لئے شوہر کے علم و ہنر سے ایک حد تک واقفیت بیوی کے لئے ضروری ہے۔

عقل مند بیوی وہ ہے جو خلوص اور خدمت کے ساتھ ہنستا مسکراتا چہرہ رکھے۔ خصوصاً جبکہ غم کے بادل چھائے ہوں۔ جس کا ہر امروز بہتر فردا کی خوشخبری لائے۔

عقل مند بیوی وہ ہے جو فیصلہ سراسر شوہر کے ہاتھ دے لیکن مشورے کا محکمہ اپنے ہاتھ میں رکھے۔ اس کے مشورے اتنے قیمتی اور وزنی ہوں کہ شوہر کے فیصلوں کو قدم بہ قدم ان کی ضرورت پڑے۔

تو جانِ ظفر! اصول اس کے علاوہ اور بھی ہیں۔ پھر آئندہ فرصتوں میں انشاءاللہ۔

تیسرا خط

شوہر کو شریک مزاج بنانا

دختر علم و عمل السلام علیکم!

الف لیلیٰ اور طلسم ہوش ربا کا وہ دور گذر گیا جبکہ دو ہستیاں زن و شوہر بنائے جانے کے بعد ساری زندگی کے لئے بے فکر ہو جاتی تھیں اور شادی کے بعد کوئی مسئلہ کھڑا نہیں ہوتا تھا۔ اب پہلی نظر کی محبت کافی نہیں ہوتی۔ اب تو ازدواجی زندگی طرح طرح کے موقع بے موقع مسائل اور مہمات سے پُر ہے۔

میاں بیوی کی لڑائیاں، ٹیکس، بڑھتی ہوئی قیمتیں، اقساط پر خریدا ہوا مکان، دبلے رہنے اور دبلے ہونے کا نسخہ، بیوٹی سیلون، برتھ کنٹرول، بچوں کی تعلیم وغیرہ۔

مسائل اگر نہ ہوتے تو علم و عقل، تدبر و عمل کی ضرورت نہ پڑتی، پھر فرد شخصیت نہ بنتا۔ پھر نہ تہذیب ہوتی نہ تمدن، پھر دنیا میں دماغی بیکاری اور دماغی بیماری پھیل جاتی۔ مسئلے کو پیدا کرنا یا جوان کرنا حماقت ہے لیکن وہ اگر سامنے آ ہی جائے تو عقل و شجاعت سے اس کا استقبال کر کہ وہ اپنے ساتھ ایک بیش قیمت تحفہ لایا ہے۔۔۔ تیری ترقی کا موقع۔

مغرب میں ازدواجی مسائل کا ایک آسان حل ہے۔۔۔ طلاق! وہاں سابق بیوی یا سابق شوہر بننا ایک ہنر ہے جو دن بدن مقبول تر ہوتا جا رہا ہے لیکن ہم مسلمانوں میں یہ حرکت سب سے ناپسندیدہ ہے جو کہ عموماً تلخ تر بلکہ تلخ ترین نتائج سامنے لاتی ہے۔ یقیناً میاں بیوی کے جسم میں، جسمانی ضروریات اور خواہشات میں، ذہن اور مزاج میں، اندازِ فکر

اور نقطۂ نظر میں، صلاحیت اور طاقت میں، مقاصدِ حیات اور طریقۂ کار میں قدرت نے ایک خاص فرق پیدا کیا ہے۔ مگر یہ فرق ایک عظیم نعمت ہے۔ بہت سے احمق لوگ اس رحمت کو زحمت بنا لیتے ہیں۔

میری بیٹی! شوہر تیری مقراض (قینچی) کا دوسرا پھل ہے۔ دونوں پھل الگ الگ سمت پر کام کرتے ہیں لیکن دونوں ایک مضبوط کیل کے ذریعے آپس میں تعلق اور تنظیم سے وابستہ ہیں اور جب کوئی چیز ان کے درمیان آجاتی ہے تو کاٹ کر رکھ دیتے ہیں۔

ہم اس خط میں کچھ اور مشورے پیش کر رہے ہیں، نہ صرف شوہر اور اس کے گھر والوں کو بلکہ تمام دنیا والوں کو جیتنے کے لئے۔

بے عطا سوال کرنا:

بیوی کا پہلا کام ہے شوہر کے نقطۂ نظر کو سمجھنا۔ یہ ضروری نہیں ہے کہ دو مردوں یا دو عورتوں کا نقطۂ نظر ایک ہو۔ ایک مرد اور ایک عورت کے نقطہ ہائے نظر میں فرق ہونا اور بھی زیادہ ممکن ہے۔

گلہائے رنگ رنگ سے ہے زینتِ چمن
اے ذوقؔ! اس جہاں کو ہے زیب اختلاف سے

یہ بالکل ممکن ہے کہ ایک کی پسند دوسرے کی ناپسند ہو۔ اگر دونوں کی پسند ہو، یا دونوں کی ناپسند ہو، تب بھی یکساں شدت مشکل ہے۔ چنانچہ اے جانِ جہاں! بحث و تکرار، ضد اور ہٹ دھرمی اور تیزی و طراری سے بچ، خصوصاً ازدواجی زندگی کے پہلے سال میں۔ اگر شوہر کسی چیز کی خواہش کرتا ہے بلکہ اصرار کرتا ہے اور وہ چیز موجود ہے یا حاصل کی جاسکتی ہے تو فوراً عطا کر دے۔ خواہ اس میں تیری خواہش یا مال یا محبت کی قربانی ہی کیوں نہ ہو۔ عطا کرنے کی پہلی شرط یہ ہے کہ اس میں طعن، طنز، احسان جتلانے، نمائش کرنے یا تلخ یاد

دلانے کی آمیزش نہ ہو۔ ورنہ سب کیا دھرا اکارت ہو جائے گا۔

اور جس طرح عطا کرنے کا طریقہ اچھا یا برا ہوسکتا ہے، اسی طرح عطا کرنے کا وقت اور طریقہ بھی۔ عطا کرنے کی چیز ہرگز اتنی اہم نہیں جتنا عطا کرنے کا طریقہ، وقت، موقع اور محل۔ ہمیشہ یاد رکھ کہ بہترین عطیہ وہ ہے جو مطالبہ کئے جانے سے پہلے ہی تحفہ یا انعام کی طرح پیش کر دیا جائے۔

جو دیں سوال پہ ان کی سند نہیں اے شادؔ!

وہی کریم ہیں جو بے سوال دیتے ہیں

تحفہ کے لئے ضروری نہیں ہے کہ وہ قیمتی ہو۔ درویش کا تحفہ برگِ سبز بھی ہوسکتا ہے لیکن جس کو تحفہ دیا جائے اس کی ضرورت، اس کی خواہش، اس کی پسند کا لحاظ ضروری ہے۔ اگر جاہل کو شیکسپیئر کے ڈرامے اور ذیابطیس والے کو شہر کا بہترین حلوۂ بادام دیا جائے تو اس کا نام تحفہ نہیں ہے۔ تحفہ کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ انوکھا ہو۔ یعنی عام شاہراہ سے ہٹ کر اس میں کچھ ایسی بات ہو جو ظاہر کرے کہ یہ تحفہ خاص پانے والے کے لئے ہے۔ یعنی اس میں کچھ جذباتِ محبت اور تعلقِ رشتہ بھی شامل ہوں تو نورٌ علیٰ نور۔ تحفہ میں ایک ملاقات بھی دی جاسکتی ہے، ایک گفتگو بھی دی جاسکتی ہے، بلکہ ایک مسکراہٹ بھی۔ دریافتِ خیریت بھی، ایک خط یا عید کارڈ بھی یا کوئی ایسا بے ضرر سوال بھی جو فریقِ ثانی کے دلچسپ موضوع کو چھیڑ دے وغیرہ۔

شوہر کو اس کے گھر والوں اور رشتے داروں کو خصوصاً تحفے دیا کر اور گھر یا رشتہ سے باہر والوں کو عموماً کہ تحائف کا لین دین تعلقات کو مضبوط اور تلخی کو شیرینی بناتا ہے۔

سب سے اچھا عطیہ وہ ہے کہ مانگے جانے سے پہلے ہی عطا کر دیا جائے۔ اس میں اچانک اور خلافِ توقع ہونے کا جزو موجود ہو۔ دوسرے درجے کا عطیہ وہ ہے کہ مطالبہ کئے

جانے کے بعد پیش ہو۔ اس میں لذت کم ہے۔ تیسری اور تلخ منزل کا عطیہ وہ ہے کہ لڑائی جھگڑے، ضد، روٹھ، بحث و ہنگامہ اور فساد کے بعد حاصل ہو اور خطرناک منزل وہ ہے کہ اس کے لئے لڑائی طول کھینچ لے۔ زندگی لین دین کا نام ہے۔ خواہ شوق و ذوق یا ضرورت کی یا آسائش کی چیزیں ہوں یا رقم ہو یا اظہارِ محبت ہو یا اظہارِ عزت ہو یا کسی کے کام میں دلچسپی۔ اس لئے عقلمند زن وشوہر ایک دوسرے کی مزاج شناسی اور ضرورت شناسی پر محنت کرتے ہیں اور قبل اس کے کہ فریقِ ثانی کی طرف سے مطالبہ ہو، اسے عطا کرتے ہیں۔ بلکہ شوہر اگر بیوی پر احسان کرتا ہے تو یہ ظاہر کرتا ہے کہ اس چیز کو قبول کر کے بیوی اس پر احسان کر رہی ہے اور اگر بیوی شوہر کو کوئی چیز دیتی ہے تو یہ ظاہر کرتی ہے کہ اس چیز کو قبول کر کے شوہر اس پر احسان کر رہا ہے۔

عزیز ترین بیٹی! ہر مرد بلکہ ہر فرد ایک انفرادی طبیعت رکھتا ہے، اس کی پسند و ناپسند، اس کا شوق و ذوق، اس کی ضرورت اور حاجت الگ الگ ہے۔ کھانے پینے میں، پہننے اوڑھنے میں، فکر و عمل میں، مقصد اور منزل میں زن و شوہر کے خصوصی تعلقات میں۔ ہاں بعض معاملات میں اور بعض اوقات میں تیری خواہش کے خلاف تیرے شوہر کا اصرار شاید سخت ہوگا۔ ممکن ہے کہ کسی غلط چیز پر اصرار ہو، اس کا علاج ضد اور انکار نہیں ہے۔ اگر تو اس کے مطالبہ کے رخ کو آہستہ آہستہ بدل سکتی ہے تو بدل دے، اپنی خواہش کے سانچے میں اس کی خواہش کو ڈھال لے اور اگر ایسا نہیں کر سکتی تو اس کی خواہش میں اپنی خواہش کو ڈھال لے لیکن حرام کو حلال اور حلال کو حرام نہ بنا کہ خدا تعالیٰ کی خوشنودی زیادہ اہم ہے۔ ازدواجی زندگی میں کامیابی کی دو ہی صورتیں ہیں، یا شوہر تیرا حکم مانے یا تو اس کا حکم مانے۔

شوہر کا اولین تقاضا یہ ہے کہ بیوی اس سے محبت کرے۔ جس طرح بیوی کا اولین تقاضا یہ ہے کہ شوہر اس سے محبت کرے۔ ایک خصوصی محبت جو بلا شرکت غیرے ہوا کرتی

ہے۔ تجھے اپنے شوہر سے محبت کرنی ہی پڑے گی۔ اگر وہ تیری محبت کے قابل نہیں ہے تو اپنی عقل وتدبیر استعمال کر اور اسے اپنی محبت کے قابل بنا۔ کوشش، مسلسل کوشش اور دعا، مسلسل دعا سے عجیب وغریب نتیجے نکل سکتے ہیں۔ بے شک تو اس کی صورت یا صحت کی بعض خرابیوں کو بدل نہیں سکتی لیکن اس کے کردار تمیز وآداب کو رفتہ رفتہ نئے پیمانے میں ڈھال سکتی ہے۔ ابتدائی بارہ مہینے تیری زندگی کی بنیاد ہیں، اس قلیل عرصے میں تو اپنے شوہر کا اور اپنے سسرال والوں کا دل جیتنے کی انتہائی کوشش کر۔

اب ہم ایک خاص نکتہ کی طرف تیری خصوصی توجہ طلب کرتے ہیں اور وہ ہے

عزت افزائی:

محبت اور وفاداری کی محبت کے بعد شوہر بیوی سے اور بیوی شوہر سے جس اہم ترین چیز کا طلب گار ہے وہ صرف عزت نہیں بلکہ عزت افزائی ہے۔ دنیا میں ایسے احمق مرد وزن کی تعداد کم نہیں جو محبت بلکہ قربانی میں کمی نہیں کرتے لیکن عزت بخشنے میں کمی کرتے ہیں۔ بلکہ اپنی نادانی سے ذلت بخشتے ہیں۔ اس لئے وہ فریق ثانی کے دل کو جیت نہیں سکتے بلکہ اپنا دشمن بنا لیتے ہیں۔ شاید محبت اتنی ضروری نہیں جتنی عزت، بلکہ عزت افزائی۔ محبت بلا عزت بالکل ناکارہ ہے لیکن عزت بلا محبت بڑی کارگر۔ اسی لئے تُو اپنے شوہر کی عزت افزائی کیا کر۔ بچوں کے سامنے، بڑوں کے سامنے، دوستوں کے سامنے اور خصوصاً دشمنوں کے سامنے اور ہر اس حلقے میں جہاں تیرا شوہر عزت افزائی کا خواہش مند ہے۔ اپنی تقریر وتحریر' اپنے سلوک اور طریقۂ کار سے اس کی عزت بڑھا۔

قرض اتنی تیز اور اتنی فوری مقراض محبت نہیں ہے جتنی تنقید۔ ممکن ہے کہ تنقید کا دو آتشہ یا ایٹم بم کسی موقع پر ضروری ہو لیکن ہوش وگوش کا تقاضا ہے کہ اس کا استعمال خلوت میں ہی ہونا چاہیے، جلوت میں نہیں۔ خدا نہ کرے کہ تیری زبان میں وہ ترشی موجود ہو جو دودھ کو دہی

بنا دے۔ بیوی ایک شعر ہے، ایک موسیقی ہے، ایک شئے لطیف ہے، جب وہ بولتی ہے تو پھول جھڑتے ہیں لیکن افسوس کہ وہ حماقت سے کبھی کبھی اس پھول کو آگ بنا لیتی ہے اور اپنا ہی دامن راکھ کر لیتی ہے۔ استادی کا گُر ہے کہ تلخ تنقیدی گولیوں کو بھی شکر کے ورق میں لپیٹ کر دیا جائے تا کہ مریض کے حلق سے خوشی خوشی اتر سکے۔ اگر یہ گولیاں نیچے نہیں اتریں گی تو الٹا اثر دکھائیں گی۔ بالفاظ دیگر بحث، تیز زبانی، تیز مزاجی، طعن وطنز، چِڑھنا چڑھانا، ڈانٹ ڈپٹ، تیز آوازی اور تلخ کلامی سے سینکڑوں فرلانگ دور رہ۔ اگرچہ تنقید کبھی کبھی اتنا ہی اچھا اثر دکھاتی ہے جتنا دوا کے طور پر زہر، لیکن اس کے استعمال میں بخیل بلکہ خسیس ہو جا۔ اپنی تنقید کو تجویز، مشورہ، سوال، مذاق، قول، اقتباس، مختصر کہانی، شعر، مثال، تبادلۂ خیال، سیاسی خبر، کارٹون وغیرہ کی صورت میں ڈھال دے۔

ہمارا خیال ہے کہ تنقید اور غم کرنے کے لئے ہفتے میں ایک دن بلکہ ایک گھنٹہ مقرر کر لیا جائے۔ اس طرح تنقید بھی کم از کم بلکہ صفر ہو جائے گی اور غم بھی۔ ہم نے اپنی ازدواجی زندگی میں اس ٹائم ٹیبل کو آزمایا اور کامیاب بنایا۔

شوہر کی عزت کر اور اسے مزید عزت کے لائق بنا۔ اس کی خوبیوں پر نظر کر۔ اس کی خرابیوں سے حسبِ ضرورت درگذر کر۔ شوہر کے یا کسی کے خاندان، نسل، چہرہ مہرہ، طریق معاش اور آمدنی، ہابی اور دلچسپیاں، عادات و خصائل، حلقۂ ملاقات وغیرہ وغیرہ پر اسی وقت اپنی زبان کا خنجر تیز کر کہ اس کے سوا ساری تدبیریں ناکارہ ثابت ہو چکی ہوں، تیرے مستقبل کے لئے بہتر ہے کہ گالی کو بھی ہنس کر ٹال دے یا خاموش ہو جا۔

بدزبانی اور بدتمیزی سے ہر قیمت پر بچ کہ ازدواجی خوشیوں کے لئے اس سے زیادہ ہلاکت آفریں زہر ممکن نہیں۔ ان معاملات میں شوہر کو ہرگز ہرگز برا نہ کہہ جن میں اس کا قصور نہیں یا وہ خود شرمندہ ہے یا جن کے متعلق وہ اپنی تدبیریں آزما رہا ہے۔ خبردار! اس کا مذاق

نہ اڑا۔ اس پر طعن یا طنز نہ کر۔ دوسروں کے سامنے، خصوصاً ان حلقوں میں جن میں وہ عزت کا خواہشمند ہے، ہرگز اسے رسوا نہ کر۔

ایک شوہر نے غصہ میں کہا۔

''میرے پاس ایم اے کی ڈگری ہے۔ ایک اعلیٰ ملازمت ہے، ایک مکان ہے۔ بینک میں ہزاروں روپے ہیں۔ تمہارے پاس کیا ہے؟''

''تم ہو۔''

اور تو سمجھ سکتی ہے کہ اس ایک جواب نے کس طرح جون کو نومبر سے بدل دیا ہوگا۔

محبت اور عزت خاموش بھی ہوتی ہے اور ظاہر بھی۔ محض خاموش محبت اور خاموش عزت کافی نہیں۔ وقتاً فوقتاً اس کا اظہار بھی ضروری ہے۔ بے شک تو اپنے شوہر کو دل سے چاہتی ہے لیکن یہیں پر نہ رک جا۔ آگے بڑھ اور زبان سے بھی اس کا اظہار کر، مال سے بھی اور جسم و جان سے بھی۔ اسی طرح خاموش عزت بیکار ہے۔ ایک دوست دوسرے دوست سے جس چیز کا سب سے زیادہ طلبگار ہے وہ محض قلبی عزت نہیں بلکہ زبانی اور سماجی عزت افزائی ہے۔

اور بیٹی! یاد رکھ کہ محبت اور عزت کا اظہار جہاں مجلس میں اور محفل میں ہونا ضروری ہے وہاں تنہائی میں اور خلوت میں بھی ہونا چاہیے۔ وہ میاں بیوی جو اظہار کے تکلف سے محروم ہیں وہ ازدواجی خوشیوں کے لئے لعنت ہیں۔ ہاں یہ ضروری ہے کہ اظہارِ بیان میں بناوٹ، خوشامد، مبالغہ اور بدسلیقگی نہ ٹپکے۔

باذوق تکلف میں آرام سراسر
تکلیف سے وہ ہیں جو تکلف نہیں کرتے

(ترمیم کے لئے معذرت)

جھوٹ، مبالغہ وغیرہ کی ضرورت کبھی کبھی پڑ سکتی ہے اور وقتِ ضرورت ان کا استعمال جائز ہی نہیں بلکہ لازم ہے لیکن یاد رکھ! تیرے اظہار کا جادو جاتا رہے گا اگر فریقِ ثانی پر قلعی کھل گئی۔ ناکام جھوٹ اور ناکام فریب سب سے بڑی ٹریجڈی ہیں۔ جھوٹ بولنا بہت آسان ہے لیکن ایک ہی جھوٹ بار بار بولنا بہت مشکل۔ کامیاب ترین ایکٹنگ وہی ہے جو ایکٹنگ معلوم نہ ہو اور سب سے محفوظ نسخہ یہ ہے کہ ان چیزوں سے باز ہی رہا جائے۔ سچی اور مخلص تعریف کا کوئی نعم البدل نہیں اور یقیناً تیرے شوہر میں تعریف کے بہت سے پہلو ہوں گے، ان کو ڈھونڈ نکال۔

تنقید اپنے اثر کے لیے نہ صرف ایک موزوں موقع کا محتاج ہے بلکہ ایک موزوں طریقۂ اظہار کا بھی۔ تنقید کرنے سے پہلے اثر پذیری کے لئے زمین ہموار کرلے۔ ضروری نہیں کہ ہر تنقید زبانِ قال ہی سے ہو۔ زبانِ حال زیادہ کارگر ثابت ہوسکتی ہے مگر اس کے کرنے کو بھی ہنر چاہیے۔

یہ خط ذرا طویل ہو گیا ہے اور ہم اسے ایک اقتباس پر ختم کرتے ہیں۔

شوہر کو تر و تازہ رکھنے کا آزمودہ نسخہ

خواہ قیمت زیادہ ہو لیکن مال دیکھ بھال کر خریدو۔ عقل میں زیادہ کچا نہ ہو، عمر میں زیادہ پکا نہ ہو۔ اسے دھوپ، تنقید اور تیز آواز سے بچاؤ ورنہ ترش ہو جائے گا۔ زیادہ دیر تک کولڈ اسٹوریج میں ڈال کر مت رکھو کہیں سخت اور ناقابلِ ہضم نہ ہو جائے۔ اسے صبر کے پانی سے دھو کر الفت کی ہلکی ہلکی آنچ پر رکھو۔ پھر نمک مرچ والی گفتگو چھڑک کر استعمال کرو۔ سالہا سال تک خراب نہیں ہوگا اس طرح ایک شوہر تمام زندگی کے لئے کافی ہے۔

ابوظفر زین

چوتھا خط

سخن دل پذیر اور دل سخن پذیر

الفاظ۔۔۔آواز۔۔۔انداز

پیاری دختر علم وعمل! السلام علیکم

ہم پھر حاضر ہیں چند نئے مشوروں کے ساتھ۔اور اس دفعہ ہماری گفتگو ہوگی گفتگو ہی کے متعلق۔۔۔موضوع یہ ہے کہ تو کیا بولتی ہے اور کس طرح بولتی ہے۔

قدرت نے عورت کو کیا آواز دی ہے۔ جب وہ بولتی ہے تو ہوائیں وجد کرتی ہیں، بلبلیں اس کی شاگردی کرتی ہیں اور فضائیں اس کے زیر و بم پر رقص کرتی ہیں۔لیکن حد سے زیادہ ہر چیز خراب ہے۔ بہت سی نادان عورتیں زیادہ بول کر یا تیز بول کر اپنی آواز کو اتنا ارزاں کر دیتی ہیں کہ کوئی پانچ پائی کلوگرام لینے کو تیار نہیں ہوتا۔

عورت (اور مرد بھی) نہ تو اس ٹیلیفون کی طرح خاموش ہو جائیں جس کا تار کٹ گیا ہو اور نہ مسلسل بولنے لگ جائیں، خواہ خاموشی کے فوائد پر۔الفاظ کی کفایت شعاری بہت مفید فن ہے۔ جو بات دس الفاظ میں کہی جا سکتی ہو اس کو ایک سو دس الفاظ میں کہنا کچھ ایسا ہی ہے جیسا ایک بچہ اپنے باپ کا جوتا پہن کر چلنے کی کوشش کر رہا ہو۔ بیکار بولنا بیکار لوگوں کا کام ہے۔ زبان اور دماغ دونوں سے بیک وقت کام نہیں لیا جا سکتا۔اگر دماغ کام کر رہا ہو تو زبان فرصت میں ہوگی۔اگر زبان کام کر رہی ہو تو دماغ فرصت میں ہوگا۔خواہ تیرا دماغ کام

کرے یا نہ کرے، زبان کو کنٹرول کر۔

محفل: محفل میں الفاظ کا موزوں استعمال دوسرا بڑا اصول ہے۔ کوئی لفظ وقار اور متانت سے گرا ہوا نہ ہو۔ خواہ مزاحیہ یا طنزیہ ہو۔ ہر شخص جس طرح اپنے انگوٹھے کے چھاپ سے پہچانا جا سکتا ہے اسی طرح اپنے انتخابِ الفاظ سے بھی پہچانا جا سکتا ہے کہ وہ کس فیملی، کس سوسائٹی، کس مقصدِ حیات کتنے علم اور کتنی عقل کی نمائندگی کر رہا ہے۔ اس سلسلے میں چند خاص باتیں تیرے پیش نظر ہوں تو کتنا اچھا ہے۔

(۱) تکیہ سخن سے بچنا چاہیے خواہ وہ ''اللہ کی قسم'' ہی کیوں نہ ہو۔

(۲) میں، میرا، مجھ کو، ہم، ہمارا اور ہم کو۔ ان چھ الفاظ کا استعمال بھی کم از کم ہونا چاہیے۔ بیشک تجھے بھی شوقِ برتری ہے لیکن اپنی اہمیت آپ جمانا ذوقِ سلیم کے خلاف ہے۔

حتی الامکان ہرگز کوئی ایسی اسٹوری، سچی یا جھوٹی، بیان نہ کر جس کی تو ہیروئن ہو۔

(۳) گھسے پٹے الفاظ، تشبیہیں، مثالیں، خیالات اور اشعار پیش نہ کر۔ اپنی معلومات میں مسلسل اضافہ کر۔ ادب میں پرانی کتابیں پڑھ اور سائنس میں نئی۔

(۴) جہاں تک ہو ماضی میں گفتگو نہ کر۔

(۵) جہاں تک ہو مجہول میں گفتگو نہ کر۔

(۶) جہاں تک ہو شکیہ لہجے میں گفتگو نہ کر۔

(۷) جہاں تک ہو جذباتی چیخوں اور آنسوؤں سے اپنے آپ کو بچا۔ مثلاً آہ۔ ہائے۔ واللہ۔ بیچارا۔ کاش۔۔۔

(۸) جہاں تک ہو ہاتھ کے اشاروں۔ خصوصاً مسلسل اور پرزور اشاروں سے محفوظ رہ۔

(۹) نقالی اور کسی کو ذلیل یا رنجیدہ کرنے کے ہر طریقے سے بھی بچنا چاہیے۔

(۱۰) جہاں تک ہو اپنے ذاتی، ازدواجی، خانگی مسائل اور معاملات اور اپنی یا کسی کی

بیماریوں کو موضوعِ ذکر نہ بنا۔

(۱۱) غم کی بات نہ چھیڑ۔ ہاں دوسروں کے غم میں ضرور شریک ہو۔ دریافتِ خیریت اور ہمدردی کی باتیں کر اگر چہ مختصر۔

بلبلا مژدۂ بہار بیار

خبرِ بد بہ بومِ شوم گذار

(۱۲) جہاں تک ہو دوسروں کی بات نہ کاٹ۔ آخر انہیں بھی بولنے اور سنانے کا حق ہے۔

(۱۳) یہ ضروری نہیں ہے کہ ہر بات زبان سے کہی جائے۔ بہت سی باتیں آنکھوں کے انداز' چہرے کے رنگ اور تمام جسم کے اتار چڑھاؤ سے بھی کہی جاسکتی ہیں اور اکثر زبانِ حال سے کہنا زیادہ کارگر ہے۔

(۱۴) بولنے سے پہلے دو دفعہ سوچ لے۔ خصوصاً اس مسئلے پر جو جذباتی ہو' نازک ہو یا اہم ہو۔

(۱۵) اپنی آواز کو واضح اور صاف بنا۔ لیکن اسے سختی تندی اور پرزوری سے بچا۔

اور سب سے اہم

(۱۶) راز کو راز رکھ۔ ہر شخص کا راز اہم ہے۔ خصوصاً شوہر کا۔

اختلاف:

اختلاف کے موقع پر اپنی زبان کا استعمال اور بھی ہوشیاری اور تدبر سے کرنا چاہیے۔ یہی زبان ہے جو دوست کو دشمن اور دشمن کو دوست بنالیتی ہے۔

بنو گے خسروِ اقلیمِ دل شیریں زباں ہو کر

جہاں گیری کرے گی یہ ادا نورِ جہاں ہو کر

میری لائق و فائق بیٹی! زندگی میں قدم بہ قدم اختلاف کی صورت بن جاتی ہے۔

خصوصاً ازدواجی زندگی میں۔

رہروِ راہِ محبت کا خدا حافظ ہے
اس میں دو چار بہت سخت مقام آتے ہیں

ایسے موقع پر چند زریں اصول پیشِ نظر رکھ۔

(۱) یہ ضروری نہیں ہے کہ فوراً اور بروقت اختلاف کر دیا جائے۔ اپنا نقطۂ نظر پیش کرنے کے لئے موزوں وقت اور ماحول کا انتظار ضروری ہے۔ جبکہ فریقِ ثانی ہوش و گوش کے ٹھنڈے موڈ میں ہو۔

(۲) اختلافی نظریہ یا معلومات پیش کرتے ہوئے اپنی آواز نرم اور شیریں رکھ۔ مسکراہٹ تیرے چہرے پر کھیل رہی ہو۔ جو کبھی کبھی قہقہے کی صورت اختیار کر لے۔ فریقِ ثانی اس حملے کا دفاع نہیں کر سکتا۔

اعجازِ تکلم پر اندازِ تبسم ہے
مشکل پہ ہوئی مشکل نمکینی و شیرینی

(۳) جو نظریہ تو پیش کرے وہ نہ صرف عقل و منطق بلکہ مصلحتِ وقت سے قریب ہو۔ الفاظ اور جملے وہ ہوں جو آسانی سے سمجھ میں آ جائیں۔ بات کو خواہ مخواہ بھاری بھرکم بنانے سقراط و بقراط کا حوالہ دینے، اپنی علمیت اور عقلیت جتانے کی ہر کوشش غلط ہے۔

(۴) فریقِ ثانی کا نظریہ غور سے سن۔ جلدی سن کر جلدی فیصلہ نہ کر۔ اگر اس کا نظریہ تسلیم کیا جا سکتا ہے تو فوراً تسلیم کر لے خواہ تجھے اپنی خودی یا اپنے فائدے کی قربانی دینی پڑے۔ اگر تیرا نظریہ عملی طور پر زیادہ مفید ہے تو فریقِ ثانی کا فائدہ اس میں تلاش کر اور اسے اس کے فائدے کے نقطۂ نظر سے اپنی بات سمجھا۔

(۵) اپنی گفتگو کو منطق کے سانچے میں ڈھالنے سے بہتر ہے کہ کوئی دلچسپ تجربہ، واقعہ یا

قصہ یا شعر سنا دیا جائے۔ جو تیرے مطلب کو واضح طور پر پیش کر دے۔

(۶) کبھی کسی کی تضحیک و تذلیل نہ کر۔ انسلٹ وہ گناہِ عظیم ہے جسے کوئی ملازم، کوئی بھنگی، کوئی بچہ بھی معاف نہیں کر سکتا۔ سینے میں اس کا زخم درجنوں سال ہرا رہ سکتا ہے۔ ضرور انسلٹ کر اگر کسی کو ساری زندگی اپنا دشمنِ سخت بنانا ہو۔ اور گالی سب سے بڑی انسلٹ ہے۔

(۷) تیز اور بلند آواز کمزوری کی نشانی ہے۔۔۔ خصوصاً مردوں میں۔

مقصد گفتگو:

اکثر اوقات مجلسی گفتگو۔۔ خواہ وہ تخلیہ میں میاں بیوی کے درمیان ہی کیوں نہ ہو۔۔ کسی علمی اور عقلی مناظرے کے لیے نہیں ہوتی کہ دیکھیں کون زیادہ عالم اور عاقل ہے۔ گفتگو کا سب سے بڑا اور سب سے زیادہ مصرف شرکت ہے۔ تعلقات، دوستی اور محبت میں شرکت۔ خیالات اور جذبات، غم اور خوشی میں شرکت۔ مشکلات کے حل کی تلاش میں شرکت۔ ذمہ داری اور فرائض کی انجام دہی میں شرکت۔ تفریحات اور دلچسپیوں میں شرکت۔ معلومات اور معقولات میں شرکت وغیرہ وغیرہ۔

ازدواجی شرکت حقیقت میں تجارتی شراکت ہے۔ جس میں دونوں فریق ایک ہی ملکیت کے حصہ دار ہیں۔ نفع ہو تو دونوں کا، نقصان ہو تو دونوں کا۔ برابر برابر۔ البتہ یہاں نفع اور نقصان روپیہ اور پائی کی شکل میں نہیں۔

گفتگو کا فرض ہے کہ وہ احساسِ شرکت اور احساسِ قربت کو بڑھائے۔ خواہ وہ بیڈروم میں ہو، ڈرائنگ روم میں ہو، سماجی مجلس میں ہو یا سیاسی میٹنگ میں ہو۔ دنیا میں سب سے اہم لین دین خیالات اور جذبات کا لین دین ہے۔ جو دماغ کا لین دین کم اور دل کا لین دین نفع زیادہ ہے۔ احساسِ شرکت اور قربتِ دل پیدا کرنے کے لیے ضروری ہے کہ کوئی اپنی قابلیت اور بلندیٔ مرتبہ نہ جمائے۔ خدمت و خلوص پیش کرے۔ کم از کم اس چند منٹ یا چند گھنٹوں کی

بات چیت کو دلچسپ بنائے تا کہ اس محفل سے جب کوئی اٹھے تو یہی جذبہ لے کر اٹھے کہ اس کا وقت ہنسی خوشی میں کٹا اور اس کے تعلقات فلاں فلاں سے قریب تر ہو گئے۔ چنانچہ اس ملاقات کو یاد رکھے۔

نفسیات کے ماہرین نے اس سلسلے میں کچھ گر بتائے ہیں وہ ہم تیرے لیے پیش کرتے ہیں۔

(۱) آمد و رفت دونوں کو اہم بنا خواہ وہ تیری ہو یا کسی اور کی۔ جب تو داخل ہو تو ''السلام علیکم'' ایک خاص انداز اور خاص آواز سے کہہ جو سامعین کے دلوں تک تارِ برقی کا کام کرے۔ اسی طرح جب کوئی داخل ہو تو سلام کر۔ مناسب ہو تو اس کی تعظیم میں کھڑی ہو جا۔ اور جب وہ جانے لگے تو پھر بھی اس کی تعظیم میں کھڑی ہو جا بلکہ اسے کچھ دور تک چھوڑ آ۔ اگر موقع اور مصلحت کا تقاضا ہو۔ اس کی طرف بھی توجہ کر جو تجھ سے عمر میں، درجہ میں کم ہے۔

(۲) ہر شخص کی بات کو اس طرح کان لگا کر سن گویا وہ بہت قیمتی ہے۔ ہر شخص کی رائے کو اس طرح تسلیم کر گویا تو اس پر عمل کرے گی۔

(۳) بیکار اور مسلسل بولنے والے کے پاس سے خوش اخلاقی کے ساتھ کسی نہ کسی بہانے اٹھ جا یا محفل میں کسی دوسری طرف نشست لے لے۔

(۴) مسکراہٹ کبھی کبھی قہقہہ۔ مگر بناوٹ نہ ٹپکے۔

(۵) مرد سے اس کے کام اور کھیل کے متعلق گفتگو کر۔ عورت سے اس کے بچے، خانہ داری، لباس اور شرکت تقریبات کے متعلق، بچے سے مٹھائی اور کھلونوں کے متعلق۔

(۶) لفظ ''میں'' کم از کم۔ لفظ ''آپ'' سے زیادہ سے زیادہ۔

(۷) اپنی گفتگو میں تصویر کشی اور جذبات کشی کی کوشش کر۔ اس انداز سے واقعات کو پیش کر کہ وہ منظر نگاہوں کے سامنے آ جائے اور سننے والوں کے خون کی روانی تیز ہو جائے۔

سوالات پوچھنا:

نفسیات کے ماہرین نے بتایا ہے کہ گفتگو کا سب سے مفید حصہ وہ بات ہے جب فریقِ ثانی بول رہا ہو اور فریقِ اول سن رہا ہو اور یہ سننا خالی اور خشک نہ ہو بلکہ بولنے والے کو محسوس ہو کہ اس کی گفتگو دلچسپی اور ذہانت سے سنی جا رہی ہے۔ چنانچہ اس سننے میں قدم قدم پر ایسے چھوٹے بے ضرر سوالات پوچھنا چاہیے جن کا جواب دینے میں بولنے والا لطف محسوس کرے۔ ایسے سوالات جو اس کے دل پسند موضوعات کو چھیڑ دیں۔ ایسے سوالات جن کا وہ خوشی خوشی استقبال کرے۔

اگر مقصد معلومات حاصل کرنا نہیں بلکہ صرف فریقِ ثانی کو خوش کرنا ہے تو ہرگز ایسا سوال نہ پوچھ:

(۱) جس کا جواب دینے کو وہ بے موقع اور بے مقام محسوس کرے۔

(۲) جس کا صحیح جواب اس کے پاس نہ ہو۔

(۳) جس کا جواب وہ راز رکھنا چاہتا ہو۔ یا کم از کم تجھ سے راز رکھنا چاہتا ہو۔

(۴) جو اس کے پسندیدہ موضوع سے ہٹ کر ہو۔

(۵) جس سے وہ جھوٹ تراشنے پر مجبور ہو جائے۔

(۶) جس سے چغلی، غیبت یا بدگوئی ٹپکے۔

تو محسوس کرے گی کہ ایسا سوال پوچھنے کے لیے بڑی ذہانت کی ضرورت ہے۔ بڑے سے بڑے ذہین آدمی کے پاس کبھی کبھی ذہانت کا اسٹاک ختم ہو جاتا ہے۔ عقل کام نہیں کرتی۔ ایسا وقت اگر آ جائے تو اس قسم کے سوالات پوچھ: (۱) مثلاً؟ (۲) پھر کیا ہوا؟ (۳) آپ کو چوٹ تو نہیں لگی؟ وغیرہ

مگر سننے کے معنی یہ نہیں ہیں کہ ایک بکواس کرنے والے یا اپنی بڑائی آپ ہانکنے

والے کو کھلی چھٹی دے دی جائے اور وہ تجھے اپنی فضول گوئی کا نشانہ بناتا رہے۔ ایک یا دو سوالات پوچھنے کے بعد "معاف کیجئے گا" کہہ کر کسی بہانے اس کے پاس اٹھ جانا چاہئے یا گفتگو کا موضوع سلیقے سے بدل دینا چاہیے۔

اگر مقصد معلومات حاصل کرنا ہے تو ایسی حرکت نہ کر جس سے شبہ ہو کہ تو خفیہ راز حاصل کرنا چاہتی ہے یا عدالت میں فریقِ ثانی پر جرح اور کراس کر رہی ہے یا اس کے خاندان یا بزنس کے متعلق معلومات حاصل کرنا چاہتی ہے۔

اگر کوئی اخباری یا سیاسی انٹرویو ہے تو مقصد پہلے ہی واضح کر دینا ضروری ہے۔ کبھی کسی سے یہ نہیں پوچھنا چاہئے کہ کیا آج کل آپ بیکار ہیں؟ بلکہ یہ پوچھنا چاہیے کہ آپ کس قسم کا کام تلاش کر رہے ہیں؟ کبھی یہ نہیں پوچھنا چاہیے۔۔۔ جب آپ میں اور آپ کی بیوی میں لڑائی ہوتی ہے تو آپ کیا کرتے ہیں؟ بلکہ یہ پوچھنا چاہئے کہ آپ کے نزدیک ازدواجی اختلافات کو دور کرنے کی بہترین تدبیریں کیا ہیں؟ کبھی یہ نہیں پوچھنا چاہیے کہ اب آپ کے درد کمر کا کیا حال ہے؟ بلکہ پوچھنا چاہیے مجھے تو آپ کے چہرے سے کافی افاقہ نظر آتا ہے۔ آپ نے کونسی دوا استعمال کی؟

تعریف کرنا:

یہ بھی ایک مشکل کام ہے۔ مگر انتہائی ضروری ہے۔ اس سے فریقِ ثانی کی شخصیت ترقی کر جاتی ہے۔ مشکلات میں اس کی ہمتیں اور شجاعتیں جمع ہو جاتی ہیں۔ اس کی یاد سالہا سال تک اس کو خوش اور خراماں رکھ سکتی ہے۔ کسی فن و ہنر کو سیکھنے میں اس کی مدد کر سکتی ہے۔ اس میں خود اعتمادی پیدا ہو جاتی ہے اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ اس کا دل تعریف کرنے والے کی طرف مائل ہو جاتا ہے۔ کبھی کبھی وہ تعریف ناقابلِ فراموش ہو جاتی ہے اور تمام زندگی ایک طاقت بخش ٹانک کا کام دیتی ہے۔

مگر شرط یہ ہے کہ تعریف سے بناوٹ' جھوٹ' مبالغہ' خودغرضی' خوشامد' چاپلوسی اور ارزانی نہ ٹپکے۔ مولانا حالی کے الفاظ میں ایسا نہ ہو ''ممدوح کو ایسا بانس پر چڑھایا کہ خود اسے اپنی تعریف میں مزانہ آیا'' ورنہ مزاخراب کردے گی۔

تعریف کرنا اتنا ہی ضروری ہے جتنا ہانڈی میں نمک ڈالنا۔ اور اس کی مقدار بھی اس سے زیادہ نہیں ہونی چاہیے ہر شخص میں تعریف کا کوئی نہ کوئی پہلو موجود ہے۔ بہتر ہے کہ اس کے درخشاں پہلو پر نظر ڈالی جائے اور اس کی تعریف کی جائے۔ بیٹی! یہ فن شوہر کے معاملے میں استعمال کرنا اور بھی ضروری ہے۔

کامیاب وہ ہے جو رشک کرتا ہے لیکن حسد نہیں کرتا۔ نقل کرتا ہے لیکن نقالی نہیں کرتا۔ تعریف کرتا ہے لیکن جی حضوری نہیں کرتا۔ مرد عورت سے محبت کرتا ہے اس لئے نہیں کہ جب وہ بولتی ہے تو پھول جھڑتے ہیں بلکہ وہ غور سے سنتی ہے اور سلیقے سے واہ واہ کہتی ہے۔ یاد رکھ مرد کا سب سے کمزور لمحہ وہ ہے جب عورت اسے طاقتور کہے۔

ذیل میں ہم کامیاب تعریف کے چند نمونے پیش کر رہے ہیں:

(۱) دس سال تمہارے ساتھ دس منٹ کے برابر ہیں۔ دس منٹ تمہارے بغیر دس سال کے برابر۔

(۲) میری ساس کے نام۔۔۔ جس سے بہتر بیٹا اس زمانے میں کسی ماں نے نہیں بنایا۔

(۳) شوہر تیرا شکریہ! میں پھر سولہ سال کی نہیں بننا چاہتی۔

(۴) میں اپنی بیوی پر فخر کرتا ہوں۔ کیا وہ بھی مجھ پر فخر کرتی ہے۔

(۵) اے اللہ! مجھے جنت جانے سے انکار نہیں۔۔۔ لیکن اپنی بیوی کے ساتھ۔

(۶) میں شادی شدہ زندگی کی آزمائشوں میں کامیاب نہ ہوتا اگر میری بیوی کی رفاقت میسر نہ ہوتی۔

(۷) بڈھوں میں تم سب سے خوبصورت ہو۔

(۸) تم کیا آئے میری زندگی کی ایک عظیم صبح آ گئی۔

(۹) بڑی اماں! کیا آپ کی بیٹیاں بھی آپ ہی کی طرح حسین ہیں۔

(۱۰) میں جب بڈھی ہو جاؤں گی تو آپ ہی کی طرح بنوں گی اپنی اماں کی طرح نہیں۔

(۱۱) باوقار حسن کے لیے ایک عورت کو عمر رسیدہ ہونا ہی چاہیے۔

(۱۲) آپ کو سات بیماریاں ہیں۔۔۔الحمد للہ کہ ستر نہیں۔

(۱۳) آپ ایک وزیر خزانہ کی طرح کماتے ہیں اور ایک وزیرِ خارجہ کی طرح خرچ کرتے ہیں۔

(۱۴) آپ نے کس طرح سنچری بنائی۔

(۱۵) اس لباس میں تم کتنی نوخیز نظر آتی ہو۔

وہ شخص آج تک نہ ملا جو کہے:

(۱) مجھے ابھی اور عقل کی ضرورت ہے۔

(۲) مجھے ابھی اور تجربہ کی ضرورت ہے۔

(۳) میں اسلام نہیں جانتا۔

(۴) میں سیاست نہیں جانتا۔

(۵) مجھے رقم لگانا نہیں آتی۔

(۶) غلطی میری ہے۔۔۔تمہارا شکریہ!

(۷) مجھے تمہارے مشوروں کی ضرورت ہے۔

وہ شوہر نہیں ملتا جو کہے:

(۱) مجھے تمہاری عقل کی بھی اتنی ہی ضرورت ہے جتنی اپنی عقل کی۔

پانچواں خط

اچھی بیوی، عادت سیرت حسن

دختر سعید اختر! السلام علیکم

یہ جان کر خوشی ہوئی کہ تم خطوط پر عمل بھی کر رہی ہو۔ ممکن ہے تم نے ہمیں خوش کرنے کے لئے ایسا لکھ دیا ہو بہر حال ہمت افزائی کا شکریہ!

تو جانتی ہے کہ زندگی پکی پکائی روٹی نہیں ہے، زیادہ سے زیادہ یہ گندم کا دانہ ہے۔ اس سے روٹی نکالنا تیرا کام ہے۔ گھی بھی اور سالن بھی۔ یہ بڑا دلچسپ کام ہے اور کام وہی نفیس انجام پاتا ہے جس میں دلچسپی ہو۔ جس میں لگن ہو۔

اچھی بیوی:

ایک بیوی کا کردار کتنا اچھا ہے؟ ذرا اس شوہر سے پوچھ جسے قدرت نے اچھی بیوی سے نوازا ہے۔ اس کی مسکراہٹ طلوعِ فجر ہے، اس کی سانس نسیمِ بہار ہے۔ اس کی جوانی دیوانی ہے۔ اس کی ہر تان دیپک، ہر بول انمول، اس کا نظارہ شفائے بصیرت اور تریاقِ غم ہے۔ شوہر کے لئے اس کی گفتار منزلِ مقصود، اس کی رفتار نقشِ قدم، اس کا کردار ضابطۂ حیات، اس کی زبان بہترین مشیر، اس کے بازو بہترین رفیق۔

بیوی کیا ہے؟ خالص دوست اور غم گسار۔ مخلص راز داں اور راز دار۔ مصیبتوں کو نصف اور مسرتوں کو دوبالا کرنے والی۔ بیماریاں اس سے دور رہتی ہیں، اتنا ہی دور جتنا سورج

(۲) میں تمہیں بہت چاہتا ہوں۔۔۔چلو آج پکنک منائیں۔

(۳) رقم حاضر ہے۔

(۴) ابھی تو تم جوان ہو۔

(۵) آج کا کھانا کتنا لذیذ ہے۔

(۶) تم صحیح ہو۔

وہ بیوی نہیں ملتی جو کہے:

(۱) آج تم نے کتنی عالی شان تقریر کی۔

(۲) کہیں چوٹ تو نہیں آئی۔۔۔نصیبِ دشمناں۔

(۳) وہ سودا جو کل تم نے کیا تھا بہت نفع دے جائے گا۔

(۴) میں بھولتی ہوں۔

(۵) تمہاری اصلاح کا شکریہ۔

(۶) میرے والد کو تم پر کتنا ناز ہے۔

اچھا! خدا حافظ!

اور سائبریا۔ شفائیں اس سے نزدیک رہتی ہیں۔۔ اتنا ہی نزدیک جتنا عورت اور خوش لباسی۔اس کے سامنے زرو جواہر تخت وتاج سپاہ وخدم کیا ہیں کہ وہ ان سے کھیلتی ہے۔تاریخ کے صفحات پر وہ کونسا مرد ہے جس کے بنانے میں اس کی عورت کا ہاتھ نہیں!

بیوی کی قیمت کا اندازہ اس سے کیا جا سکتا ہے کہ جنت کی ساری نعمتیں حضرت آدمؑ کے لئے بے کیف تھیں، انہیں کیف آور اور روح پرور بنانے کے لئے، ان میں معنی اور مقصد، حرکت و برکت ڈالنے کے لئے ایک بیوی کی ضرورت آ ہی پڑی اور حضرت حواؑ کو پیدا کیا گیا۔ ہاں۔۔۔۔ بیوی کے بغیر جنت بھی تشنہ ہے۔

بیوی کی قیمت کا اندازہ اس سے کیا جا سکتا ہے کہ جب حضرت آدمؑ کو جنت چھوڑ کر دنیائے امتحان و آزمائش میں آنا پڑا تو بیوی نے ہر طرح رفاقت کی۔ وہ بھی شوہر کی ہر قسمت میں برابر کی شریک رہی۔ اور اس نے اس آفت گاہ کو بھی فردوس نظر بنا دیا۔ اس کی رفاقت میں ہر آزمائش آسان ہوئی۔ اس کی محبت میں ہر مرحلہ طے پا گیا۔

بیوی کی قیمت کا اندازہ اس سے کیا جا سکتا ہے کہ جب وہ دنیا میں آئی تو اس نے اس سنسان ویران علاقے کو بیٹوں، بیٹیوں اور ان کی چہل پہل سے بھر دیا۔ آج جو اولادِ آدمؑ میں یہ گرمی اور سرگرمی، یہ دوڑ دھوپ، یہ معاملہ بازی اور مقابلہ بازی نظر آتی ہے، آج جو یہ زمین ارمِ ارضی اور بہارِ کائنات بنی ہوئی ہے اس کی تمام تر بنیاد یہی ایک لفظ بیوی ہے۔ بدنصیب ہیں وہ شوہر جو قدرت کے اس گراں قدر عطیہ کی قدر نہیں کرتے۔

چنانچہ اے میری مایہ ناز بیٹی! تو بیوی بن گئی ہے مگر اس فریضہ مقدس کو نباہنا آسان نہیں۔ اس کے لئے ان تمام صلاحیتوں کی ضرورت ہے جو فطرت ودیعت کرتی ہے اور ان تمام صلاحیتوں کی بھی ضرورت ہے جو علم و عقل، تربیت و تجربہ ہی سے فراہم ہوتی ہیں۔

تجھے جینا ہے اس دنیا میں جہاں لوہے کو لوہا کاٹتا ہے اور انسان کو انسان۔ تیرے لئے

یہ سرزمین فرشتوں سے نہیں بسائی جائے گی۔

حالات جتنے خراب تر بن جائیں تو اتنا ہی نیک تر بن جا۔کوئی چیز ہے جو ہمالیہ سے بھی بلند ہے، کوئی چیز ہے جو بحرالکاہل سے بھی گہری ہے، کوئی چیز ہے جو سفر ماہ و مریخ سے بھی مشکل ہے۔۔۔اور وہ ہے نیکی۔

زندگی نام ہے خطرات و مہمات، تیاری اور حکمت عملی، نقشہ جنگ اور ثابت قدمی، کمال اور جمال کا۔ان سے فرار و گریز کا نام زندگی نہیں ہے۔ بہت سے لوگ ساٹھ اور ستر کے نابالغ ہی مر جاتے ہیں کہ ابھی ان کی زندگی کا کھیل شروع نہیں ہوا تھا ع

حسرت ان غنچوں پہ ہے جو بن کھلے مرجھا گئے

عورت کا بہترین پیشہ بیوی بننا ہے۔تمام دیگر پیشے اس پر قربان یا اس کے ماتحت کئے جاسکتے ہیں۔عورت کے لئے اس سے بڑھ کر کوئی دلچسپی، کوئی مشغلہ، کوئی فل ٹائم کام نہیں کہ وہ اپنے لئے ایک مرد کا انتخاب کرے۔اس کی صحبت اور رفاقت میں زندگی گذارے، اس سے محبت کرے اور کرائے۔اس کی خدمت کرے اور اس سے خدمت کرائے۔اس کے لئے اولاد فولاد تعمیر کرے، اس کی پسند ناپسند گرمی و سردی کو پہچانے اور اسے زندگی کے نشیب و فراز سے ہنستے کھیلتے اس طرح گذارے کہ جب موت کے اس پار جانا ہی ہو تو کامیاب اور کامران جائے۔

زن دو حرفی لفظ ہے، مرد سہ حرفی، شادی چہار حرفی، اولاد پانچ حرفی۔قدرت تجھے ترقی کے راستہ پر دیکھنا چاہتی ہے۔

مرد کا دل عورت کی مٹھی میں:

عزیز بیٹی! یاد رکھ مرد خواہ کچھ کہے۔۔اور ممکن ہے کہ اپنی دانست میں غیر شعوری طور پر وہ بالکل صحیح کہہ رہا ہو، اس کی زندگی کا اک اک عمل، اک اک اشارہ، اک اک رفتار و گفتار کا

محور و مقصد ایک اور صرف ایک ہے۔۔ کسی عورت سے یا چند عورتوں سے تعریف حاصل کرنا، جو کہہ رہا ہے یا کر رہا ہے یا نہیں کر رہا ہے وہ سرتا پا نمائش ہے اور یہی زنانہ تعریف اس کی غذا ہے، پٹرول ہے، بجلی ہے۔ مرد کو مردوں کے سامنے رکھ دو، وہ ایک خاص قسم کی حرکتیں کرے گا۔۔ اور جب حاضرین میں وہ عورت شامل ہو جس کے سامنے وہ ہیرو کا کردار ادا کرنا چاہتا ہے، جس پر اپنی عظمت کا سکہ بٹھانا چاہتا ہے، جس سے خصوصی تعریف حاصل کرنا چاہتا ہے تو اس کی کارکردگی کتنی ترقی کر جاتی ہے۔ بہت سے کھلاڑی ہارا ہوا مقابلہ جیت جاتے ہیں اگر تماش بینوں میں بلکہ تالی بجانے والوں میں ان کی بیوی یا محبوبہ موجود ہو۔ بہت سے ناکام ایکٹر کامیاب ایکٹنگ دکھاتے ہیں اگر تھیٹر ہال میں ان کی نظر اپنی ماں، بہن یا بیوی پر پڑ جائے۔ سارے باکسنگ چمپئن رنگ میں اس وقت داخل ہوتے ہیں جب ان کی بیوی آگے کی سیٹ پر نظر آ رہی ہو۔

تاریخِ جرائم گواہ ہے کہ پھانسی کے تختے پر چڑھتے ہوئے بہت سے مجرموں نے یہ آخری تمنا ظاہر کی کہ ان کی بیوی سامنے حاضر رہے۔

اور جب تیرے اس باپ نے لکھنا شروع کیا تھا تو پہلی مخاطب ایک عورت تھی۔ اس کے لئے اپنے خطوط کو دلچسپ بنانے کے لئے ہم نے اپنی خوشخطی اور اپنی قوتِ تحریر کو زیادہ سے زیادہ ترقی دی اور جب ہم نے تبلیغِ اسلام کا کام شروع کیا تو تحریک ایک عورت ہی نے کی تھی اور آج بھی ہماری ہمت افزائی کو ایک بہن موجود ہے، الحمدللہ!

سوچ لے۔۔۔ پھر کیا طاقت ہے اس بیوی میں جو محبوبہ بھی ہو!

افسوس کہ ہماری ماؤں، بہنوں، بیویوں اور بیٹیوں نے تعریف کرنے اور دل بڑھانے کا فن گم کر دیا ہے۔ یاد رکھ! یہ ایک فن ہے، کچے ہاتھوں میں اس کا اثر زائل ہو جائے گا بلکہ الٹا اثر کرے گا۔

اس سلسلہ میں ہم حسنِ عادت اور سیرت پر چند خیالات پیش کرتے ہیں۔

حُسن:

ہم اس حُسن کے قائل نہیں ہیں جس کی تصویر اردو اور فارسی کے شاعروں نے کھینچی ہے۔اگر چہ یہ بھی بہت بڑی قیمت رکھتا ہے۔ یہ اس کی دین ہے۔ جسے پروردگار دے۔

حُسن نام ہے اس موجودگی کا جو شکست خوردگی کا احساس کافور کردے، جو فکر وغم کو بھلا دے، جو غصہ کو پیار سے بدل دے، جو ناکامی کو امید کا مژدہ سنائے، جو تاریخ ساز شخصیت بنے اور بنائے۔

حُسن نام ہے اس اسلحہ کا جس کے سامنے تمام اسلحہ جات بیکار ہیں۔ جس کے سامنے نہ زروجواہر کی کوئی قیمت ہے نہ نسل ونسب کی کوئی عزت ہے نہ حکم واقتدار کی کوئی طاقت۔

حُسن نام ہے اس چہرے کا جس کے پیچھے ایک پرسکون دماغ اور ایک پر محبت دل ہے۔

حُسن نام ہے خاموش مسلسل آواز کا۔۔۔ آؤ میں یہاں ہوں۔ حُسن عورت کی طاقت ہے جس طرح طاقت مرد کا حُسن ہے۔

حُسن کا جنسی ہونا ضروری نہیں۔ یہ نام ہے اس برقی مقناطیس کا جو دلوں میں ارادے اور ارادوں میں عمل پیدا کرتا ہے۔۔۔ خواہ صورت کے ذریعہ ہو، سیرت کے ذریعہ ہو، محبت، خلوص اور خدمت کے ذریعہ ہو۔ ہمدردی اور ہمت افزائی کے الفاظ کے ذریعہ ہو، علم وعقل، شجاعت وقربانی کے ذریعہ ہو، تمیز وتہذیب، اخلاق وکردار کے ذریعہ ہو، ہر شخص حسین ہو سکتا ہے۔ یہ کسی کی اجارہ داری نہیں ہے۔

حُسن ۔۔ بلکہ زنانہ حُسن ۔۔ اندھا اور بہرہ بھی ہو سکتا ہے۔ کالا اور موٹا بھی ہو سکتا ہے۔ بڈھا اور مریض بھی ہو سکتا ہے۔ مصیبت زدہ، آفت زدہ اور فلاکت زدہ بھی ہو سکتا

ہے۔ مگر ساری بدصورتی اور شکستہ حالی کے باوجود اس میں کہیں کوئی زبردست کشش ہے۔ کوئی خصوصیت ہے، کوئی اعجاز و انداز ہے کوئی شے لطیف ہے جو آنکھوں اور کانوں کو مسحور کرلیتی ہے، جو دماغوں کو معطر اور منور کرتی ہے جو دلوں کو ایمان اور الہام بخشتی ہے۔

بہرحال حُسن نام ہے اس صحبت کا جس میں جی لگے، جس کا بھولنا آسان نہ ہو، جو اپنی شخصیت دوسروں میں پیوند ہی نہیں بلکہ پیوست کردے۔

ظاہر ہے کہ یہ سب کچھ علم، عقل، تربیت اور تجربہ سے حاصل کیا جاسکتا ہے۔

عادات وخصائل:

میری بیٹی! ہر فرد اور ہر سوسائٹی کی بقا چند عادات وخصائل پر قائم ہے۔ عادت یعنی فطرت ثانیہ (سیکنڈ نیچر) کا تعلق لاشعور سے ہے۔ اسے کام میں لانے کے لئے سوچ سمجھ غور وفکر کی ضرورت نہیں۔ یہ مشینری خودکار ہے جو چند حالات کے تحت چند حرکات خود بخود پیدا کرے گی۔ لاشعور بھی قدرت کی ایک عظیم نعمت ہے۔ اس کا مقصد ہے کہ دماغ کے شعوری حصہ پر بوجھ زیادہ نہ ہو۔ وہ جب ایک پالیسی اور پروگرام پر پہنچ جائے تو اسے لاشعور کے سپرد کردے، جو خود بخود اسے انجام دیتا رہے گا اور شعور آزاد ہوجائے مزید غور وفکر و فیصلہ کے لئے۔

کتنا اچھا ہو کہ تو لاشعور کو اپنا جگری دوست بنالے۔ وہ تیری اعلیٰ سے اعلیٰ عادت خود بخود بلا اجرت انجام دیتا رہے گا۔ اپنے شعور سے کہہ کہ وہ اچھی سے اچھی عادتوں کا انتخاب کرتا رہے اور اسے لاشعور کے ڈپارٹمنٹ کو بھیجتا رہے۔ خبردار! اسے کوئی بری عادت نہ بھیج ورنہ وہ اسے بھی چالو کردے گا۔ کیونکہ وہ خود آنکھیں نہیں رکھتا جو اچھے اور برے میں تمیز کرسکے۔ اگر تو نے بری عادتیں بھیجیں تو وہ تجھے شوہر اور دوسروں کی نگاہوں میں ذلیل کرتا رہے گا اور تجھے خبر نہ ہوگی۔

کسی نیک ارادے کو شعور سے لاشعور میں بھیجنے کے لئے چند تدبیریں ضروری ہیں۔

(۱) ابتدائی کوشش بہت محنت اور ثابت قدمی مانگتی ہے۔ اپنے نیک ارادے کو بار بار مسلسل عمل میں لانا پڑتا ہے اور ہر بار ایک تازہ جولانی اور ایک جوانی کے ساتھ۔ اس میں غفلت اور قصور کی کوئی معافی نہیں، یہ ابتدائی چند ہفتے اور مہینے ہی تو ہیں جن میں تیرے عزم کی حیات ورنہ وفات ہے۔

(۲) ایک ہی کام کو مسلسل کرتے چلے جانا ایک تربیت ہے۔ ایک دن بھی ناغہ کرنے سے، آج کا کام کل پر ٹالنے سے یہ تربیت کمزور پڑ جائے گی۔ مضبوط تربیت ایک گارنٹی ہے کہ کام ہمیشہ صحیح نکلے گا اور بروقت۔

(۳) ابتدا ہی میں کامیابی حاصل کر لینی چاہئے۔ ایک کامیابی دوسری کامیابی کا راستہ کھولتی ہے۔

(۴) خیال رکھ کسی نئی عادت کو ڈالنا یا کسی بری عادت کو چھوڑنا اتنا بارِ گراں نہ ہو کہ ابتدائی کامیابی ہی رک جائے۔ قدم آہستہ آہستہ آگے اٹھا۔ اپنی طاقت سے بڑھ کر ہائی جمپ ہڈی پسلی توڑ سکتی ہے۔

(۵) پہلے ایک نئی اچھی عادت ڈال یا بری عادت چھوڑ۔ جب یہ فطرتِ ثانیہ بن جائے پھر دوسری کی طرف توجہ کر۔

(۶) جب ایک عادت فطرتِ ثانیہ بن جائے تو ہر روز اسے بہتر سے بہتر طور پر انجام دینے کی کوشش کر۔ یہاں تک کہ بغیر دماغی محنت، بغیر غور و فکر و فیصلہ، بغیر کوشش و کاوش وہ کام خود بخود اعلیٰ سے اعلیٰ طور پر انجام پانے لگ جائے۔ ہر روز اپنے طریقہ و سلیقہ کو اعلیٰ سے اعلیٰ کر۔ بولنا، سوچنا، چلنا، دوسروں کے ساتھ تمیز و تہذیب برتنا، ایمان اور اخلاق سے پیش آنا۔

اسلام نے صلوٰۃ، صوم وغیرہ کی ٹریننگ بار بار مسلسل اسی لیے رکھی ہے کہ جسمانی و

روحانی نیک عادتیں لاشعوری طور پر بن جائیں اور تیری وہ شخصیت تعمیر ہو جائے جو دوسری شخصیتوں کی تعمیر کر سکے۔

یاد رکھ جہنم میں بہت سے لوگ نیک ارادے والے ہوں گے جن کا قصور صرف یہ تھا کہ انہوں نے ان نیک ارادوں کو عملی جامہ نہیں پہنایا۔ جنہوں نے اپنی قوتِ ارادی کو قوت عملی کی غذا نہیں پہنچائی۔ جو ارادوں کے مضبوط مگر عمل کے کمزور تھے۔ شاید ایسے ہی لوگوں سے یہ دنیا بھی جہنم بن رہی ہے۔

یقیں محکم، عمل پیہم، محبت فاتحِ عالم
جہادِ زندگانی میں ہیں یہ عورت کی شمشیریں

یہاں پر یہ کہنا ضروری ہے کہ بناوٹ اور نمائش سے ہر قیمت پر پرہیز کرنا چاہئے۔ ہر دل عزیزی کی جان ہے سادگی۔ بے اختیار سادگی بے تکلف سادگی۔۔ بال میں، لباس میں، وضع و تراش میں، نشست و برخاست میں، کھانے پینے میں، گفتار و کردار میں۔

ہر چھوٹے سے چھوٹا کام کرنے کے لئے تیرے پاس وہ فاضل ہمت ہو، وہ فاضل وقت ہو، وہ فاضل جذبہ ہو جو خود غرضوں کے پاس نہیں ہوتا۔ اور کتنے کام دیکھنے میں چھوٹے ہوتے ہیں لیکن ان کی اہمیت بڑی ہوتی ہے۔ یاد رکھ بعض چھوٹی چھوٹی خرابیاں بڑی خوبیوں کو چھپا لیتی ہیں اور بعض چھوٹی چھوٹی خوبیاں بڑی بڑی خرابیوں کو۔

سیرت:

انسان کے پاس اپنی اور دوسروں کی سیرت بنانے سے بڑھ کر کوئی صنعت نہیں۔ نسوانی سیرت اور بھی اہم ہے۔ ایک بے سیرت عورت کے معنی ہیں اسقاط، سوسائٹی میں بے عزتی اور رسوائی، اولاد کشی، خودکشی، بے باپ اولاد، بے تربیت اور بے آسرا اولاد اور اس کی احساس کمتری، معاشرہ اور معاشرے کی تباہی و بربادی۔

عورت سے شریف عورت وہ ہے جس کی سیرت پر اس کے شوہر کو اعتمادِ کامل ہو۔ تمام خاندان، محلّہ، شہر اور سوسائٹی کو اعتماد کامل ہو۔ حور و فرشتے تک رشک کریں۔ مالک و مولا ناز کرے۔

عورت کے لئے اگر سیرت ہے تو سب کچھ ہے سیرت نہیں تو کچھ بھی نہیں۔ چند خوبیاں سیرت نہیں کہلاتیں، سیرت نام ہے جنسی معصومیت کا۔ تو حلال ہے صرف اپنے شوہر کے لئے۔ خبردار خبردار! کسی اور کے لئے نہیں۔ نکاح کیا ہے؟ ایک مخصوص عورت کا ایک مخصوص مرد کی زوجیت میں تمام وکمال آ جانا۔ اس زوجیت کی قیمت مرد کو نقد اور ادھار ادا کرنی پڑتی ہے۔ جس عورت نے اپنی سیرت پر داغ آنے دیا اس نے امانت میں خیانت کی۔ اس لئے اپنی قیمت کا حق کھو دیا۔ عورت کی فطرت ہے کہ وہ مرد کو خالص اور سرتاپا اپنا سمجھنا چاہتی ہے۔ مرد کی بھی فطرت ہے کہ وہ اپنی عورت کو خالص اور سرتاپا اپنی سمجھنا چاہتا ہے۔ کوئی ملاوٹ کوئی شرکت، کوئی دھوکا کسی کو گوارا نہیں۔ مرد کی بے راہ روی (بشرطیکہ مستقل نہ ہو) گھر پر اتنا زلزلہ انداز نہیں ہوتی جتنا عورت کی بے راہ روی، خواہ ایک ہی بار۔ عورت کی ایک غلطی آنے والی اولادوں ۔۔ بلکہ تمام اولادوں ۔۔ کی ولدیت کو مشکوک بنا دیتی ہے۔ اور شک خصوصاً اس قسم کا شک دیمک سے زیادہ چاٹ جانے والا ہے۔ اپنی زندگی تباہ، اولاد کی زندگی تباہ، گھر تباہ۔ اسی لئے کہا گیا ہے مرد کا مستقبل، عورت کا ماضی، بچے کا حال۔

عصمت و عفت سے محروم عورت ہزار حسین اور خوش رنگ سہی اتنا ہی ارزاں ہے جتنا بدبودار مچھلی، اتنا ہی محتاج اور مجبور ہے جتنا مریض آپریشن ٹیبل پر۔ سوسائٹی کے لئے اتنا ہی ناموزوں ہے جتنا پارلیمانی دور میں ہٹلر۔ وہ اس شاندار بنگلے کی طرح ہے جس میں آگ لگ گئی ہو، اس شیرنی کی طرح ہے جس کے پنجے کٹ گئے ہوں، اس کے عیوب محکمۂ شماریات کے ماہرین گننے سے قاصر ہیں۔

بیٹی! خواہ کچھ رہے یا نہ رہے لیکن تیری سیرت ضرور رہے۔ دنیا کی تمام آفتیں سیرت والی کے سامنے ٹھہر نہیں سکتیں۔ اس سے تو شوہر کا اور گھر یا سسرال کے تمام افراد کا اعتماد حاصل کر۔ کسی ایسی عورت سے دوستی نہ کر جو مشکوک اور بدنام ہو کہ تجھے بھی مشکوک اور بدنام کردے گی۔ برے لوگوں سے کوئی واسطہ نہ رکھ۔ ان کے تحائف قبول نہ کر، ان سے قرض نہ لے۔ ان کے خطوط کا جواب نہ دے۔ بری محفلوں میں نہ جا۔ ان لوگوں سے ہرگز کوئی میل ملاقات نہ رکھ جو تیرے شوہر، خسر یا خوش دامن وغیرہ کی نگاہ میں برے ہیں یا جن سے ملنا جلنا انہیں پسند نہیں۔ ناچ رنگ اور گندے تماشے سے دور رہ۔ آج کل جو سستی کتابیں بکتی ہیں ان میں زیادہ تر بری ہوتی ہیں۔ جنسی جذبات کو گندا اور پراگندہ کرتی ہیں۔ گانے، ڈرامے ناول، جاسوسی کہانیاں اور عموماً مغربی میگزین اور رسالوں سے پرہیز کرنا چاہئے کہ ان میں تپ دق سے زیادہ ہلاکت آفریں جراثیم چھپے ہوئے ہوتے ہیں جو نوعمر اور کچی آنکھوں کو نظر نہیں آتے۔ سینماؤں اور ٹیلی ویژن پر جو چیزیں آج کل عموماً دکھائی جاتی ہیں دوسروں کو خراب کرنے والی ہیں۔ حالانکہ ان کا صحیح استعمال موثر ترین حربہ ثابت ہوسکتا ہے، سیرتوں کے بنانے اور سنوارنے میں۔

اگر دبلی ہونے کا شوق ہے تو دوسروں کا وزن اٹھا، تیرا وزن کم ہو جائے گا۔ اگر دبلی ہونے کا شوق ہے تو حیا کر کہ حیا میں جسم سکڑتا ہے۔ بے حیائی میں پھیلتا ہے۔ حیا بہت سے مسائل کا دروازہ بند کرتی ہے، بے حیائی بہت سے مسائل کا دروازہ کھولتی ہے۔ اس ماں بہن بیوی بیٹی یا کسی عورت کی کیا عزت ہوسکتی ہے جسے ہمیشہ جنس ہی کے پیمانے سے تولا جائے۔ اس لئے بیٹی! خواہ ڈاکٹر بن یا جج، یا پروفیسر بن یا پائلٹ بن سب سے پہلے اسلامی سیرت بن۔ اسلامی مزاج بن۔ اسلامی فکر و نظر بن۔ اور حیا نصف بلکہ اول نصف اسلام ہے۔

دعا گو: تیرا باپ

چھٹا خط

ازدواجی محبت

اے نوبہارِ ناز! خدا کرے ہر نیا چاند تجھے ترقی کی نئی منزل پر دیکھے۔آمین! ہم نے غور سے ان سوالات کو پڑھا جو تو نے دریافت کئے ہیں چنانچہ اس خط میں ہم باپ بیٹی محبت کے فن پر بحث کریں گے۔ یہ آرٹ بھی ہے اور سائنس بھی، اس میں ذاتی پسند و ناپسند کا بھی دخل ہے، مگر اس کے کچھ اصول بھی مقرر ہیں۔

محبت کیا نہیں ہے:

محبت ہرگز وہ نہیں ہے جو ہمارے شاعروں اور افسانہ نگاروں نے پیش کی ہے۔محبت ہرگز وہ نہیں ہے جو ہم آج کل اسکرین اور ٹی وی پر دیکھتے ہیں یا ریڈیو پر سنتے ہیں، محبت ہرگز وہ نہیں ہے جسے ہم رومان یا عشق یا جنون کہتے ہیں جس کے جراثیم پہلی نظر میں ٹی بی کے جراثیم کی طرح لگ جاتے ہیں اور پھر چھڑائے نہیں چھوٹتے۔محبت نوجوانوں کی اجارہ داری نہیں ہے۔ یہ نہ مشرق کی ایجاد ہے نہ مغرب کا اسپورٹس۔اور اس کا تعلق نہ شراب سے ہے نہ جنسی آوارگی سے ہے نہ نائٹ کلب سے ہے۔

محبت کے لئے فریقین کا حسین ہونا یا تندرست ہونا یا امیر ہونا ضروری نہیں البتہ عقل مند ہونا لازمی ہے کیونکہ عقل اس کی مستقل غذا ہے۔محبت لنگڑی ہو سکتی ہے لیکن اندھی نہیں۔اس کے پاس بصارت بھی ہوتی ہے اور بصیرت بھی، یعنی اس کی ظاہری اور باطنی دونوں آنکھیں روشن ہوتی ہیں۔ازدواجی محبت کا سفر جسمانیات سے شروع ہوتا ہے لیکن

روحانیات پر ختم ہوتا ہے۔ یہ عارضی نہیں ہوتی بلکہ مستقل اور قائم ودائم ہوتی ہے کیونکہ یہ عشرت نہیں ضرورت اور عین ضرورت ہے، اس کا عکس ایک فرد یا ایک خاندان پر ہی نہیں پڑتا بلکہ تمام عالم پر پڑتا ہے۔

اور جو کچھ ہم کہہ رہے ہیں وہ پہیلی نہیں ہے۔ بہرکیف ذرا وضاحت ضروری ہے۔ تو نے دیکھا؟ محبت کی کتنی کشتیاں صبح وشام طوفانِ حوادث سے شکستہ ہوجاتی ہیں۔ محبت جتنی اچانک شروع ہوجاتی ہے اور جتنی زیادہ توقعات کے ساتھ، اتنا ہی زیادہ اسے ناکامی ہوتی ہے۔ ہمارے شعراء کے کلام ناکام محبت سے بھرے پڑے ہیں جس میں تمام تر قصوروار بیچاری محبوبہ کو گردانا گیا ہے۔ وہی ظالم ہے، وہی کافر ہے وہی قاتل ہے۔ شاعر نے اپنی حماقت اور جہالت کو پہچاننے پر ذرا محنت نہیں کی۔ بہرکیف ناکام محبت کی بڑی وجہ یہ ہے کہ لوگ محبت کو جذبہ سمجھتے ہیں کام نہیں سمجھتے، جوش سمجھتے ہیں فن نہیں۔ ڈاکٹری یا انجینئرنگ کی طرح اس میں پانچ سال کا وقت کھپانے، تربیت پانے اور بہتر سے بہتر انجام دینے کی چیز نہیں سمجھتے۔ جس طرح ہر احمق اپنے آپ کو عاقلِ دوراں سمجھنے پر ادھار کھائے بیٹھا ہے حالانکہ اس نے کبھی یہ جاننے کی کوشش نہیں کی کہ عقل کیا ہے؟ اس کی پہچان کیا ہے؟ اس کے فوائد کیا ہیں؟ اسی طرح ہر بوالہوس حُسن پرست نے شعراء اور اہلِ نظر کے پیشہ کی آبرو خاک میں ملادی۔ اب ہر آوارہ مزاج ایک آدھ ناول پڑھ کر، ایک آدھ فلمی گانا سن کر دل پھینک جگر پھونک عاشق بن رہا ہے اور محبت ایک عام وبا ہوکر رہ گئی ہے۔

محبت کا فائدہ:

اس لئے اے لختِ جگرم! اس غلط فہمی میں نہ رہ کہ تیرا شوہر تجھ سے محبت کرتا ہے یا تو اس سے محبت کرتی ہے۔ ممکن ہے ع چڑھی ہے یہ آندھی اتر جائے گی۔ آج ذرا جائزہ لے لے۔

محبت کا فائدہ کیا ہے؟

انسان کے لئے سب سے بڑی سزا ہے تنہائی، بلکہ احساس تنہائی۔ اس سزا کی سنگینی ان مجرموں سے پوچھ جو قیدِ تنہائی میں رکھے جاتے ہیں۔ جہاں انہیں اس کا موقع نہیں ملتا کہ کسی دوسرے انسان کو دیکھ سکیں، ان کی بات سن سکیں یا اپنی سنا سکیں۔ تو جانتی ہے کہ جب جذبات مچلتے ہیں تو سننے سنانے ہی سے سکون ملتا ہے، لیکن وہاں اس کا موقع کہاں؟ اس قیدِ خلوت میں انسان کا ذہنی توازن بگڑ جاتا ہے، اس کی صلاحیتیں ختم ہو جاتی ہیں، وہ پاگل پنے کی حد کو پہنچ سکتا ہے۔ جو ایشیائی لوگ یورپ یا امریکہ جاتے ہیں وہ زیادہ تر اسی احساسِ تنہائی کا رونا روتے ہیں کہ وہاں کوئی شخص ملنے اور بات کرنے کو تیار نہیں۔

احساس تنہائی کے بہت سے دیگر عوامل بھی ہیں مثلاً کوئی افریقی اگر چین چلا جائے تو وہاں کی زبان نہ جاننے کی بدولت وہ چہل پہل کے باوجود خود کو اکیلا اور اداس محسوس کرے گا۔

محبت اس احساس تنہائی کو ختم کرتی ہے۔ یہاں دو دل ایک ساتھ دھڑکتے ہیں۔ ایک دوسرے کی سنتے ہیں اور سناتے ہیں، ایک دوسرے کے ساتھ کھاتے پیتے ہیں اور سیر و تفریح کرتے ہیں۔ محبت اس ذہنی توازن، اِس ذہنی سکون اور فراغت کو نہ صرف برقرار رکھتی ہے بلکہ ترقی دیتی ہے، انسان کی اندرونی صفات کو باہر نکالتی ہے اور انہیں چمکا دیتی ہے۔ ایک فریق کی کمی اور خامی کو دوسرا فریق پورا کرتا ہے۔

لیکن محبت اسی وقت اچھا نتیجہ ظاہر کرسکتی ہے جب اس کی بنیاد مضبوط ہو۔ جب دو دل سیسہ پلائی دیوار بن جائیں، جب من تو شدم اور تو من شدی کا مقام آجائے۔ یہ بات کاروباری محبت، خود غرض یا نفس پرست محبت میں نہیں پیدا ہوسکتی کیونکہ جب کسی فریق کی ضرورت پوری ہو جائے گی تو محبت کی ضرورت بھی ختم ہو جائے گی۔

محبت کی تعریف یہ ہے کہ ضرورت اور سخت ضرورت پوری ہوتی رہے پھر پیدا ہوتی رہے، پھر پوری ہوتی رہے، پھر پیدا ہوتی رہےاور یہ سلسلہ نا قابل ختم ہو۔

دیگر تعلقات، ملاقات، صاحب سلامت، یاری دوستی، مہمانی، ضیافت بلکہ خون کے رشتہ تک کو وہ مقام حاصل نہیں جو محبت کو حاصل ہے۔ دوستی اور رشتہ داری محبت کے لئے زینہ بن سکتی ہے لیکن محبت کا نعم البدل نہیں بن سکتی۔ وہ محبت کے لئے موقع فراہم کرسکتی ہے، زمین ہموار کرسکتی ہے لیکن اس کی جگہ نہیں لے سکتی۔

ماں کی محبت مشہور ہے لیکن بچے کی محبت مشہور نہیں۔ اس کی وجہ؟ ابتدائی چند سالوں کے بعد بچے کے لئے ماں کی ضرورت کم ہوتی جاتی ہے۔ اس سے یہ بات ثابت ہوئی کہ محبت کے لئے رفعِ ضرورت لازمی ہے۔ محبت نام ہے ایک دوسرے کی ضرورت کو پورا کرنے کا۔ اگر ضرورت شدید ہوگی تو محبت بھی شدید ہوگی۔ اگر ضرورت پائیدار ہوگی تو محبت بھی پائیدار ہوگی محبت بلا رفعِ ضرورت ناممکن۔

ہاں ضرورت مادی بھی ہوسکتی ہے اور روحانی بھی بلکہ دونوں اور اس میں کون سا جزو کتنا ہوگا اور کیسا ہوگا، اس کا فیصلہ ہر جوڑا الگ الگ کرے گا۔

ازدواجی محبت:

ازدواجی محبت سب سے الگ قسم کی محبت ہے۔ ہر دوسری جگہ جنسیات شجرِ ممنوعہ ہے لیکن یہاں اس کی اہمیت لازمی اور بنیادی ہے اور اسی ضرورت پر ازدواجی محبت کا سارا ڈھانچہ کھڑا ہے۔ کسی اور محبت میں یہ ضروری نہیں کہ ایک فریق کا نقصان دوسرے فریق کا بھی نقصان ہو اور وہ بھی یکساں۔ اور ایک فریق کا فائدہ دوسرے فریق کا بھی فائدہ ہو اور وہ بھی یکساں۔ لیکن ازدواجی محبت اس کے بغیر ایک قدم بھی نہیں چل سکتی۔ ہر محبت میں یہ ضروری نہیں کہ دونوں فریقوں کی منزلِ مقصود ایک ہو، ایک کی پالیسی اور پروگرام دوسرے کی

پالیسی اور پروگرام سے مختلف ہوسکتا ہے اتنا ہی مختلف ہوسکتا ہے جتنا خرگوش اور فیملی پلاننگ۔ لیکن ازدواجی محبت میں سائیکل کے دونوں پہیوں کوایک ہی منزلِ مقصود کی طرف جانا ہی ہوگا۔

یہ غلط فہمی نہ ہو کہ محض رشتۂ ازدواج میں جکڑ دیئے جانے سے میاں بیوی میں لازماً محبت ہو جائے گی۔ خواہ وہ نسلی، نسبتی، ثقافتی، تعلیمی اور عمری لحاظ سے قریب ہوں۔ سوال یہ ہے کہ کیا وہ ذہنی لحاظ سے بھی قریب تر ہیں یا قریب تر ہو سکتے ہیں؟ کیونکہ محبت کے لئے ذہنی فاصلہ زہرِ قاتل ہے۔ یہ ذہنی فاصلہ کس طرح دور کیا جا سکتا ہے؟ اس کا جواب ایک ہی ہے۔ میاں بیوی کی نہ صرف منزلِ مقصود ایک ہی ہو بلکہ وہاں پہنچنے کا راستہ بھی ایک ہی ہو۔

اور ضروری ہے کہ یہ منزلِ مقصود نہ صرف مادی ہو بلکہ روحانی بھی ہو۔ مغربی ممالک میں جو عظیم غلطی ہو رہی ہے وہ یہی ہے کہ مشترکہ مقصدِ حیات جنسی، مالی، مادی اور اقتداری ہے۔ وہاں کے مذاہب روحانیت فراہم نہیں کر سکتے۔ چنانچہ محبت میں روحانیت نہیں ہوتی اور روحانی رشتہ (اللہ کی رسی) کے بغیر محبت تاش کا گھروندا ہے۔ ذرا ذرا سی بات پر طلاق ہو جاتی ہے۔ اگر مقصد حیات صرف مادی ہوگا تو کیا ضروری ہے کہ فریقین آپس میں سچ بولیں یا ایمانداری برتیں یا خلوص، خدمت، ایثار و قربانی سے کام لیں۔ یہ تو وہ چوروں کی ملی بھگت ہوئی کہ دنیا کا مال چوری کرنے میں اشتراک کرتے ہیں لیکن جب مال بانٹنے کا وقت آتا ہے تو دونوں میں لڑائی ہو جاتی ہے۔ لیگ آف نیشنز اسی میں ختم ہوئی اور یونائٹڈ نیشنز اسی میں ختم ہوگی کہ وہاں کوئی روحانی قدر نہیں۔

محبت کیا ہے:

محبت تعاون کا نام ہے۔۔ مستقل اور زبردست امدادِ باہمی کا۔ اور اسی تعاون کی راہ میں صداقت اور ایمانداری بھی آتی ہے اور خدمت و قربانی بھی۔ محبت سفر کا نام ہے، ایک

خاص مقرر سمت کی طرف۔ سڑک پر چلنے والی سائیکل کا توازن اسی وقت قائم رہ سکتا ہے جب نہ صرف وہ چل رہی ہو بلکہ اس کی منزلِ مقصود متعین ہو کہ دو قالب ایک جان رہیں۔ جن کے پاؤں الگ الگ منزلوں کو نہیں جا سکتے وہ ایک ساتھ قدم ملا کر چلنے پر مجبور ہیں۔ یہی اشتراکِ خیال اور اشتراکِ عمل محبت ہے۔

محبت نہ بزنس پارٹنر شپ ہے نہ لیگل پارٹنر شپ ہے نہ ورکنگ پارٹنر شپ۔ یہ مالی معاملات کا تسویہ نہیں ہے۔ یہ بیداری کا خواب یا شاعری کی دنیا نہیں ہے۔ یہ ٹی وی کا فرضی افسانہ نہیں ہے۔ اس کا گھر نہ بیڈروم ہے نہ ڈرائنگ روم بلکہ ساری دنیا ہے۔ محبت ایک ہی مال بیچتی ہے، ایک ہی خریدار کے ہاتھ۔ ہر شب و روز لیکن ہر بار ایک نئے پیکٹ میں، ایک نئے رنگ میں۔ اس کی پلاننگ اور ڈیزائننگ کے لئے بڑی فنی مہارت کی ضرورت ہے۔ یہ موٹر کار ہے جو مختلف گیئر میں چل سکتی ہے مگر ہر کس و ناکس ڈرائیونگ نہیں جانتا۔

محبت کرنا اور کرانا ایک جذباتی ہیجانی، ہنگامی اور طوفانی مشغلہ نہیں ہے۔ یہ مستقل فریضہ ہے۔ اس میں آف ڈیوٹی، ہفتہ واری چھٹی، ہڑتال کا حق، پنشن یا ریٹائرمنٹ نہیں۔ یہ ایک سنگین وعدہ، ایک مقدس معاہدہ ہے جس پر آخری سانس تک تن من دھن سے عمل کرنا ہے۔ یہ ایک فیصلہ ہے، زندگی کا اہم ترین فیصلہ۔

بوالہوس کہتا ہے، ''مجھے تمہارے جسم کی ضرورت ہے اس لئے محبت کرتا ہوں۔'' عاشق صادق کہتا ہے، ''مجھے تمہاری ہر چیز کی ضرورت ہے اس لئے محبت کرتا ہوں۔''

جسم کی محبت یا مال کی محبت یا وقتی مصلحت کی محبت چند ماہ یا چند سال رہے گی پھر اس کا مرجھانا لازم ہے۔ کسی نے کہا ہے جب ضرورت پڑے تو گدھے کو باپ کہو۔ جب ضرورت نکل آئے تو باپ کو گدھا کہو۔ آج کل کے فیشن ایبل عشاق ایسے ہی ہوتے ہیں اور معصوم لڑکیاں ان کے دام تزویر میں پھنس جاتی ہیں۔ لیکن ازدواجی محبت ہم سفری کی محبت ہے جیسے

جیسے وقت گذرتا جائے گا، محبت جوان تر ہوتی جائے گی کیونکہ اس کے آگے اور پیچھے بہت سے انجن ہوں گے، مثلاً

(۱) ایک دوسرے کے مزاج، طبیعت اور ضروریات سے واقفیت۔

(۲) دس بیس یا تیس سال کی مشترکہ تاریخ، مشترکہ ماضی کی یادیں، مشترکہ مستقبل کے لئے عزائم۔

(۳) شرکت غم اور شرکت خوشی کی فطرت ثانیہ۔

(۴) اولاد اور ان کے متعلق فرائض۔

(۵) ذہنی اور عقلی پختگی۔

(۶) کامیابیاں، منزلِ مقصود کی قربت۔

(۷) مشترکہ جائیداد وغیرہ۔

جسمانی محبت:

محبت خصوصاً ازدواجی محبت ایک ضرورت ہے، عشرت نہیں۔ اگر کسی کے لئے گھر میں محبت نہیں ہے تو یقیناً اس کے لئے گھر سے باہر بھی محبت نہیں ہے۔ محبت اسی قدر ضروری ہے جس قدر عقل، جس قدر دورانِ خون، جس قدر قوتِ ہاضمہ۔ انسان کا کوئی تعلق انسان سے ہرگز کوئی قیمت نہیں رکھتا اگر اس کے پیچھے جذبہ محبت نہ ہو۔

ازدواجی محبت کی بنیاد جنسی محبت ہے۔ یہ سلسلہ اللہ تعالیٰ نے اس لئے لگائے رکھا ہے کہ ایک مرد اور ایک عورت اپنی اجنبیت کی دیوار کو توڑیں۔ ایک دوسرے سے متعارف، بے تکلف اور قریب ترین ہو جائیں تا کہ وہ ہر لڑائی، ہر اختلافِ رائے اور ہر تلخی کے باوجود باہم دگر شیر وشکر رہیں اور ایک مضبوط مربوط ٹیم بن کر مسائلِ حیات کا مقابلہ کریں۔ تا کہ انہیں اولاد ہو جن سے یہ دنیا آباد ہو، تا کہ اولاد کی پرورش و پرداخت میں دونوں کا تعاون اور انتہائی

تعاون کئے بغیر چارہ نہ رہے، اس طرح ایک میاں بیوی کی محبت سے ساری دنیا فیض اٹھاتی ہے۔

بیٹی! بات بڑی طویل ہوگئی۔ پھر بھی خدا معلوم، ہم تجھے سمجھانے کا حق ادا کر سکے یا نہیں۔ جنس ایک رحمت ہے لیکن ''محض جنس'' ایک لعنت ہے۔ شیریں جنسی تعلقات وہی ہیں جن میں ضمیر و ایمان مجروح نہ ہوں۔ جن میں نہ سوسائٹی کی نگاہوں کا خطرہ ہو نہ فرشتوں کی نگاہوں کا۔ جن میں ذہنی سکون و خوشی ہو۔ جن کے پیچھے وفائے صدق ہو۔ جن کے پیچھے ایک دوسرے کی عزت ہو اور کوئی کسی فریق کو بے کردار نہ سمجھے۔ جس میں کفایت ہو لیکن تجارت نہ ہو۔ روحانیت ہو سرتاپا جسمانیت نہ ہو۔ جب دو جسم ملیں تو دو دل بھی ملیں۔ دو دماغ بھی ملیں، دو روح بھی ملیں اور پھر بار بار ملیں، ہر بار ایک نئی شان کے ساتھ۔ ہر ایک کو یقین کامل ہو کہ فریقِ ثانی میرا اور صرف میرا ہے اور ہر دم میرے لئے حاضرِ خدمت۔ سب کو یقینِ کامل ہو کہ جب اولاد ہوگی تو باپ اپنے فرائض انجام دے گا اور ماں اپنے فرائض انجام دے گی اور وہ نئی جان سڑکوں پر بے یار و مددگار نہ پھینک دی جائے گی۔

اور یہ سب کچھ میاں بیوی کے تعلقات ہی میں ممکن ہے کہیں اور نہیں۔

مزید معلومات:

سُوا اے نورِ نظر! محبت کا مسئلہ اہم ہے۔ کچھ اور باتیں ہو جائیں۔

(۱) محبت وہ واحد سیمنٹ ہے جو دو خاکی جسموں کو جوڑتا ہے۔۔۔۔ ایک جوان دوسرا ضعیف، ایک گورا، دوسرا کالا۔

(۲) سب سے پہلے یہ فیصلہ کرو کہ تمہیں محبت سے کیا حاصل کرنا ہے، اس مقصد کے لئے کوشش کرو ورنہ حسرت کہیں تمہارا مقدر نہ ہو جائے۔

(۳) محبت جسمانی کشش سے شروع ہو سکتی ہے لیکن اگر اسے پائیدار رہنا ہے تو

دوسری کششوں کا شامل ہونا (اور بڑھ چڑھ کر شامل ہونا) ضروری ہے، مثلاً اخلاق وکردار کی کشش، ہنروفن کی کشش، ہمت وشجاعت کی کشش، دلی اور دماغی کشش، دینی اور روحانی صفات کی کشش۔

(۴) ہر مرد اور ہر عورت اس معشوق کی تلاش میں ہے جسے وہ اپنا دل ودماغ، مال اور وقت سپرد کر سکے۔

(۵) جب تک تیرا کوئی عاشق ہے تو ضعیف نہیں۔

(۶) محبت۔۔۔ جس کا ہر امروز بہتر فردا کی خوشخبری لائے۔

(۷) محبت نام ہے اس معانی کا جو ماضی کو نہیں مستقبل کو بدل دیتی ہے۔

(۸) جنسی محبت تو جانوروں کو بھی دی گئی ہے۔ روحانی محبت وہ ہے کہ کسی کی ذات سے زیادہ اس کی صفات سے محبت کرے۔

(۹) مرد تمہیں چاہتا ہے اگر وہ تمہارے متعلق اچھی رائے رکھتا ہے۔ عورت تمہیں چاہتی ہے اگر تم اس کے متعلق اچھی رائے رکھتے ہو۔

(۱۰) ایک شوہر نے کہا بیوی وہ ہے جو میرے گندے کپڑے بے عذر دھو دیا کرتی ہے، وہ ہے جو میرے بدتمیز دوستوں کی ضیافت اور دعوت کرتی ہے، وہ ہے جو میرے اس لطیفے پر قہقہہ لگاتی ہے جسے وہ گیارہ سو گیارہ مرتبہ سن چکی ہے، وہ ہے جو میرے ان قصوروں پر رحم عطا کرتی ہے جن کی سزا ہر ہائی کورٹ جج کے نزدیک چودہ سال قید سخت ہے، جو میرے بچوں کو دنیا میں لاتی ہے اور انہیں جوان کرتی ہے۔ اے بیوی! میں تیرا کتنا شکر گزار ہوں۔

(۱۱) مجھ سے محبت نہ کرو۔ عاشقوں کی کمی نہیں، اپنے آپ کو اس لائق بناؤ کہ میں تم سے محبت کروں۔ ایسا کوئی نہیں ملتا۔

(۱۲) کیا تم بحیرۂ مُردار ہو جو صرف لینا جانتی ہے دینا نہیں جانتی۔

(۱۳) محبت کرو، دنیا تم سے محبت کرے گی۔

(۱۴) محبت تعریف، وفاداری، خدمت، قربانی ۔۔۔ سب بیکار چیزیں ہیں اگر ان کے ذریعہ تم ذہنی تسلی یا مادی فائدہ نہ پہنچا سکو۔

(۱۵) محبت وہ پیٹرول ہے جس سے تمام انسانی مشینیں چلتی ہیں۔

(۱۶) محبت ۔بجلی کا پاور ہاؤس ہے اس کے لئے پوزیٹو اور نیگیٹو لہروں کا ملنا ضروری ہے۔

(۱۷) فضا میں طوفان آتے اور جاتے رہیں گے لیکن محبت کی کشتی ساحلِ مراد پر پہنچ کر رہے گی۔

(۱۸) کیا تم نے محبت دیکھی ہے؟ اس گنجی چندیا والے بڈھے کو دیکھو جو اس بیوی پر مسکرا رہا ہے جس نے تین سو تین دفعہ روٹی جلادی ہے۔ اس بھوکی بیوی کو دیکھو جو اپنے میلے کچیلے شوہر کا استقبال کر رہی ہے جبکہ تلاش معاش میں فقر و فاقہ کے تین ماہ گذر چکے ہیں۔ اس بدصورت کالے جوڑے کو دیکھو جو اپنے آپ کو نہ جانے کتنا حسین سمجھ رہا ہے۔

(۱۹) جب سائنس دان محبت کرتا ہے تو ساری سائنس بھول جاتا ہے۔

(۲۰) آخیر میں سودا کا شعر ہے۔

اے وائے برآں عاشقِ نادار کہ جس کا
معشوق ہوا درہم و دینار کا عاشق

دعائے خیر و عافیت کے ساتھ

ابوظفر زین

سا تواں خط

مشترکہ مقصد حیات

میری گلستانِ آرزو!

آج ہم اس مسئلہ کے متعلق تبادلۂ خیال کریں گے جو نکاح کو شادی خانہ آبادی بناتا ہے اور زندگی کو بہشت بریں کا خزانہ عطا کرتا ہے۔

شادی کی سب سے اہم بلکہ بنیادی غرض و غایت کیا ہے؟ چند ضروریات اور چند جذبات کی تسکین؟ کچھ خانہ داری اور کچھ عیال داری کا بندوبست؟ کچھ دنیا کی ریت اور رسم کی نقل؟

شادی سے مرد اور عورت کو نیا نیا میدانِ عمل ملتا ہے۔ روز و شب نئے نئے مسائل سامنے آتے ہیں۔ زندگی ان کو پختہ تر کرنا چاہتی ہے، مگر مفت نہیں۔ اس کی قیمت ہے۔

کنوار پن کے مقابلے میں ازدواجی زندگی میں لطف و مزہ زیادہ ہے اور خطرہ کم ہے، خوشیاں زیادہ ہیں اور غم کم ہے، ذمہ داریاں زیادہ ہیں اگرچہ آزادیاں کم ہیں۔ محبت اس کی محافظ ہے، ہمدردی اس کی معاون ہے۔ مشترکہ مقصد حیات اس کی کشش ارضی اور گردش دَوری۔ نکاح گناہ سے پہلے وجود میں آیا۔ یہ جنت کا تحفہ ہے جسے قدرت نے آدمؑ وحوا کے ذریعہ بھیجا۔ یہ ہمارے حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت ہے۔ یہ کمزوروں کی طاقت ہے۔ دوغمزدوں کی خوشی ہے۔ آگ اور پانی کا امتزاج ہے۔ شادی زندگی کو بامقصد بناتی ہے اور موت کو آسان۔ اس کا صحیح استعمال دنیا کو گلزارِ نعیم بنا دیتا ہے۔ غلط استعمال نارِ سقیم

(یعنی جہنم کی آگ)۔

بیوی کے لئے شوہر اور شوہر کے لئے بیوی عشق پیچاں ہے، حُسن فروزاں ہے۔ شریکِ حیات وہ ہے جو اپنے آپ سے زیادہ فریقِ ثانی سے محبت کرے، جو اس کی زیادہ عزت کرے، جو اس کے عیوب گھٹائے اور محاسن بڑھائے، جو اس کی ہمت افزائی کرے اور اس میں عزم و عمل کی تڑپ پیدا کردے۔

کیا تم ہمارے خیالات سے متفق ہو؟

اگر ہاں تو یہ بتاؤ کہ وہ کون سی چیز ہے جو محبت کے لئے، محنت کے لئے، عزم و عمل کے لئے، دل وجگر و دماغ و روح کے استعمال کے لئے میدان فراہم کرے۔۔۔اور اعلیٰ سے اعلیٰ؟ وہ کون سی چیز ہے جو ان خوابوں کی عملی تعبیر پیش کرے جو شادی کو خانہ آبادی بنادے، جو دو شخصیتوں کو چمکادے، جو انہیں خوشی اور طاقت، لگن اور مگن بخشے؟

کیا جانوروں میں کفالت، محبت، رفاقت اور عیال داری نہیں ہوتی؟ کیا عام انسان شادی نہیں کرتا، اور مل جل کر زندگی کے فرائض انجام نہیں دیتا؟ خواہ عوام الناس ہوں۔ وہ شادی سے بہت کم کام لیتے ہیں حالانکہ شادی اس سے بہت زیادہ، بہت اہم اور بہت اعلیٰ کام کے لئے بنائی گئی ہے۔

(۱)

زندگی میں مسائل کی قسمیں مختلف ہیں، ایک وہ مسائل ہیں جو سفر حیات کے قدم قدم پر موڑ موڑ پر پیش آتے ہیں۔ گاڑی آگے بڑھانے کے لئے ان کا حل ضروری ہے چنانچہ سب لوگ ان کا حل نکالتے ہیں اپنے اپنے ذرائع و وسائل کے مطابق، اپنی اپنی عقل و صلاحیت کے مطابق۔ اس طرح ان مسائل کا مقابلہ کرنے ہی سے ان کے دل و دماغ میں ترقی ہوتی ہے۔ مگر مختصر ترقی، ابھی بڑائی اور پختگی بہت دور ہے۔

مسائل کی دوسری قسم وہ ہے جو انسان خود آگے بڑھ کے پیدا کرے۔ طوفان میں کود جائے، لہروں کے تھپیڑے کھائے اور ڈوبے یا ابھرے۔ پہلے قسم کے مسائل خود بخود بن بلائے مہمان کی طرح آجاتے ہیں۔ انہیں کسی نہ کسی طرح ٹالنا پڑتا ہی ہے لیکن دوسرے قسم کے مسائل وہ ہیں جنہیں دعوتی رقعہ بھیج کر اور ٹیلیفون کر کے بلایا گیا ہے۔ اب ان کی ضیافت اور مدارت میں میزبان کو جو دلچسپی ہوگی ان کا کیا کہنا۔

نازلی بیٹی! گرہ باندھ لے اور قلب میں تراز و کر لے کہ جو مسئلہ جتنا بڑا ہوگا اور اس کا مقابلہ جس ہمت، جوانمری، علم و عقل، تدبیر و تنظیم سے کیا جائے گا، اسی قدر تیری شخصیت ترقی کرے گی۔۔۔ کامیابی اور ناکامی کارسازِ حقیقی کے ہاتھ ہے۔ جنت اور جہنم کا فیصلہ اس پر ہوگا کہ کون کس لائق ہے؟ کس نے اپنی شخصیت کو کیسی ترقی دی؟ اس پر نہیں ہوگا کہ کس نے دنیا میں کیا کھویا، کیا پایا۔

صرف وہ ہی بڑا نہیں ہے جو ملکوں کو فتح کرے، بڑا وہ ہے جو دلوں کو فتح کرے۔ صرف وہ بڑا نہیں ہے جو ایٹم کو پارہ پارہ کر دے بلکہ وہ ہے جو ذہنی انقلاب برپا کر سکے۔ صرف وہ ہی بڑا نہیں ہے۔ جس کے گرد چاپلوس جمع ہوں جیسے مٹھائی کے گرد مور و مگس۔ بڑا وہ ہے جو لوگوں کو بھی بڑا بنا دے۔ بڑا وہ ہے جو گمنامی میں پیدا ہوا لیکن شہرت و نیک نامی میں رخصت ہوا۔

اس لئے ضروری ہے کہ تیرا اور تیرے شوہر کا مقصدِ حیات بڑا ہو۔ اگر صرف ان ہی مسائل کا حل کرنا تیرا مقصد ہے جو بیماری کی طرح خوامخواہ آجاتے ہیں تو پھر تجھ میں اور عام افراد میں کیا فرق ہوگا؟ بڑا مقصدِ حیات سامنے رکھ۔ یہ دعوت ہے بڑے مسائل کی، ان کا مقابلہ کر۔ تیرا جوہر کھلے گا۔

لیکن بڑا مقصدِ حیات شادی کے بغیر بھی تو رکھ سکتی تھی۔ بہت سی کنواری یا بیوہ عورتیں

سماجی یا سیاسی یا مذہبی کام کرتی ہیں مگر وہ نکاح جو شادی بن سکے، وہ شادی جو صرف خانہ آبادی ہی نہیں بلکہ روح آبادی بھی بن سکے، اس کا مقصد تو یہی ہے کہ تیرا اور تیرے شوہر کا مقصدِ حیات مشترک ہو۔ دونوں ایک ہی منزلِ مقصود کی طرف رواں دواں ہوں اور ایک ہی راستہ سے، ہم ساز، ہم قدم، ہم دوش۔

اگر دونوں کے الگ الگ مقاصدِ حیات ہوں گے، الگ الگ منزلیں الگ الگ راستے ہوں گے، اگر تو اعلیٰ سے اعلیٰ کتاب تصنیف کرنا چاہتی ہے اور وہ ہمالیہ کی چوٹی سر کرنا چاہتا ہے، اگر تو فیشن اور لباس کے کام میں مہارت پیدا کرنا چاہتی ہے اور وہ علم و سائنس میں تو مقصدِ حیات مشترک نہ ہونے کی بدولت تجھے اپنے مقصد سے ہاتھ دھونا پڑے گا یا اپنے شوہر سے۔ وہ تجھے غلط راستہ پر سمجھے گا تو اسے غلط راستہ پر سمجھے گی۔ وہ تجھے کوئی ہمدردی، محبت اور تعاون نہ پیش کر سکے گا۔ تو اس کے کام میں کوئی دلچسپی نہ لے سکے گی۔ نتیجہ ظاہر ہے۔

اگر تیرا اور تیرے شوہر کا مقصدِ حیات جدا جدا ہے اور بفرضِ محال یہ بھی مان لیا جائے کہ تم دونوں میں کوئی اختلاف نہیں ہوا اور تم دونوں اپنے اپنے راستے پر گامزن ہو تو یہ کیسے ثابت ہوا کہ تم دونوں میں قلبی اتفاق اور روحانی اتحاد ہے، محبت ہے، دلکشی اور دلچسپی ہے۔ تیرے شوہر کو بیک وقت دو معشوقوں سے عشق نہیں ہو سکتا۔ تجھ سے بھی اور اپنے مقصد سے بھی، ایک کو جدائی اختیار کرنی ہی پڑے گی۔ آج یا کل۔

کیا تو اپنے شوہر کو اور اپنے مقصد کو بیک وقت اپنا سرتاج بنا سکتی ہے؟ اس کا جواب نفی میں ہے۔ یہ اتنا ہی ناممکن ہے جتنا دوبارہ خودکشی۔

(۲)

مشترک مقصدِ حیات میں میاں بیوی ایک دوسرے کی مدد کرنے پر مجبور ہیں۔ کیونکہ دونوں ایک ہی کشتی میں سوار ہیں۔ دونوں ایک دوسرے سے مشورہ کرنے پر مجبور ہیں۔ ایک

دوسرے کی کامیابی اورناکامی کا جائزہ لینے پر مجبور ہیں۔ دونوں کا دل ایک ہی ساتھ دھڑکتا ہے۔نبض کی رفتار ایک ہے۔ نگاہیں ایک سمت کو دیکھتی ہیں۔اس طرح دونوں سیسہ پلائی دیوار بن جاتے ہیں۔ایک کی کمی دوسرا پورا کرتا ہے،ایک کی طاقت کو دوسرا اپنی طاقت سمجھتا ہے۔اس طرح تیرا شوہر تجھ سے اور اپنے مقصد سے بیک وقت محبت کر سکے گا۔اور یہ محبت دن بدن ترقی کرتی جائے گی۔تالی ایک ہاتھ سے نہیں بج سکتی۔محبت یکطرفہ نہیں ہوسکتی۔

خواہ ہم کچھ کریں یا نہ کریں، وقت گزرتا جارہا ہے اور موت قریب تر آتی جارہی ہے۔

غافل تجھے گھڑیال یہ دیتا ہے منادی

گردوں نے گھڑی عمر کی اک اور گھٹا دی

سوال یہ ہے۔۔۔کیا ہم وقت کی لہروں کے ساتھ بہہ رہے ہیں یا ہم کسی خاص منزل کی طرف دوڑ رہے ہیں؟ کیا ہم ایک مردہ مچھلی ہیں یا زندہ تیراک ہیں؟

اور پھر سوال یہ ہے کہ۔۔۔وہ کونسی منزلِ مقصود ہونی چاہئے؟

جس شخص کا مقصد اس کی زندگی اور اوائلِ زندگی ہی میں حاصل ہوگیا وہ بقیہ زندگی کے لئے اپنے اور دوسروں کے سر پر عظیم مصیبت ہے کیونکہ اب اس کے پاس اپنا بیکار وقت اور بیکار دماغ خرچ کرنے کے لئے نہ کوئی تڑپتی امنگ ہے نہ عمل نہ ثابت قدمی۔ہم نے دیکھا ہے کہ آج کل مقصدِ حیات ڈاکٹر، انجینئر یا افسر یا تاجر بننا ہی رہ گیا ہے۔اب اس کے بعد کوئی کام نہیں سوائے گھر چلانا، علاج کرانا، بچوں کو پیدا کرنا اور پھر اسی راہ چلانا۔ایک دن ناچار مر جانا، اللہ اللہ خیر صلّٰی۔

بیشک مال ودولت کا کمانا زندگی کے لئے بہت ضروری ہے، جس شخص کے پاس آمدنی نہیں اس کی کوئی عزت نہ عورت کی نظر میں ہے نہ سوسائٹی کی نظر میں نہ خود اس کی اپنی نظر میں ہے۔نہ اس کو دماغی سکون حاصل ہے نہ ذہنی سکون۔دوسروں سے قرض یا مفت لینے سے اس

کی خودداری مجروح ہو جاتی ہے، اور وہ خاندان کو یا سوسائٹی کو یا ملک وملت کو اپنی ذات سے کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتا۔ رفتہ رفتہ اس کی صلاحیتیں ختم ہو جاتی ہیں اس لئے مال و دولت کمانے کے لئے ملازمت یا تجارت یا پیشہ کرنا ہی ہے۔ اس سے کوتاہی مرد کے لئے سب سے بڑا جرم ہے، جو معاف نہیں کیا جا سکتا۔

لیکن مرکزی اور محوری مقصدِ حیات محض روپیہ نہیں۔ روپیہ کمانا صرف ضمنی مقصدِ حیات ہونا چاہئے، روپیہ زندگی کی گاڑی چلاتا ہے لیکن اس گاڑی کا منزل مقصود متعین کرنا اس کے بس سے باہر ہے، مرکزی مقصدِ حیات ایسا ہرگز نہیں ہونا چاہئے جو زندگی ہی میں بلکہ ابتدائے زندگی میں حاصل ہو جائے کیونکہ اس کے بعد بقیہ زندگی میں وقت دماغ اور قویٰ برباد ہونے لگتے ہیں۔ عورت کے لئے سب سے خطرناک وہ شوہر ہے، وہ خسر، وہ ساس اور وہ اولاد ہے جس کا وقت اور دماغ بیکار جا رہا ہو، کہ اس کے پاس غصہ، بکواس اور اپنی عقل مندی جتانے کے سوا کوئی کام نہیں۔

یہاں پر دماغ کی بیکاری پر خصوصی زور ہے، ایک شخص دن بھر کپڑا دھو سکتا ہے، دیوار یا سڑک تعمیر کر سکتا ہے، ٹریکٹر چلا سکتا ہے، دوکان یا دفتر میں بیٹھ سکتا ہے، بلکہ موٹر یا طیارہ اڑا سکتا ہے۔ بیشک اس کے اعضاء مشغول ہیں لیکن اس کے دماغ کو فرصت ہے بھکنے کی، فکر کرنے کی، غم کھانے کی۔ اگر اس کے سامنے کوئی مستقل ایسا مسئلہ نہیں ہے جس کے حل کرنے کے لئے اس کی عقل مصروف ہو، اگر اس کی تدبیروں کو بڑھ چڑھ کے مقابلے پیش نہ آئیں تو اس کا دماغ زنگ کھانے لگ جائے گا۔

دماغی بیکار شوہر عموماً بد مزاج اور چڑچڑا ہوتا ہے۔ دفتر اور دوکان کا بخار اپنی بیوی پر اتارنے لگتا ہے اور پھر سنبھالے نہیں سنبھلتا۔ اور چونکہ وہ کمائی کر رہا ہوتا ہے اس لئے خود کو عقل مند اور بہت عقلمند سمجھنے سے نہیں تھکتا۔ اور بیوی چونکہ اس کی کمائی کی محتاج ہے اس لئے

جائز ناجائز اس کی جی حضوری میں لگ جاتی ہے۔

عام انسان ایک آئس برگ (برف کی چٹان) کی طرح ہے۔ وہ اپنے دماغ کا صرف ۱۰/۱ حصہ عقل کو استعمال کے لئے باہر نکالتا ہے۔ ۱۰/۹ حصہ بیکار پڑا رہتا ہے۔ عقل کو استعمال نہ کرنا ایسا ہی ہے جیسے سردیوں میں لحاف کو الماری میں بند کر دینا۔ عقل وہ ہے جو ہمیں مزید عقل سکھائے۔

(۳)

اے بیٹی! اتنی باتیں جو ہم نے اوپر کہی ہیں وہ صرف اس لئے ہی ہیں کہ تو سمجھ لے۔۔ زندگی کی تمام خوشیاں دولت سے نہیں بلکہ جسمانی اور دماغی محنت اور مسلسل محنت سے حاصل ہوتی ہیں، بشرطیکہ وہ محنت زبردستی اور بددلی کی نہ ہو، بلکہ شوق وذوق اور جوش و جذبہ کی ہو۔ جس کا دماغ اور وقت بیکار ہو، اس کی صحت عموماً خراب رہتی ہے۔ جس کو کام نہیں ہوتا اس کو زکام ہوتا ہے۔ چھوٹی چھوٹی بیماریاں، چھوٹی چھوٹی تلخیاں، چھوٹی چھوٹی یادیں بڑی بڑی تصویریں خواب خیال میں بناتی ہیں۔ ایسا شخص اصولوں سے ہٹ کر تفصیلات میں چلا جاتا ہے۔ جس کا دماغ کام میں لگا ہے اسے فکر وغم کی فرصت نہیں، اسے سب خوشیاں حاصل ہیں، خواہ اس کے پاس دولت نہ ہو۔

اس کے یہ معنی نہیں کہ نیند، آرام، دلچسپی، سیر وتفریح، میل ملاقات، صحت سازی، سماجی مصروفیات سے بالکل منہ موڑ لیا جائے۔ ان کی اہمیت اپنی جگہ ہے اور بنیادی اہمیت ہے۔ بچنا صرف ایک چیز سے ہے ایسا نہیں کہ بیکاری کو کام اور بربادی کو تفریح سمجھ لیا جائے۔ ایسا نہیں کہ محنت اور تفریح کے درمیان توازن گم کر دیا جائے، تفریح برائے محنت کے اصول کو چھوڑ کر محنت برائے تفریح کے اصول کو اپنا لیا جائے۔ یعنی جتنا وقت جسم اور نفس کی خدمت سے بچ رہے اسے گپ بازی، پکنک، کلب، ریڈیو، ٹی وی، تماشہ اور نیند کی نذر کر دیا

جائے۔

مقصد اور محنت مرد ہی کے لئے ضروری نہیں ہے بلکہ عورت کے لئے بھی ہے اور اتنا ہی ضروری ہے لیکن عورت کے کام کا حلقہ اور نوعیت الگ ہے اور مرد کا الگ، مرد کا خاص تعلق زندگیوں کو مسائل سے نمٹنے کے قابل بنانا ہے اور عورت کا خاص تعلق زندگیوں کو پیدا کرنا اور پیروں پر کھڑا کرنا ہے۔

اس کے یہ معنی نہیں کہ مرد کے معاملات میں عورت کا دخل نہیں اور عورت کے معاملات میں مرد کا دخل نہیں، دونوں کے معاملات میں دونوں کو دخل ہے کم وبیش۔ اس کے علاوہ اپنے اپنے معاملات کے بعد جو وقت بچتا ہے وہ دونوں کا مشترکہ ہے جسے مشترکہ مقصدِ حیات میں خرچ کرنا چاہئے۔

ازدواجی خوشیوں کے لئے واحد کنجی مشترکہ مقصدِ حیات ہے، دونوں میاں بیوی اگر ایک ہی مقصد کے پیچھے دوڑ رہے ہیں تو تمام اختلافات برف سے زیادہ تیزی سے پگھل جاتے ہیں۔ باہمی محبتیں اتنی طاقت اور اتنی شدت سے بڑھتی ہیں کہ ساری دنیا رشک کرے۔ صلاحیتیں آواز سے تیز تر اسپیڈ پکڑ لیتی ہیں، چہرہ خوشی سے پھوٹا پڑتا ہے۔ گویا ابھی ابھی اس کی زمین میں پیٹرول دریافت ہوا ہے۔ مشترکہ مقصدِ حیات وہ ہے جو تمام زندگی طلب کرے۔ جو تمام بیکار وقت تمام دل اور تمام دماغ طلب کرے، اس کے سامنے کوئی اہم مسئلہ نہیں ہے۔ وہ سکونِ دل سے مسلح ہے۔

اگر مشترکہ مقصد حیات نہ ہو تو پھر ان کی محبتوں میں وہ سیمنٹ نہیں جو پختگی اور پائیداری بخشے۔ کسی وقت بھی دونوں ٹوٹ پھوٹ اور جدا ہو سکتے ہیں۔ کوئی دوسرا علاج ان کی باہمی تلخیوں اور شکر رنجیوں کا نہیں۔

اس لئے اے راحتِ قلب!

تو اپنے لئے ایسا مقصد حیات تلاش کر جس میں تو اپنے شوہر کو بھی شریک کر سکے۔ جس میں تم دونوں کا تمام بیکار وقت لگ جائے۔ تم دونوں کو ہر قدم پر ایک دوسرے کے مشورے اور نگہبانی کی ضرورت ہو۔ ایک دوسرے کا تعاون لازمی ٹھہرے۔ تم دونوں کا دلی اور قلبی ذوق وشوق یک سو اور ایک سمت ہو جائے۔ ایک ایسا مقصدِ حیات ڈھونڈ جس کی زیادہ سے زیادہ صرف چند منزلیں تیری حیات میں طے ہو سکیں۔ ایک ایسا مقصدِ حیات ڈھونڈ جس میں اگر کامیابی ہو تو الحمد للہ اور اگر ناکامی ہو تو پھر بھی الحمد للہ کہ اللہ تعالیٰ کے یہاں انعام واکرام کوشش پر ہے نتائج پر نہیں۔ یعنی ایک ایسا مقصد جس کا براہِ راست تعلق اسلام کی بقا اور ترقی سے ہو۔ تم دونوں کی بقا اور ترقی ہر صورت ماتحت اور ضمنی ہے اور ماسٹر پلان کا ایک جزو۔

اگر تو ایسا مقصدِ حیات ڈھونڈ سکی تو کامیابی کا پہلا عظیم زینہ طے ہو گیا۔ اب سب سے بڑا زینہ درپیش ہے۔ یعنی اپنے شوہر کو بھی اس مقصدِ حیات سے وابستہ کرنا اور اسی شدت و حدّت کے ساتھ جو تجھ میں ہے اگر شوہر کے پاس ایسا مقصدِ حیات پہلے ہی سے موجود ہے تو پھر تیری خوش نصیبی کا کیا کہنا۔ اگر موجود نہیں ہے تو پھر اس میں بجلی کی لہر بھرنا تیرا کام ہے، تو اسی وقت کامیاب ہو سکتی ہے جب خود یہ لہر تیری رگوں میں تڑپ رہی ہو۔

اگر تو نے ہوائی قلعے بنائے ہیں تو بہت قیمتی کام انجام دیا ہے۔ اب ذرا سی تکلیف یہ رہ گئی ہے کہ ان کے نیچے ستون کھڑا کر دے۔ اور سب سے بڑھ کر مرکزی ستون ہے، شوہر کو اُدھر دامے درمے قدمے سخنے لگا دینا۔

(۴)

مشترکہ مقصدِ حیات ازدواجی خوشیوں کا مستحکم ترین بلکہ واحد انشورنس ہے۔ واحد بینک ہے۔ واحد تھرمل پاور اسٹیشن ہے۔ اس کی طرف قدم بڑھا، قدرت نے تجھے عقل، سیرت اور نسوانیت کے ہتھیاروں سے لیس کیا ہے۔ سب سے اچھا مقصدِ حیات وہ ہے جس

میں پیسوں کا خرچ کم از کم ہو بلکہ آمدنی ہوتو بہتر۔ثواب ہوتو وہ بھی بہتر۔آمدنی اور ثواب دونوں ہوں تو بہترین۔سب سے اچھا مقصدِ حیات وہ ہے خصوصاً عورت کے لئے جو اس کے گھر کے گوشہ اور حلقۂ ملاقات میں انجام پا سکے۔سرمایہ، مشینری اور ساز و سامان کی ضرورت نہ ہو۔

وقت ضائع نہ کرو تا کہ وقت تمہیں ضائع نہ کرے۔

والدعاء

تمہارا باپ

۞۞۞۞



تبلیغ

ڈئیر نازلی! سلام شفقت۔

گذشتہ خط میں ہم نے یہ مسئلہ چھیڑا تھا کہ میاں بیوی کے لئے مشترکہ مقصدِ حیات کتنا اہم ہے۔ ازدواجی زندگی کے کسی اور پہلو پر قلم اٹھانے سے پہلے ہم یہ مشورہ پیش کرنا چاہتے ہیں کہ مشترکہ مقصد حیات کون سا چاہیے اور کیوں؟

ہم مال و دولت پیدا کرنے، مکان بنوانے، کھانے پینے، پہننے، تفریحات میں وقت لگانے اور مناسب حد تک فیشن کرنے کے مخالف نہیں ہیں۔ نہ صرف فرد اور کنبہ بلکہ تہذیب و تمدن کے لئے یہ ضروری کام ہیں۔ مگر ان کو اپنی زندگی کا ماسٹر پلان یعنی مقصد اور محور بنانا ہرگز دانشمندی نہیں ہے۔ ان ہی کے پیچھے عمر عزیز گذار دینا، ان ہی کو اپنا خدائے خواب و خیالی بنا لینا، ان ہی خاطر خون پسینہ ایک کرنا کسی عاقل کا خصوصاً مسلم عاقل مرد یا زن کا شیوہ نہیں ہوسکتا۔

یہاں پر یہ غلط فہمی نہ ہو کہ ہم گفتگو کو مولویت، مذہب اور ترکِ دنیا کے دائرہ میں لے جانا چاہتے ہیں یا ہم پرانی دقیانوسی خشک باتیں اس اکیسویں صدی میں پیش کرنا چاہتے ہیں۔ ہرگز نہیں!

بیٹی! آج کی محفل میں جو کچھ ہم پیش کریں گے سرتاسر دنیاوی اور مادّی نقطۂ نظر سے، آخرت کا پہلو محض ضمنی ہوگا۔ رونا یہ ہے کہ ہم نے دین اسلام کی بہت سی باتوں کو دنیاوی

فائدہ کے نقطۂ نظر سے غور نہیں کیا ہے اور نہ ہمارے پاس ایسا کوئی خاص لٹریچر ہے جو دین اسلام کو اس دنیا کی زندگی۔۔۔انفرادی اور اجتماعی زندگی کی اہم ترین ضرورتوں کی حیثیت سے پیش کرے۔

بہر کیف جیسا کہ ہم نے گذشتہ خط میں تجھ پر زور دیا تھا کہ اگر اپنی صلاحیتوں کو اعلیٰ سے اعلیٰ اجاگر کرنا ہے، اگر اپنی شخصیت کو بڑھ چڑھ کر ترقی دینا ہے تو آگے بڑھ۔ بڑے بڑے مسائل کو دعوت دے۔ ان کا مقابلہ کر۔ اپنی بساط بھر کوشش کر لے اور نتیجہ اللہ پر چھوڑ دے کہ وہی جانتا ہے مصلحتوں کو، کائناتی اور آفاقی سطح پر۔

تیرے اور تیرے شوہر کے لئے کونسا مشترکہ حیاتی پلان اور پروگرام موزوں ترین ہے؟ فوٹو گرافی؟ ٹکٹ جمع کرنا؟ دنیا کی سیر کرنا؟ مال و جائیداد؟ عیش وعشرت؟ کلب؟ اسپورٹس؟ ڈرامہ؟ موسیقی؟ سیاست؟ سماجی خدمت؟ زمانہ سازی؟ آخر کیا؟

یہ سب چیزیں اپنی جگہ اہم ہو سکتی ہیں۔ لیکن یہ اہم ترین نہیں ہیں۔ یہ تیرے دل و دماغ کی صلاحیتوں کو اچھی طرح اجاگر نہیں کرتی ہیں۔ یہ انفرادی شوق وذوق کی چیزیں ہیں مگر ان سے قوم وملت تباہ و برباد ہو جاتی ہیں۔ اگر ملت کی طاقت نہ رہی تو تیری انفرادی زندگی کی کیا قیمت؟ ذرا دیکھ لے ان ممالک میں مسلمانوں کے حالات جہاں وہ سینکڑوں سال تک آقا رہے تھے مگر آج غلام ہیں۔ کبھی تو نے غور کیا ہے کہ وہ کون سے عوامل ہیں جو اقوامِ عالم کے عروج وزوال کو طے کرتے ہیں۔ آج مغرب کی سب سے بڑی کمزوری کیا ہے؟ آج مسلمانوں کی سب سے بڑی کمزوری کیا ہے؟ قرونِ اولیٰ میں عربوں کی سب سے بڑی کمزوری کیا تھی اور وہ کس طرح سے دور کی گئی؟

جنگِ عظیم ثانی میں اتنی زبردست شکست کھا جانے کے باوجود جاپان اور جرمنی دنیا کے دو چھوٹے چھوٹے ممالک ایک ہی نسل میں اتنا زیادہ کیوں ابھر سکے کہ آج وہ دنیا کی

عظیم طاقتیں ہیں؟ اس کی وجہ ایک ہی ہے کہ انھوں نے قوم سازی کی طرف توجہ دی۔ ان کا بچہ بچہ قوم سازی کے اوزان اور پیمان سے سوچتا ہے۔ مسلم قوم کسی جغرافیہ، زبان، رنگ و نسل میں محدود نہیں ہے۔ وہ قوم نہیں ہے بلکہ ملت ہے۔ عالمگیر اور بین الاقوامی۔ ہر مسلم کو بین الاقوامی اور بین الزمانی اوزان و پیمان ہی سے سوچنا چاہئے۔

اس لئے اے میری مقصودِ منزل! تو بھی فرد اور کنبہ کے مفاد کے محدود تصور سے باہر نکل آ۔ جب تو ملت کا مفاد پیش نظر رکھے گی تو فرد اور کنبہ کا مفاد خود بخود اس کے اندر پوشیدہ ہوگا لیکن اگر تو ملت کا نقصان کر کے اپنے کنبہ کا مفاد مقصدِ حیات بنائے گی تو ذرا عبرت کی آنکھوں سے دیکھ لے کشمیر، حیدر آباد، مشرقی پاکستان، فلسطین، ہسپانیہ۔

مغربی اثرات کی بدولت ہماری نفسیات میں کچھ ایسے الفاظ و مطالب آ گئے ہیں ۔۔۔ انفرادی سطح پر ہابی، پاس ٹائم، گیم وغیرہ، اجتماعی سطح پر پبلسٹی، پروپیگنڈا، کولڈ وار وغیرہ۔ ان کی اہمیتوں اور قیمتوں سے کسے انکار ہوسکتا ہے لیکن اسلام نے ایک لفظ دیا ہے۔۔ تبلیغ، جس کے اندر نہ صرف یہ سارے مطالب ہیں بلکہ مطالب کے سات سمندر اور بھی ہیں۔ تبلیغ فرض ہے ہر مسلم مرد و عورت پر، ہر مسلم جماعت پر، ہر مسلم حکومت پر۔

اگر مغل بادشاہ تبلیغ پر زور دیتے تو آج برصغیر ہند و پاک میں کافروں کی تعداد بہت کم ہوتی اور تمام ہندوستان پاکستان ہوتا۔ شاید انگریز یہاں قدم نہ رکھ سکتے۔ اگر حکومتِ حیدر آباد تبلیغ پر زور دیتی تو اس کا زوال یوں نہ ہوتا۔ اگر حکومتِ پاکستان تبلیغِ اسلام پر زور دیتی تو مشرقی پاکستان کی ٹریجڈی نہ ہوتی۔ مشتے نمونہ از خروارے۔

اب اگر کہیں سرکاری سطح پر یہ کام نہیں ہو رہا ہے تو یہ فرض فرد اور جماعت دونوں پر اور بھی سختی سے لازم آ گیا ہے۔ لازم ہے کہ ہمارا بچہ بچہ اور بچی بچی تبلیغ کے جذبہ سے سرشار ہو۔ عورتوں کے لئے سب سے اعلیٰ مقصدِ حیات تبلیغِ اسلام ہے۔۔۔ عورتوں کے

درمیان۔ اور وہ عورت کتنی خوش نصیب ہے جس کا رفیق حیات بھی اسی مقصدِ حیات میں تن من دھن سے شریک ہو۔ اگر چہ اس کا حلقۂ کار مردوں کے درمیان ہے۔ لیکن اگر تیرا شوہر اپنی بدنصیبی سے شریک سفر نہ ہو سکا تو کیا پرواہ ہے، تو اکیلی ہی کافی ہے۔ ہمتِ زناں مددِ خدا۔ ہمت سے کام لے اور بسم اللہ۔

تبلیغ کے دنیاوی فوائد

۱۔ تبلیغ ہمیں فکر و غم سے بچاتی ہے۔ انسانی دماغ بیک وقت دو الگ الگ مسائل کی طرف متوجہ نہیں ہوسکتا۔ اگر کوئی تبلیغ کی طرف اپنا وقت اور دماغ لگا رہا ہے تو اسے رنج و غم، فکر و پریشانی کی فرصت نہیں۔ مشہور ماہر نفسیات ڈیل کارنیگی نے بھی غموں اور فکروں کا مقابلہ کرنے کے لئے سب سے کارگر ہتھیار اس کام کو بتایا ہے جس میں دماغ کا بھرپور استعمال ہو۔ جس طرح ایک جہاز میں دو کپتان نہیں سما سکتے اسی طرح ایک دماغ میں دو فکریں حکومت نہیں کرسکتیں۔ یا اسلام کی فکر لے لو یا اپنی فکر لے لو۔

۲۔ تبلیغ اپنے مبلغ سے کیا مانگتی ہے؟

(الف) ایمان و یقینِ کامل، ہر طرح قربانی کے جذبہ تک۔ اس شخص کے پاس ایمان نہیں جو اسلام کے مفاد پر اپنے مفاد کو ترجیح دیتا ہو۔ خواہ وہ ہزار نمازیں پڑھے اور روزے رکھے۔

(ب) اسلام کا وسیع و عمیق علم، دوسرے علوم و عقول سے تقابلی موازنہ۔

(ج) مہارتِ نفسیات لوگوں کے مزاج، شعور، مسائل، پسند و ناپسند اور ان کے بدلتے ہوئے تقاضوں کو سمجھنا۔ اپنی پالیسی اور پروگرام کو اس کے مطابق ڈھالنا۔

(د) ضروری حُسن بیان تا کہ سننے والا یا پڑھنے والا معقولیت اور دلکشی محسوس کرے۔ اسی لئے بہتر ہے کہ تبلیغ فلسفہ، بحث اور نصیحت کی شکل میں نہ ہو بلکہ شکر میں لپٹی ہوئی ہومیو پیتھک گولی کی شکل میں ہو اور اتنی ہی مختصر۔

(ر) تیری ظاہری شخصیت، مقام اور نیک نامی وغیرہ وغیرہ۔

۳۔ تبلیغ سے ہمارا حلقۂ تعارف وسیع ہوتا ہے۔ پڑوس، محلّہ، شہر، ملک بلکہ دنیا کے لوگوں سے ان کی تہذیب وتمدن، سیاست ومعاشرت سے ہمارا واسطہ پڑتا ہے لیکن خیرات کی طرح تبلیغ کو بھی اپنے گھر، اپنے خاندان اور اپنے دیگر اقارب سے شروع ہونا چاہئے۔

(۴) تبلیغ ہم سے مطالبہ کرتی ہے کہ جس اصول، آئین وقوانین، نقطۂ نظر یا میزان و پیمان کی ہم وکالت کررہے ہیں، اس کے مطابق ہماری زندگی ڈھل کر ایک نمونہ بن جائے۔ ورنہ الزام الگ لگ جائے گا کہ ہم کہتے کچھ ہیں اور کرتے کچھ ہیں یعنی ہم اپنی تبلیغ میں مخلص نہیں۔

(۵) تبلیغ ہم سے بڑی پلاننگ، بڑی منصوبہ بندی اور بہت تفصیلات سے نقشۂ جنگ مانگتی ہے۔ کیونکہ ہم جاہلوں، کاہلوں، نادانوں، مشرکوں، منافقوں اور کافروں کے خلاف ایک عظیم سرد جنگ لڑ رہے ہیں، اور سرد جنگ ہمیشہ پبلسٹی (نشرواشاعت) کے ہتھیار سے لڑی جاتی ہے، خواہ وہ زبان سے ہو یا قلم سے۔

۶۔ تبلیغ ہمیں بڑی ذمہ داری عطا کرتی ہے کیونکہ اس سے ہمیں شہرت ملتی ہے۔ و رفعنا لک ذکرک۔ جو تیسرا سب سے بڑا ہتھیار ہے انشراحِ صدر (ایمان، منزلِ مقصود کا تعین) اور وضعِ وِزر (تنظیم وڈسپلن) کے بعد۔ شہرت اور اس کی ذمہ داریوں سے فرار اختیار نہیں کرنا چاہئے کیونکہ یہ بہت نمایاں سنت ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی۔ اور اسلام کی کامرانی میں اس شہرت نے بہت نمایاں کردار انجام دیا ہے۔

۷۔ تبلیغ اگرچہ انفرادی سطح پر بھی ہوسکتی ہے لیکن اجتماعی سطح پر بہتر ہے۔ اس طرح ہم سیکھتے ہیں ٹیم اور تنظیم بنانا، رفقائے کار پیدا کرنا، ان کے ساتھ قدم بہ قدم چلنا اور انہیں چلانا، آپس کی رنجشوں کو مٹانا، آپس کی محبتوں کو بڑھانا، زیادہ سے زیادہ وقت دوسروں کی مختلف

صلاحیتوں اور کمزوریوں کو پہچاننا اوران کی اصلاح۔

۸۔ کبھی تو نے غور کیا ہے کہ جسمانی صحت بنانے میں بھی تبلیغ کا کردار کیا ہے۔شوق و ذوق،امنگ اور جذبہ، جوش اور ولولہ ہر مصفیٰ خون، ہرٹانک، ہروٹامن سے بدرجہا بہتر ہے۔ چھوٹی چھوٹی بیماریاں اور فکریں اس کے پاس نہیں آتیں۔ پھر چلنا پھرنا۔۔۔اور چلنا پھرنا عورتوں (خصوصاً حاملہ عورتوں) کے لئے سب سے اچھی ورزش ہے۔نئی نئی آب وہوا، نئے نئے رسم ورواج جاننا، مشقت اور محنت، خوراک اور پاکٹ خرچ کی راشن بندی، ہمت، ڈیوٹی، حکم دینا یا لینا۔

۹۔ تبلیغ ایک سرد جنگ ہے جو ہمیں ایک گرم جنگ (جہاد) کے لئے ہر وقت چوکس اور تیار رہنے کا حکم دیتی ہے۔جہاد کی تیاری ہی جہادِ اکبر ہے۔

مبلغ کے لئے ضروری ہے کہ ذاتی جھگڑوں، تلخیوں، رنجشوں اور کینوں سے دور رہے۔ اسے بہت عالی ظرف، بہت معاف کرنے والا اور بہت غصہ سہنے والا بننا ہی پڑے گا۔اسے تنقید، بحث، بلکہ گالی تک۔۔ بلکہ پتھر تک کو۔۔ہنس ہنس کر برداشت کرنا پڑے گا۔کیونکہ جو شخص ذاتی الجھنوں میں پھنس جائے گا، اسے تبلیغ، تعلیم اور تربیت کی فرصت نہیں ہوگی۔

مبلغ کے لئے پہاڑ کی طرح صبر اور ثابت قدمی ضروری ہے کیونکہ تبلیغ سمندر کی طرح بار بار لہروں میں آتی ہے۔ایک لہر سے اس کا کام نہیں چلتا۔اکثر ایک ہی شخص پر، ایک ہی خاندان پر ایک جماعت یا سردارِ جماعت پر تبلیغ بار بار، ہفتوں، مہینوں یا سالوں، بشرطِ ضرورت کرنی پڑے گی۔پیغمبروں کی زندگیاں مثالیں پیش کرتی ہیں۔

ہر مبلغ کے لئے ضروری ہے کہ اس کا تعلق کسی سیاسی اسلامی تحریک سے ہو، تاکہ جو افراد اس کی تبلیغ سے متاثر ہوں وہ ہوا میں معلق نہ چھوڑے جائیں بلکہ انہیں ایک تنظیم میں مناسب جگہ پر و دیا جائے۔ملتِ اسلامیہ کی جو تنظیم مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ میں بنی تھی وہ مکمل

طور پر سیاسی اور اجتماعی تھی۔ سیاست۔۔ یعنی تبلیغ، تنظیم اور جہاد۔۔ رسول اللہ صلی علیہ وآلہ و سلم کی سب سے بڑی سنت ہے۔

اس طرح تو نے دیکھا، اسلام اپنے ماننے والے اور عمل کرنے والے کو اپنے اپنے جوہرِ قابل کے مطابق لیڈر بنانا چاہتا ہے۔ اپنے اپنے میدان میں۔ کیا تو نے غور کیا کہ اسلام کی جو پہلی سوسائٹی تعمیر ہوئی تھی اس میں اتنے زیادہ، اتنے اعلیٰ اور اتنے قسم قسم کے لیڈر کس طرح پیدا ہو سکے؟ یہ ایک خاص تعلیم اور ایک خاص تربیت کا کرشمہ تھا۔

کون سی ہابی ہے، کون سا گیم ہے، کون سا اسپورٹس ہے جو تبلیغ کے مقابلے میں تجھے ایک شمہ برابر بھی فائدہ پہنچا سکے؟ اور تیری شخصیت کی تعمیر کر سکے؟

ہم سمجھتے ہیں کہ ازدواجی برکتوں اور ازدواجی خوشیوں کے لئے مشترکہ مقصد حیات سے بہتر کوئی نسخہ نہیں، اور تمام مقاصدِ حیات میں بہترین، تبلیغ ہے اس لئے شوہر کو بھی اس کے لئے تیار کر۔

عورت کی زندگی کو ہم تین ادوار میں تقسیم کر سکتے ہیں۔ عمر کا پہلا 1/3 جو بچپن سے بیس پچیس سال تک رہتا ہے۔ یہ وقت زیادہ تر کنوار پنے کا ہے۔ علم، فن و ہنر، اخلاق و سلیقہ حاصل کرنے کا ہے۔ عمر کا دوسرا 1/3 جو چالیس سال تک لگ بھگ رہتا ہے۔ یہ وہ دور ہے جبکہ عورت چھوٹے چھوٹے بچوں میں پھنسی رہتی ہے اور اس کا بہت سا وقت ان ہی بچوں کی پیدائش اور پرورش میں لگ جاتا ہے۔ آخر میں عمر کا تیسرا 1/3 آتا ہے جو چالیس پینتالیس سال سے شروع ہو کر مرتے دم تک رہتا ہے۔ اس دور کی مدت کم و بیش پندرہ سال ہوتی ہے۔

عورت نے جس علم و ہنر کو پہلے دور میں سیکھا اسے دوسرے دور میں مزید سیکھنا اور سکھانا چاہئے، اگر چہ اس دوسرے دور میں اس کے پاس فرصت کم ہے پھر بھی جتنی فرصت

نکالی جاسکے، سیکھنے اور سکھانے کا سلسلہ جاری رہنا چاہئے۔ لیکن اصلی وقت سیکھنے سکھانے اور تبلیغ وتحریک کا تیسرے دور میں آتا ہے جب کہ دماغ اور ذہن زیادہ پختہ ہو چکے ہوتے ہیں۔ جب کہ سب سے چھوٹا بچہ اسکول جانے کی عمر میں داخل ہو چکا ہوتا ہے۔ جب کہ گھر کی خانہ داری میں ہاتھ بٹانے کے لئے دوسرے بچے کام آسکتے ہیں۔ جب کہ اس طرح خاتونِ خانہ کو زیادہ فرصت اور زیادہ آزادی ہوتی ہے۔ یہ آخری پندرہ سال زادِ راہِ آخرت کمانے کے ہیں۔ بدنصیب ہے وہ عورت جو عمر کے اس قیمتی ترین سرمایہ سے تبلیغ کی تجارت نہ کرے۔

یہ فرصت کے اوقات عموماً مرد کو نہیں ملتے۔ عورت بڑی خوش قسمت ہے۔

تیرا باپ

جسے تو خوش نصیب یا بدنصیب بنائے گی۔

نواں خط

اپنا جائزہ آپ

صبح بہاراں۔ شام چراغاں! السلام علیکم!

ہم پھر حاضر ہیں اور یہ حضوری دو مطلب سے ہے، تیری رہنمائی اور تجھ سے ملاقات۔

گر تو نہیں تو بہر محبت یہی سہی

چونکہ دین و دنیا میں تیری کامیابی مقصود ہے۔ اس لئے ہم ذیل میں تیرے لئے چند سوالات پیش کر رہے ہیں اس سوالنامہ کے آئینہ میں ذرا اپنے حال و مستقبل کا جائزہ لے۔

آئینۂ ایام میں آج اپنی ادا دیکھ

شخصیت:

۱۔ مسلسل دس دن تک آئینہ کے سامنے کھڑی ہو کر کیا تم یہ فیصلہ کر سکتی ہو کہ زیادہ سے زیادہ جاذب نظر بننے کی راہ میں ابھی کیا کیا رکاوٹیں باقی ہیں؟ کیا تم دانت اور بال کو میلا رکھتی ہو؟ کیا تم ناک میں انگلی ڈالتی ہو؟ کیا لباس کا رنگ اور تراش وخراش کچھ ترمیم مانگتا ہے؟ کیا تمہارے چہرے پر جذبات مصنوعی نظر آتے ہیں؟ کیا زردی سرخی سے بدلی جا سکتی ہے؟

۲۔ تمہارا وزن کیا ہے اور کیا ہونا چاہئے؟

۳۔ تم کون سی ورزش کرتی ہو، مسلسل؟ اس سے تمہارے ہاضمہ اور چستی میں کیا ترقی ہوئی؟

۴۔ صفائی اور سلیقہ میں تمہارا عملی معیار کیا ہے؟

گھریلو تعلقات:

۵۔ کیا تم کینہ رکھتی ہو؟ حسد رکھتی ہو؟ سوکن اور سوتیلی اولاد سے جلن رکھتی ہو؟ سازش، غیبت، جھوٹ، دغابازی، کم ظرفی وغیرہ تمہاری فطرت میں کس حد تک داخل ہیں؟

۶۔ کیا تم انتقام، بدلہ اور دشمنی پر کمربستہ رہتی ہو یا سمجھوتہ اور دوستی کرنے کا پہلا موقع پکڑ لیتی ہو؟ کیا تم صدقِ دل سے معاف کرسکتی ہو؟

۷۔ کیا تم اپنی ہابی اور دلچسپی میں بزرگوں، بچوں، بہنوں، نندوں، بھاوجوں، سہیلیوں، پڑوسیوں کو شریک کرتی ہو؟ کیا تم ان کی مشغولیات اور دلچسپیوں میں شریک ہوتی ہو؟ کیا تم اپنے اور دوسرے کے بچوں کے ساتھ کھیلتی ہو؟ کیا تم انہیں کھلاتی ہو؟

۸۔ کیا تم اپنے والدین، ساس، سسر کی خدمت کرتی ہو؟ کس حد تک؟ تم میں فرماں برداری کا کتنا مادہ ہے؟ کیا تم ان پر فخر کرتی ہو علی الاعلان؟

۹۔ کیا تم دوسروں کے جذبات، اختلاف رائے، مزاج، حالات اور نقطہ ہائے نظر کو شجاعت کے ساتھ گوارا کرتی ہو؟ کیا تم دوسروں کی خلوت کا احترام اور عیب کی پردہ پوشی کرتی ہو؟

۱۰۔ کیا تم سمجھتی ہو کہ تمہارے ماں باپ کسی اور اولاد کو یا تمہارے ساس سسر اپنے بیٹے کو یا کسی اور بہو کو تم سے زیادہ چاہتے، مانتے ہیں؟ آخر کیوں؟ تم میں کیا کمی ہے؟ کیا تم سب بچوں سے یکساں پیار کرتی ہو؟ یا خوش شکل کو بڑھاتی ہو اور بدشکل کو گھٹاتی ہو؟

شوہر:

۱۱۔ کیا تم اپنے رشتہ داروں کو زیادہ چاہتی ہو یا اپنے شوہر کے رشتہ داروں کو؟

۱۲۔ کیا تم شوہر کے ساتھ کام کرتی ہو، ٹہلتی گھومتی ہو، کھیلتی ہو، کھاتی ہو، عبادتیں کرتی ہو، سوتی ہو کیا تم اس کی ہابی میں عملی دلچسپی لیتی ہو؟

۱۳۔ کیا تمہاری وجہ سے وہ اپنے کام میں ترقی کر رہا ہے اور اس کی وجہ سے تم اپنے کام میں ترقی کر رہی ہو؟ کیا تم دونوں کا مقصدِ حیات مشترک ہے؟

۱۴۔ کیا تم بڈھے، جاہل، بدصورت، غریب یا ناکارہ شوہر کے ساتھ گزارہ کر رہی ہو؟ کیا تم نے طلاق یا خلع کے بارے میں کبھی سوچا ہے؟

۱۵۔ کیا وہ رشوت لیتا یا دیتا ہے؟ اگر ہاں تو تمہارا کردار کیا ہے؟

اخلاق و کردار:

۱۶۔ کیا تم نے اپنی بری عادتوں اور اچھی عادتوں کی کوئی فہرست بنائی ہے؟ کیا تم اس کا مطالعہ ہر روز بغرض ترمیم و اضافہ کرتی ہو؟

۱۷۔ تم کن باتوں میں لال پیلی ہو جایا کرتی ہو؟ ذرا ان کی فہرست بناؤ۔

۱۸۔ کیا تمہیں اپنی بڑائی کا نقش بٹھانے کے لئے زیورات، فرنیچر، ٹی وی، ہوٹل بازی، کلب بازی، اعلیٰ مکان، موٹر کار، کتے وغیرہ وغیرہ کا شوق ہے؟

۱۹۔ کیا تم لباس، فرنیچر، آرائش، فیشن، کلچر وغیرہ میں اسلام کے مزاج کا خیال رکھتی ہو؟

۲۰۔ کیا تم دوسروں کو عزت اور اہمیت بخشتی ہو؟

۲۱۔ کیا تم بزرگوں کا، اہلِ دین کا، ضعیف والدین اور ان کے خیالات کا مذاق اڑاتی ہو؟

۲۲۔ تم وعدہ کی کتنی پابند ہو؟ تم کتنی قابلِ اعتماد ہو؟

۲۳۔ تم میں کتنی ایمانداری اور دیانت ہے؟ موقع ملتے ہی کیا تم چوری کر لوگی یا دھوکہ دے دوگی؟ کیا تم حرام اور حلال آمدنی میں فرق کرتی ہو؟ اگر کوئی چیز گری پڑی مل جائے تو کیا تم اسے استعمال کر لوگی یا اس کے مالک کو تلاش کروگی؟

۲۴۔ عصمت و عفت، سیرت و کردار، پاکی جسم اور پاکی نفس کے متعلق تمہارا کیا معیار ہے؟

۲۵۔ کیا تمہاری نگاہ میں شاہ و گدا، امیر و غریب، کالے گورے، وطنی اور پردیسی، اپنے اور

پرائے سب برابر ہیں؟ یا تم تعصبات کا شکار ہو؟

۲۶۔ تم اپنی روزی کس طرح کماتی ہو؟ کیا یہ کمائی ضمیر وایمان کی سرزنش سے پاک ہے؟

مالیات:

۲۷۔ کیا تم بجٹ دیکھ کر پاؤں پھیلاتی ہو یا نہیں؟ کیا تم حساب و کتاب رکھتی ہو اور اس پر کڑی نگاہ بھی؟

۲۸۔ تم سخی ہو؟ فضول خرچ ہو؟ بخیل ہو؟ مقروض ہو؟

۲۹۔ قرض لینے اور دینے کے متعلق تمہارے پاس کیا کیا اصول ہیں؟ ان پر تم کتنا عمل کرتی ہو؟

۳۰۔ کیا تم رقم بچاتی ہو؟

۳۱۔ تم نے اب تک کیا اثاثے بنائے ہیں جو برے وقت میں اور ضعیفی میں کام دیں؟

۳۲۔ تم نے کیا اثاثے بنائے ہیں جو آخرت میں کام دیں؟ اپنے ذرائع اور وسائل کا کتنا حصہ تم خیراتوں اور نیک کاموں میں خرچ کرتی ہو؟

مجلسی آداب:

۳۳۔ کیا تم ذرا ذرا سی باتوں پر غصہ ہو جاتی ہو، یا آنسو بہانے لگتی ہو؟

۳۴۔ کیا تم لوگوں سے ملاقات کرنے میں کوئی جھجک یا ذہنی الجھن محسوس کرتی ہو؟

۳۵۔ کیا تمہاری گفتگو محض رسمی ہوتی ہے یا اس سے دوستی، محبت، ہمدردی، ہمت افزائی، حلم اور علم کی خوشبو آتی ہے؟ کیا تم دوسروں کے معاملات اور مشکلات میں دلچسپی لیتی ہو؟

۳۶۔ کیا تم باہر جا کر لوگوں سے ملنے میں زیادہ لطف محسوس کرتی ہو یا گھر پر کتاب پڑھنے، سلائی کرنے، خانہ داری اور بچوں کی نگہداشت میں۔

۳۷۔ کیا تم زنانہ مجالس میں بے تکلف گھل مل جاتی ہو؟ کیا تم مردوں اور عورتوں کی ملی جلی

مجلس میں گھل مل جاتی ہو؟

۳۸۔ تم مردوں کی مجلس میں کیا محسوس کرتی ہو؟ کسی اجنبی عورت یا اجنبی مرد کے ساتھ گفتگو کی ابتداء کس طرح ہونی چاہیے؟

۳۹۔ تم دوسروں کی جائز تعریف ان کے سامنے اور دنیا کے سامنے کرنے میں سخی ہو یا بخیل؟ تمہاری تعریف سے خوشامد، زمانہ سازی، چاپلوسی اور جھوٹی واہ واہ ٹپکتی ہے یا حقیقت اور خلوص؟

۴۰۔ کسی اختلافی بحث میں کیا تم اپنے نقطۂ نظر پر اصرار کرتی ہو خواہ اس کی غلطی تم پر واضح ہو چکی ہو یا فریقِ ثانی کے نقطۂ نظر کو تسلیم کر لیتی ہو جبکہ وہ تسلیم کر لینے کے قابل ہے؟

۴۱۔ کیا تم اپنی جہالتوں، حماقتوں، غلطیوں اور قصوروں کا اعتراف کر لیتی ہو یا الزام کسی دوسرے کے سر ڈالنے کی کوشش کرتی ہو یا عذر ہائے لنگ تراشتی ہو؟ جب تم غلطی پر ہوتی ہو تو فوراً معافی مانگتی ہو یا بحث کرتی ہو؟

۴۲۔ جب تم کہیں مہمان جاتی ہو تو خبر دے کر یا اچانک؟ کیا تم کھانے پینے اٹھنے بیٹھنے اور دیگر معاملات میں اپنی پسند ناپسند پر زیادہ اصرار کرتی ہو؟

۴۳۔ میزبان کی حیثیت سے تم کتنی کامیاب ہو؟ تم کن لوگوں کو پارٹیاں دیا کرتی ہو؟ صرف وہ، جن سے تمہیں کچھ حاصل کرنا ہے؟ یا جن کے پاس دعاؤں سے زیادہ کچھ نہیں؟

۴۴۔ کیا تم چھوٹی چھوٹی باتوں میں تلخی پیدا کر دیتی ہو یا لڑائی جھگڑے سے بچنے کی کوشش کرتی ہو؟

۴۵۔ کیا تم سگریٹ، شراب یا کوئی نشہ استعمال کرتی ہو، تاش و شطرنج کھیلتی ہو؟ تمہارا وقت کس قسم کے مردوں اور عورتوں کے ساتھ گذرتا ہے؟

۴۶۔ تم اوسطاً دن بھر میں کتنے الفاظ بولتی ہو اور کتنے زور سے؟

۴۷۔ سننے والی کی حیثیت سے تم کتنی کامیاب ہو؟

سماجی تعلقات:

۴۸۔ کیا تم ذمہ دار سیاسی اور مذہبی گفتگو کر سکتی ہو؟

۴۹۔ کیا تم خطوط لکھتی ہو اور جواب دینے کی پابند ہو؟ ملاقاتیوں کو، اجنبیوں کو؟ کیا تم قلمی دوست بناتی ہو؟

۵۰۔ کیا تم کانوں کی کچی ہو؟ دوسروں کی ہر بات سچ مان لیتی ہو؟

۵۱۔ گفتگو، تحریر و تقریر میں تم اپنی سچی یا جھوٹی عظمت بیان کرتی ہو یا اپنے کمزور پہلو بھی پیش کرتی ہو؟

۵۲۔ دوسروں کا نقصان کر کے کیا تم اپنا فائدہ چاہتی ہو؟ کیا تم دوسروں کو لڑا کے تماشا دیکھنا پسند کرتی ہو؟

۵۳۔ راز رکھنے کی صلاحیت تم میں کس قدر ہے؟ کیا تم بے ضرورت دوسروں کو اپنا راز داں بنا لیتی ہو؟

۵۴۔ کیا لوگ تم پر اعتماد کر سکتے ہیں؟ کیا تم ہر شخص پر اعتماد کر لیتی ہو؟

۵۵۔ تمہارا چہرہ غمگین رہتا ہے یا خوش؟ تمہارے لبوں پر مسکراہٹ کھیلتی ہے یا نفرت یا غرور؟ کیا تمہارے الفاظ یا لہجہ یا تیور مردم آزار ہیں؟

۵۶۔ ہار اور جیت، دونوں صورت میں تمہارا ذہنی توازن کیسا رہتا ہے؟

۵۷۔ تحائف لینے دینے میں تمہاری پالیسی کیا ہے؟

۵۸۔ دوسروں سے مدد اور مشورہ حاصل کرنے میں تم کیا طریقے اختیار کرتی ہو؟

علم وعقل:

۵۹۔ تمہیں کس قسم کی کتابیں پسند ہیں؟ تمہارے پاس اپنی ذاتی لائبریری میں کس قسم کی کتابیں زیادہ ہیں؟

۶۰۔ جب تم کتاب یا اخبار پڑھتی ہو تو کیا ایک بڑی کاپی پر ان تمام خیالات، جملے، تشبیہات، اشعار، تراکیب وغیرہ کو نوٹ کر لیتی ہو جو تمہیں پسند آتے ہیں؟ کیا یہ نوٹ ایک خاص ترتیب و تنظیم کے تحت ہوتا ہے تاکہ تم اپنی تحریر و تقریر میں استعمال کر سکو؟

۶۱۔ جب تمہارے سامنے کوئی مسئلہ آتا ہے تو تم اسے حل کرنے کے لئے کیا ذہنی تدبیریں اختیار کرتی ہو؟ کیا تمہارے ہاتھ پاؤں پھول جاتے ہیں؟ کیا تم چیخنے یا رونے لگ جاتی ہو؟ کیا تم اپنے مسئلے کی پبلسٹی کرتی پھرتی ہو؟

۶۲۔ کیا تم پیشِ نظر مسئلہ کا تجزیہ کرتی ہو؟ اس کے ایک ایک جز پر الگ الگ غور کرتی ہو اور ہر جزو کا الگ الگ حل ڈھونڈتی ہو؟ کیا تم کل کا کام آج پر یا آج کا کام کل پر ٹالتی ہو؟

۶۳۔ تمہاری قوتِ ارادی اور قوتِ عملی میں کن اجزاء کی کمی ہے؟

۶۴۔ اپنی عقل کے معیار و مقدار کے متعلق تمہاری ایماندارانہ رائے کیا ہے؟ تم اس میں اضافہ کے لئے کون کون سی خاص تدبیریں کر رہی ہو؟

۶۵۔ تم کون سی قسم، معیار و مقدار کا تجربہ حاصل کر رہی ہو؟ کیا اس تجربہ کی مانگ ہے بازارِ روزگار میں؟

خدمت:

۶۶۔ کیا تم نے اپنے اوقات کا نظامِ استعمال مرتب کر لیا ہے؟ اس پر کتنا عمل کرتی ہو؟

۶۷۔ کیا تم سمجھتی ہو کہ تمہاری ڈگریوں، علموں، عقلوں، صلاحیتوں اور فنی مہارتوں کی اچھی اور

مستقل مانگ ہے بازارِ روزگار میں؟ اگر نہیں تو کونسی کمی ہے؟

۶۸۔ کیا تم اپنی کارگزاری کو بہتر سے بہتر بنانے کی کوشش کرتی ہو؟

۶۹۔ کیا تم اپنے مالک کے کام کو اپنا کام سمجھ کر کرتی ہو؟ تمام دلچسپی سے، تمام محنت سے، تمام صلاحیتوں سے؟

۷۰۔ کیا تم تنخواہ کم لیتی ہو اور محنت زیادہ کرتی ہو یا محنت کم کرتی ہو اور تنخواہ زیادہ لیتی ہو؟

۷۱۔ کیا تم ماتحتوں پر حکم چلانے اور ڈانٹ ڈپٹ کرنے میں لطف محسوس کرتی ہو یا تم ان سے ہمدردی سے پیش آتی ہو؟

۷۲۔ کیا تم سمجھتی ہو کہ دوسرے تمہارے مقابلے میں زیادہ کامیاب ہیں؟ کیوں؟

۷۳۔ کیا تم محسوس کر رہی ہو کہ تم میں چند خاص صلاحیتیں ہیں جن کی قدر نہیں ہو رہی ہے؟

۷۴۔ کیا تم تجارت میں اپنی صلاحیتوں پر اعتماد کرتی ہو؟

دینِ اسلام:

۷۵۔ کیا تم صرف ان عبادتوں کو انجام دیتی ہو جن میں علم وعقل کا سوال نہیں، شجاعت اور خطرہ کا سوال نہیں، مال، جان، اولاد، آزادی، عزت اور دنیاوی مستقبل کی قربانی کا کوئی سوال نہیں۔

۷۶۔ تمہیں تبلیغ، تنظیم اور جہاد سے بھی عملی دلچسپی ہے؟

۷۷۔ تم اپنے مفاد پر اسلام کے مفاد کو قربان کر دیتی ہو یا اسلام کے مفاد پر اپنے مفاد کو؟ تم زمانے کی ہواؤں کے ساتھ اڑتی ہو یا تمہارا کوئی اصول، کوئی ضابطۂ حیات، کوئی نصب العین بھی ہے؟

۷۸۔ یہ بتاؤ کیا تم کوئی ایسی عبادت بھی کرتی ہو جس میں تمہارے صحیح یا غلط فیصلہ وعمل پر سینکڑوں اور ہزاروں لوگوں کی قسمت کا دارومدار ہو؟ جس میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ و

سلم کی مکی زندگی کی یاد تازہ ہو جائے؟

۷۹۔ کیا تم سیاست میں عملی حصہ لیتی ہو؟ یہ سمجھ کر کہ یہ اللہ تعالیٰ کا اہم حکم ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عین سنت ہے؟ یا تمہیں بس اپنے کھانے پینے اور عیش کرنے سے کام ہے؟

۸۰۔ کیا تم اپنے ان معاہدوں میں مخلص، صادق اور باشعور ہو جو تم جائے نماز پر اپنے خالق و مالکِ حقیقی سے کرتی ہو، روزانہ درجنوں دفعہ؟ یا یہ سارے مسلسل معاہدے محض زبانی جمع خرچ کے لئے ہیں؟

متفرقات:

۸۱۔ تم نے کبھی جائزہ لیا ہے کہ ایک دن میں یا ایک ماہ میں اوسط تم کتنے دوست بناتی ہو یا کتنے دشمن؟ کیا تمہیں تعلقاتِ عامہ سے دلچسپی ہے؟

۸۲۔ کیا تم شہرت سے ڈرتی ہو اور اس کی ذمہ داریاں ادا کرنے کی خوداعتمادی سے محروم ہو؟

۸۳۔ کیا تم بہترین حالات کی امید رکھتی ہو اور بدترین حالات کے لئے تیار ہو؟

۸۴۔ کیا تم کار مقررہ حدرفتار سے زیادہ تیز چلاتی ہو؟

۸۵۔ کون سے تمہارے دوست ہیں، کون سے تمہارے دشمن ہیں اور کون سے تمہارے دوست ہیں نہ دشمن؟ بالفاظِ دیگر کس سے کون سا فائدہ یا کون سا نقصان اٹھایا جا سکتا ہے؟ یاد رکھو! کسی کے اندرونی مزاج کو پہچاننے کے لئے معمولی عقل سے کام نہیں چلتا۔ نفسیات کا مطالعہ، تجربہ اور مفاد کا ٹکراؤ بہت ضروری ہے۔

۸۶۔ کیا تم پر غیر محرم مردوں کی چکنی چپڑی باتوں کا اثر ہوتا ہے۔ کیا تم سازش، دھوکہ اور غلط ارادوں کو دور سے پہچان لیتی ہو۔ کم وبیش ہر نامحرم ایک مارِ آستین ہے۔

۸۷۔ کیا تم بالکل بدل جاتی ہو جب تمہارا مفاد سامنے آتا ہے؟

۸۸۔ کیا تم بیمہ کمپنی یا کسی کمپنی کو دھوکہ دینا چاہتی ہو؟

۸۹۔ دھوکا دینے کیلئے تمہاری اسکیم کیا اتنی کمزور ہے کہ فوراً ہی پکڑی جاؤ۔

۹۰۔ کیا تم عدالت میں سچ اور صرف سچ بولنے کا حلف اٹھاتی ہو اور پھر بھی اپنے فائدے کیلئے ملاوٹ کرتی ہو؟

۹۱۔ کیا تمہارا جھوٹ آسانی سے پکڑا جا سکتا ہے؟

۹۲۔ کیا تم اپنے عہدے کے لئے حلف اٹھاتی ہو اور اس حلف پر قائم نہیں رہتیں؟

۹۳۔ کیا تم اپنے اختیارات اور مواقع کو امانت خدا سمجھتی ہو؟ یا عزیزوں دوستوں اور رشتہ داروں کے لئے خیانت کرتی ہو؟ کیا تم سفارش اور رشوت کا اثر لیتی ہو؟

۹۴۔ کیا تم نے شام کی تعلیم گاہ میں داخلہ لے لیا ہے؟ کیا تم کسی خاص امتحان کے لئے گھر پر تیاریاں کر رہی ہو؟

۹۵۔ تمہارے مطالعہ میں کس قسم کی کتابیں رہتی ہیں؟ تم کس طرح پڑھتی ہو؟ کون کون سے علوم وفنون اور معلومات واخبار کو تمہاری ضرورت نہیں یا تمہیں ان کی ضرورت نہیں؟

۹۶۔ سوتیلی ماں یا سوتیلی ساس کی حیثیت سے کتنی کامیاب ہو؟

۹۷۔ کیا تم غیبت کرتی ہو؟ یا دوسروں کی غیبت سنتی ہو؟

۹۸۔ گھر کے نوکروں، جانوروں اور پڑوس کے بچوں کے ساتھ تمہارا کیسا سلوک ہے؟ کیا تم نے ٹائم ٹیبل مقرر کر لیا ہے پڑوسیوں، رشتہ داروں اور دیگر لوگوں سے ملنے جلنے کا؟

۹۹۔ کیا تم آئینے کو بدصورت کہتی ہو؟

۱۰۰۔ دینی کتابیں پڑھنے، سمجھنے اور عمل کرنے کے لئے تم کس نظام نامے پر عمل کر رہی ہو؟ کیا تم رات کو اٹھ کر دعائیں مانگتی ہو؟

دسواں خط

شوہر .... ایک پیچیدہ مگر آسان مسئلہ

نازنین بیٹی! اللہ تعالیٰ تمہیں سعادت منداور اقبال مند بنائے۔ آمین!

ازدواجی نفسیات پر جب کہ یہ سلسلہ شروع ہوگیا ہے، ہم چاہتے ہیں کہ تیرے لئے اور دنیا کی بیٹیوں کے لئے وہ نیک مشورے چھوڑ کر جائیں جو ہمارے علم، عقل اور تجربہ کا نچوڑ ہیں۔ اب دسواں خط حاضر ہے۔ اس بار ''شوہر'' جیسے اہم ترین موضوع پر۔ اگر چہ اس سلسلہ میں پہلے بھی کچھ خیالات پیش کئے جا چکے ہیں۔

مرد ایک جٹ طیارہ دس ہزار میل فی گھنٹہ کی رفتار سے پچاس ہزار فیٹ کی بلندی پر اڑا سکتا ہے لیکن سوئی میں دھاگہ نہیں ڈال سکتا۔ وہ ہزاروں اور لاکھوں کا حساب وکتاب لکھتا ہے، ہزاروں اور لاکھوں کا نفع نقصان کرتا ہے لیکن سالن میں نمک مرچ ڈالنے کا اندازہ نہیں کر سکتا۔ وہ سیاستیں لڑا سکتا ہے، وہ تاریخ کی تقدیر بدل سکتا ہے، وہ بمباروں کی گھن گرج میں فوجیں مارچ کرا سکتا ہے لیکن بچوں کو خاموش نہیں کر سکتا۔ یہی کمزوری اسے عورت کا محتاج بنادیتی ہے۔ عورت اس کی شریکِ ناگزیر ہے، اور تھوڑی سی عقل سے شریکِ غالب بن سکتی ہے۔

عقل:

بیٹی! لباس کی اہمیت اپنی جگہ ہے۔ کپڑے کا ڈیزائن، رنگ، لکیریں اور پھر درزی کا

تراش وخراش۔ شاید فطرت بھی صنعت کے بغیر جمال وکمال نہیں دکھا سکتی لیکن زیادہ اہم وہ جسم ہے جو لباس کی زیب وزینت میں چار چاند لگاتا ہے اور سب سے اہم وہ دل ودماغ ہے جو جسم کے اندر سات پردوں میں مستور ہے۔ اس دل اور اس دماغ کی ترقی پر لباس سے، خورد ونوش سے، صحت وصفائی سے زیادہ زور دینا چاہیے اور ہم یہی چیزیں نفسیاتی جہیز کے ذریعہ پیش کرنا چاہتے ہیں۔

یاد رکھ! بہت سے حالات میں شوہر دماغ فراہم نہیں کرتا صرف جسم یعنی قوتِ عمل فراہم کرتا ہے۔ ایسی حالت میں تمام دماغ کی سپلائی کا کام بیوی کے سپرد ہے بشرطیکہ شوہر ہمیشہ یہ سمجھتا رہے کہ دنیا کی ساری عقل اس کے اور صرف اس کے پاس ہے اور گھر یا دکان یا دفتر کے معاملات میں تمام فیصلے اُس کے اور صرف اُس کے ہیں۔۔۔ بلاشرکت بیوی۔

کتنی خوش نصیب ہے وہ بیوی جس کا شوہر جسمانی صلاحیتوں کے ساتھ ساتھ دماغی صلاحیتیں بھی رکھتا ہے۔ لیکن اگر وہ دماغی صلاحیتوں سے کم یا زیادہ محروم ہے تو پھر یہ فرض بیوی کا ہے کہ وہ اندرونِ خانہ اور بیرونِ خانہ کے مسائل کا مقابلہ کرے، پالیسیاں تراشے، عمل کرے اور کرائے۔ اگر شوہر بھی دماغی صلاحیتیں رکھتا ہے تو اس کے معنی یہ نہیں کہ بیوی اپنی عقلی صلاحیتوں کو سردخانے میں ڈپازٹ کردے، وہ بھی قدم بہ قدم شریک ہو۔

جو لوگ واقعی عقل مند ہوتے ہیں وہ خوب جانتے ہیں کہ اس کی نگاہ اور ان کی سوچ سمجھ کتنی محدود ہے اور عقل کتنی لامحدود۔ مگر جو لوگ احمق ہوتے ہیں وہ یہی سمجھتے ہیں ان کے مغز کی پرواز عقل کی آخری سرحد تک ہے۔ مینڈک بھی اپنے کنویں کو افریقہ اور امریکہ سے بڑا سمجھتا ہے۔ اس غلط فہمی اور خود فریبی کا اچھا پہلو یہ بھی ہے کہ اس سے انہیں ذہنی سکون حاصل ہے اور دنیا کا کام ان ہی احمقوں سے چل رہا ہے۔

اگر تو نے شوہر کی خود فریبی دور کرنے کی کوشش کی غلط طریقوں سے تو اس کا ذہنی سکون

درہم برہم ہو جائے گا جس سے ازدواجی فضا تلخ ہو جائے گی اور خدانخواستہ معاملہ پھر تیرے سنبھالے نہ سنبھلے گا۔

اگر تو اپنے آپ کو عقل میں خودکفیل سمجھتی ہے تو ننانوے فیصد سے زیادہ خطرہ ہے کہ یہ تیری حماقت اور گمراہی ہے۔ عقل کی سینکڑوں قسمیں ہیں۔ تیرے پاس دو چار قسموں سے زیادہ نہیں اور ان میں بھی کچھ لوگ تجھ سے افضل ہوں گے۔ اب تیرا کام ہے موازنہ ان مردوں اور عورتوں سے جن کا واسطہ تجھ سے پڑتا ہے یا مسلسل پڑتا ہے۔ تو دیکھ کہ کسی کے پاس کون سی عقل ہے اور کتنی زیادہ یا کم۔ شوہر کے مقابلہ میں یہ موازنہ اور بھی ضروری ہے۔ مگر یہ موازنہ نہایت خاموش ہونا چاہئے۔

جو لوگ اپنے آپ کو انتہائی زیرک اور عاقل سمجھتے ہیں وہ اپنی عقل کو ترقی نہیں دیتے۔ جس طرح گدھا شہد نہیں کھاتا اسی طرح وہ عقل کی بات نہیں سنتے۔ چنانچہ اس کی عقل سال بہ سال گھٹتی جاتی ہے۔ مگر جو لوگ عقل کے معیار و مقدار کا صحیح اندازہ کر لیتے ہیں وہ اسے ترقی دینے کی محنت ہر طرح کرتے ہیں۔ یہ بات غم اور افسوس کی نہیں کہ تیرے پاس عقل کم اور بہت کم ہے۔ زندگی کی گاڑی برے بھلے کھینچنے کو جتنی عقل ضروری ہے قدرت اتنی عقل، کم یا زیادہ، ہر کس و ناکس کو مفت، بلا طلب، بلا محنت دے دیتی ہے۔ اتنی عقل تیرے پاس بھی ہوگی۔ خوشی کی بات یہ ہے کہ تجھے اپنی عقل کی کمی کا اندازہ ہے۔ اس کمی کو دور کرنے کی بہت سی تدبیریں ہیں مثلاً (۱) دماغ کو بیکار نہ رکھنا (۲) گذشتہ ایک ہفتہ یا ایک ماہ کے اپنے معاملات کا جائزہ لینا۔ ان میں غلطیوں، حماقتوں اور جہالتوں کو ڈھونڈنا۔ ان سے سبق سیکھنا کہ اب ایسا نہ ہونے پائے (۳) دوسروں کی غلطیوں سے سبق سیکھنا۔ الحمدللہ کہ تیرے پاس اتنی ساری غلطیاں کرنے کا وقت نہیں ہے (۴) نفسیات کی کتابوں اور عقل کے استادوں کی صحبت میں رہنا اور ان سے فیض حاصل کرنا (۵) تبلیغ، تنظیم اور جہاد کے ذریعہ

مسائل کو دعوت دینا۔ ان کو حل کرنے کی تیاری کرنا' ان کو حل کرنے کی کوشش کرنا وغیرہ۔

شوہر پر حکومت:

عاقل و ہوشیار بیٹی!

شوہر کے دماغ پر اس کے دل کے راستے حکومت کر۔ پہلے اس کے دل کو جیت۔ پہلا کام یہ کر کہ ان چیزوں اور ان لوگوں سے اپنی محبت بڑھا جو اس کو محبوب ہیں۔ لیکن اگر وہ بری عادتوں یا برے لوگوں سے محبت کرتا ہے تو ہوشیار ہو جا۔ یہاں پر تیری عقل اور تیری تدبیر کا امتحان ہے۔ اللہ تیری مدد کرے۔

جب کسی کے دل کو جیتنا مقصود ہو تو دیکھ کہ وہ کس کو چاہتا ہے اور کیوں؟ تو بھی اس شخص کو چاہ اور وہ وجہ اپنے اندر پیدا کر کہ وہ تجھے چاہے۔

براہ راست اس بری چیز یا بری ہستی پر تنقید یا حملہ کرنا غلط ہے کہ نتیجہ ٹھیک الٹا ہو سکتا ہے۔ اس بری چیز یا بری ہستی میں بھی کوئی نہ کوئی خوبی ضرور ہوگی، اس کی خوبیوں کی تعریف کر۔ لیکن موقع تاک تاک کر اس کی خرابیوں کو بیان بھی کر۔ یہ فیصلہ تیری عقل کرے گی کہ کس طرح اور کتنی مدت میں۔

پھر کوشش کر کہ تیرا شوہر اس بری چیز یا بری ہستی سے آہستہ آہستہ جدا ہونے لگ جائے۔ ان عارضی جدائیوں کا فاصلہ رفتہ رفتہ طویل تر ہونا چاہئے تاکہ جب دائمی جدائی کا وقت آئے تو اسے تکلیف نہ ہو۔

اس بات کا خیال رہے کہ خلا نہ ہونے پائے۔ بری چیز یا بری ہستی سے نفرت دلانے کے لئے ضروری ہے کہ اس کے عوض کسی اچھی چیز یا اچھی ہستی سے محبت دلائی جائے۔ اور اس طرح جذبۂ محبت کا رخ پھیر دیا جائے۔

وہ اچھی ہستی تو ہی کیوں نہ ہو!

عقل کے راستہ میں جو چیزیں رکاوٹ بنتی ہیں ان سے اپنے گھر کو حتی الامکان محفوظ رکھ۔ان میں سے چند چیزیں یہ ہیں:

خوف، غصہ، دباؤ، لالچ، بیماری، بھوک پیاس، مسلسل محنت و مشغولیت، مسلسل بیکاری جسم، مسلسل بیکاری دماغ، تعصب اور تنگ نظری، شراب، آوارگی، اندھی تقلید، لڑائی وغیرہ، ہم اس فہرست میں ایک اضافہ کریں گے۔۔۔۔موجودہ طریقۂ تعلیم!

عقل کے لئے علم ضروری ہے، تعلیم بھی اور تدریس بھی۔۔اعلیٰ خیالات، نئے نئے خیالات، پرانے خیالات نئے جملوں اور تشبیہوں میں، پھر خیالات کی ترتیب و تنظیم کچھ اس طرح کہ مخاطب زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھا سکے اور زیادہ سے زیادہ لطف اٹھا سکے۔کتابوں کے ساتھ ساتھ اخبارات ورسائل کا پڑھنا بھی ضروری ہے تاکہ تو اپنے شوہر سے علم وعقل کی گفتگو کر سکے۔

ہم پھر کہیں گے کہ جس کا دل جیتنا مقصود ہو اس کی تعریف کرنا' خلوت میں بھی اور جلوت میں بھی' ضروری ہے۔عورت کی تعریف کرنی ہو تو اس کے حسن کی اس کے لباس کی اور اس کی آنکھوں کی تعریف کر۔مرد کی تعریف کرنی ہو تو اس کے عقل، بدن اور طاقت کی تعریف کر۔اس کے گھر کی تعریف کر۔اسکی تصویر کی تعریف کر۔ان تمام چیزوں کی تعریف کر جن کی وہ تعریف کرتا ہے۔

تعریف کرنے کے بہت سے طریقے ہیں (۱) ان معاملات میں اس سے مشورہ لے جہاں وہ اپنے آپ کو مردِ میدان اور ماہرِ فن سمجھتا ہے۔(۲) اس کے کام میں عملی دلچسپی لے۔ اگر تیرے پاس وہ علم یا فن نہیں تو سیکھ۔(۳) اس کی باتوں کو صبر وسکون اور تمام توجہ سے سنا کر۔(۴) اس سے محبت کر۔(۵) تو اس سے اختلاف رائے رکھ سکتی ہے لیکن جنگ وجدال مول نہیں لے سکتی۔(٦) اسے وہ تعریفیں سنا جو کسی اور نے تجھ سے اس کے متعلق کی ہیں۔

(۷) ان کاموں میں اس کی تعریف کر جس میں کوئی نوٹس نہیں لیتا۔ (۹) اس کے غصہ اور جلال کو برداشت کر اور ترکی کا جواب ترکی سے نہ دے۔ (۱۰) اس سے ان مسائل پر گفتگو کر جن پر وہ بولنا چاہتا ہے۔۔۔ خصوصاً غم کے موقع پر۔ (۱۱) اگر اس کی انا کو کہیں ٹھیس لگی ہے تو اس کے زخم پر مرہم رکھ۔ (۱۲) اس کو مبارکباد پیش کر اگر اس نے کوئی معمولی سا بھی کارنامہ انجام دیا ہے۔ (۱۳) اس کے ساتھ چلنے پھرنے، بیٹھنے اٹھنے، کھانے پینے کی فرصت نکال۔ یہ بہت اہم ہے۔ (۱۴) اس کے سامنے مسائل کے انبار مت لگا دے۔ بہت کچھ تو خود بھی حل کر۔ (۱۵) اس کے راز کو راز رکھ۔ (۱۶) اس کی تعریف کر۔ باپ کی حیثیت سے، شوہر کی حیثیت سے، آمدنی لانے والے کی حیثیت سے۔ (۱۷) جب اس پر تنقید کرنی ہو تو اس کی ساری تاریخ کو ادھیڑ کر مت رکھ دے بلکہ موجودہ وقت کی بات کر اور بس! (۱۸) الفاظ اور جملوں کا صحیح انتخاب کر۔ یہ مت کہہ کہ تم کو کچھ نہیں آتا۔ بلکہ یہ کہہ جو کچھ تم نے ابھی کہا ہے اس سے میں متفق نہیں ہوں۔ (۱۹) اس کے بچوں کی اس کے گھر کی، اس کی عالی نسبتی کی، اس کے باغ کی، اس کے والدین کی تعریف گاہے گاہے کیا کر۔

انسان کے لئے تعریف کی اتنی ہی ضرورت ہے جتنی پھول کے لئے دھوپ کی۔ اس کے بغیر وہ مرجھا جائے گا۔ تعریف کر اپنے بچے کی، اپنے نوکر کی، اپنے پڑوسی کی، اپنے گھر اور رشتہ والوں کی۔ تعریف کر سب کی خصوصاً اللہ کی۔ الحمد للہ رب العٰلمین۔

اور یہی سارے نسخے شوہر کے لئے بھی ہیں بیوی کا دل جیتنے کے لئے۔

محبت کی ذمہ داریاں بہت ہیں۔ اسی لئے کہا گیا ہے کہ مکھیاں شہد سے پھنستی ہیں سرکہ سے نہیں۔ اسی لئے کہا گیا ہے کہ محبت وہ سب کچھ لیتی ہے جو تیرے پاس ہے۔ پھر بہت کچھ ملا کر واپس دے جاتی ہے۔

سقراط کی بیوی سے کسی نے پوچھا کہ تو نے اپنے شوہر کو زہر کیوں دیا، کیا وہ بدصورت

تھا؟ کیا وہ شہر میں بدامنی اور بغاوت پھیلا رہا تھا؟

اس نے کہا کہ اگر چہ یہ سب ٹھیک ہے لیکن میں نے زہرا سے ایک خاص وجہ سے دیا۔ وہ بڑا سخت احمق تھا۔ ہر وقت فلسفہ ہی جھاڑا کرتا تھا۔ کبھی اس نے میرے پکانے کی یا لباس کی یا حسن و جوانی کی تعریف نہیں کی۔ کبھی اس نے مجھے کوئی تحفہ لا کر نہیں دیا۔ کبھی مجھے سیر سپاٹے کے لئے باہر نہیں لے گیا۔

کچھ ایسا ہی حال ٹالسٹائی کا تھا۔ وہ کہانیاں لکھنے میں اتنا غرق تھا کہ اس کی توجہ بیوی کی طرف سے ہٹ گئی اور دونوں میں وہ ان بن ہوئی کہ الامان والحفیظ۔ حالانکہ ٹالسٹائی نہایت نیک اور شریف مرد تھا۔ کچھ ایسی ہی بات مرزا غالب کے ساتھ بھی تھی۔ انہیں اپنی بیوی سے عشق تھا کیونکہ اس کی موت پر انہوں نے نہایت دردناک مرثیہ لکھا ہے مگر وہ اپنی غزلیات اور اردوئے معلیٰ میں اتنا ڈوبے ہوئے ہوں گے کہ انہیں خیال نہ رہا ازدواجی نفسیات کے تقاضوں کا۔ نتیجہ یہ ہے کہ ان کی ازدواجی زندگی تلخ ترین تھی۔

یہاں پر ہمارے ذہن میں نام آتے ہیں چند سلاطین کے، چند فاتحین کے، چند سیاسی لیڈروں کے، چند امراء، وزراء اور ملوک التجار کے جنہوں نے اپنی اپنی بیویوں کی خدمت میں کیا پیش نہیں کیا۔۔ دولت، اقتدار و حکومت، نام و نمود۔ وہ عوام و اقوام کی نفسیات کے ماہر تھے۔ مگر جو اپنی بیویوں کی نفسیات سے لاپرواہ تھے۔ چنانچہ ان کی ازدواجی زندگیاں انتہائی ناکام تھیں۔

افسوس صد افسوس، ماتم صد ماتم ان شوہروں پر جو اپنی بیویوں کی خودنمائی کو ذہنی غذا نہیں پہنچاتے اور ان بیویوں پر جو اپنے شوہروں کے تقاضائے نفس کو پٹرول فراہم نہیں کرتیں۔ دنیا میں دو ہی بھوک مشہور ہے۔۔۔ غذا کی اور جنس کی۔ مگر ایک تیسری بھوک بھی ہے مردوں کو بھی اور عورتوں کو بھی اور وہ بھوک سب سے تیز اور تند ہے۔ وہ ہے تعریف کی

بھوک۔ اگر تیرا شوہر خواہ مخواہ غصہ، گرم مزاجی، تیز زبانی اور چڑچڑاپن دکھا رہا ہے، اپنا کام انجام نہیں دیتا اور کسی صورت سنبھالے نہیں سنبھلتا تو قرینہ غالب ہے کہ تو نے اسے چند ہفتوں سے تعریف کا بھوکا اور پیاسا رکھا ہے۔

مگر اس کے معنی یہ نہیں کہ جھوٹی تعریف کر کے کسی کو بیوقوف بنایا جائے یا اس بھونڈے طریقے سے تعریف کی جائے کہ سارا مزا کرکرا ہو جائے۔ ہر شخص میں کچھ نہ کچھ پہلو تعریف کے ہیں۔ اس پہلو کی تعریف کرنی لازم ہے۔ بے شک تنقید ضروری چیز ہے مگر اس کے لئے بھی ہنر چاہئے۔

بعض تعریفیں خاموش ہوتی ہیں اور کتنی ہی بار عملی تعریف بہتر ہے زبانی تعریف سے۔ مثلاً ہاتھ ملانا۔ شاباشی کے طور پر پیٹھ پر تھپکی دینا، بچوں کو پیار کرنا، گود لینا۔ کچھ نہ کچھ ضیافت یا تحفہ کے طور پر پیش کرنا۔ خط لکھنا۔ مبارکباد یا تعریف کا تار بھیجنا۔ اسٹیشن پر استقبال کے لئے جانا۔ مسکرانا۔ زخم پر مرہم لگانا۔ نہایت گرمی اور دلچسپی سے اس کی بات سننا۔

ایک شخص نے اپنی بیوی کو خط لکھا۔ ''میں تم سے عشق کرتا ہوں۔ اس لئے نہیں کہ تم کیا ہو بلکہ اس لئے کہ میں کیا سے کیا بن جاتا ہوں جب تم موجود ہوتی ہو۔''

ایک مفلس شوہر نے کہا۔ ''کسی دن ہم بھی امیر ہو جائیں گے۔''

دیکھنا! بیوی نے کس خوبصورتی سے سنبھالا ہے۔۔ ''ہم لوگ تو ابھی ہی امیر ہیں۔ ہاں کچھ دنوں کے بعد ہمارے پاس روپے بھی ہو جائیں گے۔''

شوہر خواہ کچھ کرے۔ اس کی حرکتیں، اس کا پیشہ، اس کا مشغلہ تجھے کتنا ناپسند ہو، تجھے معلوم ہونا چاہئے کہ وہ ایسا کیوں کرتا ہے۔ شوہر ہمیشہ اپنی بیوی کو خوش نہیں کر سکتا اور نہ ہر بات میں اس کی خوشی و ناخوشی کا لحاظ رکھ سکتا ہے۔ اور نہ بیوی کو لازم ہے کہ ہر جگہ اور ہر بات میں موقع بے موقع کود پڑے۔ شوہر ہی سہی لیکن اسے بھی رازداں اور خلوت کی ضرورت ہے

اور اس راز داری کی خواہش کا احترام تجھ پر اتنا ہی فرض ہے جتنا تیری راز داری کی خواہش کا احترام اس پر فرض ہے۔ اسی لئے سوائے خاص حالات کے بہتر ہے کہ شوہر بیوی کے خطوط نہ کھولے نہ پڑھے۔ اور بیوی شوہر کے خطوط نہ کھولے نہ پڑھے۔

وکیل کی طرح جو اپنے موکل کی طرف سے لفظ ''میں'' استعمال کرتا ہے، تم اپنے شوہر کی طرف سے لفظ ''میں'' استعمال کرو۔ مثلاً یہ کہو۔ ''آج میرے بھائی کا خط آیا ہے۔ آج میری گاڑی مرمت کو گئی ہے۔ میرے دس روپے آج کہیں گر گئے۔''

کوئی شخص، خواہ وہ بھائی یا بہن یا شوہر یا بیوی ہی کیوں نہ ہو، اس رائے کو بالکل نظر انداز کر دے گا، جسے پیش کرنے والا اپنی رائے بنا کر پیش کرے گا۔ میری بیٹی! کبھی یہ نہ کہہ ''میری رائے یہ ہے۔ میں ایسا سمجھتی ہوں۔۔۔'' بلکہ یہ کہہ۔ ''جیسا کہ آپ نے پرسوں باغ میں کہا تھا۔ آپ کی ایک رائے مجھے پسند آئی۔ آج کل میں آپ کے ایک مشورہ پر بہت غور کر رہی ہوں۔''

اگر تو اسے اپنے خیال کے مطابق ڈھالنا چاہتی ہے تو اس کے ذہن نشین کر دے کہ یہ خیال اس کا اپنا ہے۔ تیرا نہیں۔

شوہر کو رام کرنے کا ایک اور اعلیٰ طریقہ یہ ہے کہ اسے اس کی پسند کا کھانا پکا کر کھلا۔ چینی زبان کی ایک کہاوت ہے کہ کسی کے دل و دماغ تک پہنچنا ہو تو اس کے شکم کے راستے پہنچو۔ یہ بہت کامیاب گر ہے۔

شوہر اگر ضعیف ہے تو اسے ایسا کام دے دے جو اس کی نظر میں اہم ہو۔ جسے وہ انجام دے سکے اور جسے انجام دینے میں وہ اپنی اہمیت جتا سکے۔ بہتر ہے کہ تو کہے ''یہ کام بڑا نازک اور اہم ہے۔ آپ کے سوا مجھے کسی اور کی صلاحیت پر اعتماد نہیں۔ یا یہ کام آپ ہی جیسا ماہر یا ایماندار شخص کر سکتا ہے۔''

اس کے دل کو جوان رکھ:

عیدین کے موقع پر بلکہ ہر چند ماہ پر اپنے لباس اور گیسو کا نہج بدل دے یعنی اپنے سر تا پا کو ایک نئی نویلی چیز بنا کر پیش کر۔ اپنے گھریلو ساز و سامان کی ترتیب و آرائش بدل دے بلکہ کوئی مناسب اضافہ کر دے۔ اگر موقع ہو تو چھ دنوں کے لئے آب و ہوا بدل دے۔ شوہر کے ساتھ اپنے والدین کے گھر یا کہیں اور چلی جا۔ رمضان المبارک کے افطار و سحر، تلاوت و تہجد کو خصوصی طور پر منا کہ روزمرہ کو سال کے سال ایک ماہ کے لئے بدل دینا نہ صرف صحت و سکون بخشتا ہے بلکہ ذوق و شوق پیدا کرتا ہے۔ اس میں دنیا کا بھی فائدہ ہے اور آخرت کا بھی۔

عزیز از جان بیٹی! خود اپنے شوہر کو ورنہ اس کے دل کو جوان رکھ! اسے نئے لباس، نئی امنگیں، نئی تعریفیں عطا کر۔ اگر وہ عمر رسیدہ ہے تو اس کے سفید بالوں، ٹوٹے دانتوں، دوا، عینک، عصائے پیری، پرانی یادوں کو مذاق کا نشانہ مت بنا۔ خلوت میں جلوت میں اس کی ان خوبیوں کو پیش کر جو اس نے حال فی الحال حاصل کی ہیں۔ ماضیٔ قریب میں اس نے یقیناً اپنے پیشہ میں کچھ مہارت، ملازمت میں کچھ ترقی، تجارت میں کچھ نفع حاصل کیا ہوگا، کوئی جائیداد یا کوئی نئی چیز خریدی ہوگی، کوئی تازہ نیک کام کیا ہوگا یا پھر تیرے لئے کچھ تحفہ لایا ہوگا یا تجھے ہوٹل، دریا سمندر پہاڑ۔۔ کہیں سیر و سیاحت کے لے گیا ہوگا۔

اگر مالی پریشانی ہے اور تیرا شوہر اپنی بساط کے مطابق تمام کوششیں کر رہا ہے تو خاص خاص موقعوں کے سوا مالی پریشانی کا تذکرہ نہ کر بلکہ اس کی کوششوں کو سراہ۔ اس کی ہمت بڑھا۔ تنگی اور ترشی میں اس کا ساتھ ہنسی خوشی کے ساتھ دے اور پیشانی پر کوئی بل نہ آنے دے۔ یاد رکھ! زیادہ دولت گھر میں خوشی نہیں بلکہ لڑائی لاتی ہے۔

اپنی جسمانی کشش کو قائم بلکہ دائم رکھ۔ تیری کامیابی کے لئے صحت بنیادی ضرورت

ہے۔

شوہر کو کبھی یہ نہ کہہ کہ اس نے تجھے چاہنا چھوڑ دیا ہے یا کمی کر دی ہے۔ ممکن ہے واقعہ ایسا ہی ہو لیکن اس کا علاج عمل سے ہے، آواز سے نہیں۔ اگر وہ عمر رسیدہ ہے اور تو جوان ہے یا دوسری یا تیسری بیوی ہے تو تجھے عمر کا مقابلہ کرنا، سوکنوں کا یا سوتیلے بچوں کا خرابی سے تذکرہ کرنا ہرگز مناسب نہیں بلکہ اپنے سوتیلے بچوں سے بھی خوب محبت کر اور ان کے ساتھ عنایت وشفقت سے پیش آ۔

کبھی دیگر بیویوں کا تذکرہ خرابی سے نہ کر۔ خصوصاً اگر وہ انتقال کر چکی ہوں یا الگ ہو چکی ہوں خصوصاً اگر تیرا شوہر انہیں خوبیوں سے یاد رکھتا ہے۔ وہ زندہ ہوں یا نہ ہوں، تیرے شوہر کے ساتھ ہوں یا نہ ہوں۔ ان کے رشتہ داروں کے ساتھ زیادہ محبت اور احسان کا سلوک کر۔ ان کے بچوں سے ہرگز کم پیار نہ کر۔ بلکہ اگر وہ یتیم ہوں تو زیادہ پیار اور خدمت کے مستحق ہیں کہ خدا نہ کرے تیرے بچے کبھی یتیم ہو جائیں۔

خدا حافظ

تیرا مشفق

گیارہواں خط

بے وفا شوہر

جمال لیلیٰ۔ ادائے سلمیٰ۔ کلام شیریں۔ خرام عذرا! خیر و عافیت کی دعائیں۔ یہاں بھی اور وہاں بھی۔

آج جس موضوع کو ہم چھیڑنا چاہتے ہیں، وہ ذرا تلخ ہے۔ خدا نہ کرے کہ تجھے اس کی ضرورت پیش آ جائے مگر وہ جو کسی نے کہا ہے ''بہترین کی امید رکھو اور بدترین کے لئے تیار رہو۔ علاج سے احتیاط بہتر ہے۔''

اگر شوہر (یا بیوی) بے وفائی اختیار کر لے تو پہلا سوال یہ ہے کہ اس کا ثبوت کیا ہے؟ کہیں ایسا تو نہیں کہ درمیان میں کوئی غلط فہمی، غلط گمانی آ گئی ہے؟ شک وشبہ نے تاریک رخ اختیار کر لیا ہے؟ کسی کے بہکانے لہکانے، چال بازی، سازش، مکر و فریب کا اثر ہے؟ کیا واقعات کچھ ایسے سامنے آ گئے ہیں جن پر غلط قیاس یا کم عقلی کی بنیادیں اٹھائی جا رہی ہیں؟ غرض کہ اچھی طرح تحقیق و تفتیش، چھان بین، دور بینی اور خرد بینی کر لینی چاہئے۔ بہت سی باتیں بہ ظاہر کچھ اور ہوتی ہیں، حقیقت میں اور ہوتی ہیں۔

اگر تمام تحقیقات کے باوجود کوئی جرم پایۂ ثبوت کو نہ پہنچ سکے تو شک کا ہر طرح فائدہ ملزم کو دینا چاہئے۔ تعلقات کی شیرینی، دل کی صفائی اور ذہن کا اطمینان وسکون اسی میں ہے۔

مگر اس کے معنی یہ نہیں کہ خطرہ کو نظر انداز کیا جائے۔ ہوشیاری کا تقاضا ہے کہ جس

قدر جلد ابتدائی منزلوں میں اس کی روک تھام کردی جائے' بہتر ہے، ایسا نہ ہو کہ قابو سے باہر ہو جائے۔

(۱)

بے وفائی خصوصاً جنسی بے وفائی اور آوارگی کے اثرات کسی ایک فرد یا دو افراد کا پرائیویٹ معاملہ نہیں ہے۔ اس کو ان کی خواہش پر نہیں چھوڑا جا سکتا ہے۔ اس برائی کے اثرات تمام سوسائٹی پر پڑتے ہیں۔ تمام خاندان پر اور آئندہ نسل پر پڑتے ہیں۔

شوہر اور بیوی مل کر ایک ٹیم بناتے ہیں۔ نئی نئی ذمہ داریاں خریدتے ہیں اور ان کے مقابلے کے لئے نئی نئی صلاحیتیں ابھارتے ہیں۔ یہ ذمہ داریاں اور ان کا مقابلہ زندگی بھر کا سودا ہے۔ چند ماہ یا چند سال کا نہیں۔ اور وہ شے جو زن وشوہر کو ایک جان دو قالب بناتی ہے' دو دلوں کو، دو دماغوں کو، دو روحوں کو جوڑتی، پیوند و پیوست کرتی ہے' وہ یہی جنسی تعلق ہے۔ اگر اس کے تقدس کو خراب کرنے کی آزادی عطا کردی جائے تو پھر ایک فریق کو دوسرے فریق سے وہ قلبی اور ذہنی تعلق نہیں ہوسکتا۔ وہ متحدہ محاذ نہیں بن سکتا جو اولاد اور دیگر ذمہ داریوں کے مقابلے کے لئے ضروری ہے۔ پھر کیوں شوہر بیوی میں اور بیوی شوہر میں ایک دوسرے کی صلاحیتوں کی تعمیر وترقی میں، ایک دوسرے کی صحت اور خوشی، خیریت اور عافیت میں اپنے تن من دھن سے دلچسپی لے؟ کیا یہ رشتہ وہ معاہدہ نہیں ہے کہ دونوں ایک دوسرے کے رفیق وشفیق، ایک دوسرے کے جاں نثار اور یارِ غار رہیں گے۔ ایک دوسرے کے عشق و محبت میں اپنا خواب وخیال نچھاور کردیں گے۔ بیماری، بدصورتی، ضعیفی، مفلسی، تباہی ہر منزل میں؟ کیا معاہدۂ نکاح لوگوں کے سامنے اور فرشتوں کے سامنے اس بات کا اعلان دونوں طرف سے نہیں ہے کہ آج سے منزلِ انتخاب کی سرحد ختم ہوتی ہے اور منزلِ راز و نیاز، عشق و وفا کی سرحد شروع ہوتی ہے؟ کیا یہ اعلان نہیں ہے کہ آج سے شوہر کے جسم و جان کی واحد

مالک بیوی ہے اور بیوی کے جسم و جان کا واحد مالک شوہر ہے؟

اس لئے بیوفائی بہت ہی سنگین قصور ہے۔ اسلام نے اس کی سزا رجم یعنی سب سے تکلیف دہ موت رکھی ہے۔ قصوروار مرد کے لئے بھی اور قصوروار عورت کے لئے بھی۔

مغرب کے اثرات نے نہ صرف زن و شوہر کے رشتہ کے تقدس کو توڑا ہے بلکہ کلب ڈانس، تماشے، شراب، قمار بازی اور بے پردگی کے ذریعہ اسے پھیلا دیا ہے۔ اور مخلوط طریقۂ تعلیم نے پٹرول میں ذرا سی خوشبو (ڈگری کی تلاش) چھڑک کر آگ لگادی ہے۔ بدقسمتی سے ہمارے ریڈیو اور ٹی وی اسے ہوا دے رہے ہیں۔

راہِ وفا سے بھٹکنا صرف عورت ہی کے لئے نہیں بلکہ مرد کے لئے بھی یکساں آفت ہے۔ بے پردگی کی وجہ سے عورت آزاد ہوگئی ہے۔ اقتصادی ضروریات نے اسے مردوں کے ساتھ کام کرنے پر مجبور کردیا ہے۔ بہت سی عورتیں تاجروں اور افسروں کی سیکرٹری ہیں۔ انہیں قربت کا بہت زیادہ موقع ہے۔ شوہر کی بے وفائی کا خطرہ یہیں سب سے زیادہ پیدا ہوتا ہے۔ یہیں سیکرٹری عورت اور بیوی عورت کی صلاحیتوں کا مقابلہ ہے۔

جان جہاں عزیز بیٹی! خدا نہ کرے تجھے اس کی ضرورت پیش آئے لیکن اس مقام کی نزاکتوں کو سمجھنا ضروری ہے۔ ذرا غور کر، شوہر کی بے وفائی کے داخلی اور خارجی اسباب کیا کیا ہو سکتے ہیں؟

داخلی اسباب:

ذرا ٹھنڈے دل سے غیر جانبدار ہو کر جائزہ لے کہ وہ کون سی چیزیں ہیں جو شوہر کو گھر میں ملتی ہیں اور اسے نہیں ملنی چاہئے اور وہ کون سی چیزیں ہیں، جو اسے گھر میں نہیں ملتی ہیں اور اسے ملنی ہی چاہئیں۔

(۱) کیا تو جھگڑالو، زبان دراز، درشت مزاج ہے اور بات بات پر تلخی پیدا کرتی ہے؟ کیا تو

غصہ وگرمی، طعن وتشنیع ، بدتمیزی اور گالی، خنجر وشمشیر کے ذریعہ اپنی اہمیت جتاتی ہے؟ تو گفتار کی غازی ہے یا کردار کی؟

(۲) کیا تو شوہر کو دھمکاتی ہے، روٹھنے سے، اینٹھنے سے اور والدین کے گھر چلے جانے سے؟

(۳) کیا تو شوہر کی تابعداری کرتی ہے؟ اس کا حکم مانتی ہے؟ اس کے مزاج کے اشارے پر رقص کرتی ہے؟ کیا تجھے اس کی ضروریات، خواہشات اور آرام وآسائش کا خیال ہے؟ اور کتنا خیال ہے؟

(۴) کیا تو باورچی خانہ میں کام کرتی ہے؟ اس کی پسند کا کھانا پکاتی ہے؟ اس کے کپڑے دھوتی ہے؟ اس کی قمیصیں مرمت کرتی ہے، اس کے سر میں تیل ڈالتی ہے، وقت ضرورت اس کی تیمارداری کرتی ہے، اس کی مرہم پٹی کرتی ہے؟

(۵) کیا تو اس کی باتوں کو دلچسپی اور صبر سے سنتی ہے؟ اس کے موڈ کا، رفتارِ نبض کا، مزاج کے جوار بھاٹے کا لحاظ رکھتی ہے؟ یا بلا داہنے بائیں دیکھے، بلا سوچے سمجھے کہ تخم ڈالنے کے لئے زمین ہموار ہے یا نہیں، بلا اس کی ہمدردی اور دلچسپی حاصل کئے تو اپنا حکم چلا دیتی ہے، اختلاف رائے کرتی ہے اور بری خبر سنا دیتی ہے؟

جب وہ دفتر یا مکان سے تھکا ماندہ، بھوکا پیاسا، گھبرایا ہوا اور پریشان آتا ہے، کیا تو اسی وقت اس کے سامنے مسائل پیش کر دیتی ہے یا اپنا رونا دھونا لے کے بیٹھ جاتی ہے۔ فرمائش وفہمائش کرنے لگتی ہے، اسے بات کرنے کا موقع نہیں دیتی؟ یا اس کا ہاتھ منہ دھلاتی ہے، ناشتہ چائے پیش کرتی ہے۔ اس سے اس کی دلچسپی کی باتیں کرتی ہے، اس کے مسائل و واقعات سنتی ہے۔ اس کا غم غلط کرتی ہے، اس کی خدمت کرتی ہے؟

(۶) کیا تو اپنے شوہر کی انسلٹ کرتی ہے۔ اس کے متعلق ذلیل ریمارک دیتی ہے اس کی اہمیت کو گھٹاتی ہے۔ (۱) بچوں کے سامنے (۲) نوکروں کے سامنے (۳) گھر والوں، پڑوس

والوں اور دیگر افراد کے سامنے؟ کیا تو سب کے سامنے اس پر تنقید کی دو دھاری تلوار چلا دیتی ہے؟

(۷) کیا تو اسے بار بار ٹیلی فون کرتی ہے کہ اس کے دفتر یا دکان کے کام میں خلل ہو؟ کیا تو اس کی (یا اس کے) سیکرٹری کو ٹیلی فون پر یا گھر پر یا کسی موقع پر ڈانٹ پلا دیتی ہے تا کہ اس پر تیری برتری واضح ہو جائے؟ کیا تو سیکرٹری کی شکایت اس سے کرتی ہے یا اس کی شکایت سیکرٹری سے؟ کیا تو اس کے دفتر یا دکان جاتی ہے یا وہ بات یا حرکت کرتی ہے جس سے اس کی پوزیشن رفقائے کار، افسروں، ماتحتوں یا گاہکوں کے سامنے خراب ہو جائے؟

(۸) کیا تو اس کی آمدنی سے زیادہ خرچ کرتی ہے یا ان چیزوں پر خرچ کرتی ہے جو اسے پسند نہیں یا ان چیزوں پر خرچ نہیں کرتی جو اسے پسند ہیں؟ کیا تو حساب نہیں رکھتی؟ کیا تو اس کے لئے دردِ سر ہے؟

(۹) کیا تو نے اس کا راز اور اہم راز فاش کر دیا ہے؟ کیا اس پر ظاہر ہے کہ تو رازداں اور رازدار بننے کی صلاحیت نہیں رکھتی؟

(۱۰) تو گھر کو، بچوں کو، اپنے آپ کو کیسا صاف ستھرا، دلکش، سدا بہار اور سدا جوان دکھاتی ہے؟ خانہ داری میں تیرا سلیقہ کیا ہے؟

(۱۱) مہمانی اور میزبانی، مجلس اور محفل کے مواقع پر تو کیسی ثابت ہوتی ہے۔۔ خصوصاً جب کہ وہ ضیافت اور مجلس اس کے دوستوں اور رشتہ داروں کی ہو؟ کیا تو اس کی عزت افزائی کرتی ہے؟ وغیرہ وغیرہ

میری خام عقل اور باتجربہ کار بیٹی! شوہر کی بے وفائی کی صورت میں سب سے پہلے تجھے یہی سوچنا ہوگا کہ آخر تجھ میں وہ کون سی کمی ہے جو اسے دوسری عورت کی خواہش ہوئی۔ اگر تجھ میں کوئی خاص کمی ہے جسے دوسری عورت پورا کر رہی ہے تو ہوشیار ہو جا۔ خدانخواستہ

تیرا گھر اجڑنے والا ہی ہے اور تیری ہی حماقت سے ؏
اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے

خارجی اسباب:

یہ صحیح ہے کہ جوانی اور خوبصورتی بہت پرکشش ہیں اور سیکرٹری عورت تجھ سے زیادہ جوان اور حسین ہوسکتی ہے، لیکن اس کا سدباب ممکن ہے دوسرے محاذ پر۔ سیکرٹری عورت کو تجھ پر چند سہولتیں حاصل ہیں۔ (۱) دفتر اور مکان میں وہ تیرے شوہر کے رازوں، معاملات کی پوزیشن کو، اس کے کمزور اور مضبوط پہلوؤں کو بہتر جانتی ہے۔ (۲) دن میں آٹھ گھنٹے اس کے قریب رہتی ہے اور اس میں سے کچھ وقت غیر دفتری اور غیر کاروباری گفتگو میں صرف ہوسکتا ہے۔ (۳) شوہر اور سیکرٹری دونوں ایک ہی وقت فارغ ہوتے ہیں۔ (۴) سیکرٹری آزاد ہوتی ہے بچوں اور دیگر خانگی جھمیلوں سے۔ (۵) وہ اپنی رقم خود کماتی ہے۔ تیرے شوہر کو قرض دے سکتی ہے۔ اس کی دعوت کرسکتی ہے۔ (۶) عموماً وہ زیادہ تعلیم یافتہ اور زیادہ زمانہ شناس ہوتی ہے۔ (۷) ممکن ہے وہ کنواری یا بیوہ یا طلاق یافتہ ہو اور یہ بات تیرے لئے سوچنے کی ہے۔

لیکن تیرے ہاتھ میں جو اسلحہ جات ہیں وہ زیادہ کاری ہیں۔ وہ زیادہ سے زیادہ سیکرٹری ہے مگر تو بیوی ہے اور بچوں کی ماں۔ وہ دفتر میں ہے اور تو گھر میں ہے۔ قسمت میں، غم و خوشی میں، فکرِ دنیا میں وہ شریک نہیں مگر تو بہتر نصف ہے۔ کیا تو شوہر پر زیادہ اچھا اثر نہیں ڈال سکتی؟

ہر سیکرٹری عورت اچھی طرح جانتی ہے کہ کسی افسر کی بیوی کیسی ہے۔ خواہ کبھی کی نہ دید ہو نہ شنید۔ وہ خوب جانتی ہے کہ کونسی بیوی اپنے شوہر کو ایک مسکراہٹ کے ساتھ بھیجتی ہے اور کون مرچ جیسی تلخی کے ساتھ۔ کون ہے جس سے اس کا شوہر خوش ہے اور کون ہے جس سے

اس کا شوہر ناراض ہے۔ اور کیوں؟ اگر وہ کسی شوہر کو حاصل کرنا چاہتی ہے، خاص طور پر ناراض شوہر کو تو دیکھو وہ کس طرح ازدواجی اختلافات کی خلیج کو وسیع کرنے لگ جاتی ہے۔

ہمارے لکھنے کا مطلب یہ نہیں کہ ہر سیکرٹری عورت اسی قسم کی ہے۔ بہت سی خواتین انتہائی بلند، اعلیٰ اور ارفع ہوں گی اور یقیناً ہیں۔ ہمارے لکھنے کا مطلب یہ دکھانا ہے کہ شوہر کسی بازاری عورت کے قبضہ میں کس طرح اور کیوں جا سکتا ہے اور مشکل ہے کہ عورت۔۔ خواہ وہ ابتداء میں کوئی بازاری ارادہ نہ رکھتی ہو۔۔ اپنے دام میں ایک خوبصورت دولت مند مرد کو پھنسا سکے اور نہ پھنسائے۔ اگر وہ پھنس گیا تو زیادہ قرینہ یہی ہے کہ قصور اس کی بیوی کی حماقت کا ہے۔

اس لئے اے میری بیٹی! اختلافات کی مدت کو طویل نہ ہونے دے اور سمجھوتہ کا پہلا موقع پکڑ۔ خواہ کچھ دب کر ہی۔ گھر کو صاف ستھرا، پُرسکون اور دلچسپ بنا۔ ضروری ہے کہ تیرے شوہر کے لئے گھر میں جی لگنے کا ہر سامان موجود ہو تا کہ دلچسپی کے لئے اسے باہر جانے کی ضرورت نہ ہو۔ تو اپنے مزاج اور اپنی زبان کو تیز اور تلخ اور تند نہ بنا۔ بدتمیزی، بدگوئی، چیخنے، رونے اور ہنگامہ برپا کرنے سے محفوظ رہ۔ لباس کو نہ صرف صاف صاف رکھ بلکہ خوش مذاق اور دل کش بھی۔ اور مزیدار کھانے، طرح طرح کے کھانے، ارزاں کھانے کی طرف خاص توجہ دے۔ کیا تو نہیں سمجھتی کہ گھر بھی ایک دفتر ہے، ایک دکان ہے اور تو وہاں کی سیکرٹری بلکہ چیف سیکرٹری ہے۔ گھر کو بھی کاروباری انداز سے چلا اگرچہ اس کی نوعیت جدا ہے۔

گھر میں ایک ایسا دلچسپ کھیل ایک ایسی ہابی پیدا کر جس میں تو تیرا شوہر دونوں حصہ لے سکیں۔ یہ شرکت کھیل میں بھی ہونی چاہئے، کام میں بھی، آرام میں بھی، فکر میں بھی، رنج وراحت میں بھی۔

جب تیرا شوہر گھر میں ہو تو خبردار! تیرا انداز یہ نہ کہے میں تھکی ہوئی ہوں۔ میں ہمت شکستہ ہوں یا میں غم زدہ ہوں؟ تیری آواز سے نہ ٹپکے کہ میں جذباتی ہوں یا گھر میں لڑنے والی ہوں۔ یا گھر میں بھیگی بلی ہوں۔ تیرے چہرے سے یہ نہ ظاہر ہو کہ اس وقت میری مالی حالت کیسی ہے اور میرے دل ودماغ میں کیا کیا خیالات گردش کر رہے ہیں۔

جب شوہر سامنے ہو تو تیرے منہ سے پھول جھڑتے ہوں ؎

پھر دیکھئے اندازِ گل افشانی گفتار

رکھ دے کوئی پیمانہ و صہبا میرے آگے

(۲)

خدا کرے کہ تیرا شوہر بہت سیرت والا ہو اور تاحیات سیرت والا رہے لیکن اگر وہ ایسا نہیں ہے تو گھبراہٹ اور پریشانی کی بات نہیں۔ تو خود اعلیٰ سیرت کی مثال قائم کر۔ اعلیٰ سیرت کا سایہ لوگوں پر پڑ جاتا ہے۔ وہ آہستہ آہستہ سیرت والے ہو جاتے ہیں۔ گھر کا ماحول سیرت والا بنا۔ حرام آمدنی اور حرام غذا سے پرہیز کر۔ موقع محل دیکھ کر مناسب الفاظ و انداز میں سب کو نیک راہ بتا۔ سب کے لئے نیک دعائیں کر اور نیک امید رکھ۔ انشاء اللہ حالات بدل جائیں گے۔

امید ۔۔۔ جو انسان کو تعلیم و تربیت دیتی ہے جو بدترین حالات میں بھی سکون و اطمینان بخشتی ہے۔ جو امروز کی مشکلات کو فردا کی خوشخبری سناتی ہے۔ جو مجاہد کو میدانِ جنگ میں لے جاتی ہے۔ غریبوں کی غذا، بیماروں کی شفا، دعاؤں کی حرارت، جینے والوں کی قوت بازو۔ مرنے والوں کا آخری سہارا۔

دل کی آنکھوں سے جنت کا نظارہ کرنے والوں نے اللہ کی راہ میں خوشی خوشی جانیں دیدیں۔ اولادیں لٹادیں۔ مال ومتاع نچھاور کر دیئے۔ بادشاہوں نے فقیری کی اور فقیروں

نے بادشاہی کی۔ مٹھی بھر نفوس لئے فوج کی فوج کے چھکے چھڑا دیئے۔ اسی امید کی بدولت کتنے بے شمار مریض شفایاب ہو گئے، کتنے حاجت مند غنی ہو گئے، کتنے مظلوم ہمت اور طاقت سے مسلح ہوئے، کتنے ڈوبے ہوئے ساحلِ مراد پر آ گئے، کتنے گناہگاروں کو توبہ اور مغفرت کی توفیق نصیب ہوئی۔ امید ہر دعا مانگنے والے کے دل کی دھڑکن ہے۔ ہر عبادت کی روح ہے۔ ہر ہدایت کا مینارِ نور ہے۔

اس لئے بیٹی! اگر تیرا شوہر غلط کار، سیہ کار، جفا کار ہے اور سنبھالے نہیں سنبھلتا تو بس مالکِ کائنات اور خالقِ کائنات کی تقدیر کے آگے جھک جا۔ دعائیں اور امیدیں۔ امیدیں اور دعائیں۔ اس پر یقین ہونے اور نہ ہونے کا نام ہی جنت اور جہنم ہے۔

شاید خزاں سے شکل عیاں ہو بہار کی
کچھ مصلحت اسی میں ہو پروردگار کی

جب کوئی ناشدنی بات پایۂ ثبوت کو پہنچ جائے تو ممکن ہے اس کی غلطی وقتی ہو۔ اگر ایسا ہے تو اس کا ایک اچھا پہلو بھی ہے۔ اس سے زیادہ خوش نصیب موقع نہیں کہ وہ غلطی کر کے سچے دل سے پشیمان ہو کیونکہ جب وہ پشیمان ہو گا تو راہِ راست پر زیادہ مستعدی سے واپس آ جائے گا۔ اس لئے اللہ تعالیٰ کو وہ لوگ بہت عزیز ہیں جو توبہ اور سچی توبہ کرنے کے بعد از سرِ نو راہِ راست پر آ جاتے ہیں۔

بہر کیف اگر اصلاح پھر بھی نہ ہو تو کیا کرنا چاہئے؟

یہ تیری جنگ ہے۔ کوئی تیری طرف سے نہیں لڑ سکتا۔ ایسی صورت میں ہمارا قیمتی مشورہ یہ ہے کہ برداشت کر۔ خلع اور طلاق کی طرف نہ جا۔ اگر تو جدائی کرے گی، خواہ عارضی خواہ مستقل، تو اس عورت کو اور بھی کھل کھیلنے کا موقع مل جائے گا جس کے دامِ فریب میں وہ گرفتار ہے۔ آج کل ایسی عورتیں حشرات الارض کی طرح پھیلی ہوئی ہیں۔ یہ اُن خراب

عورتوں کے مقابلہ میں بہت ہوشیار اور خطرناک ہوتی ہیں جن سے سابقہ ایک سو سال پہلے ہماری دادی اور نانی کو پڑتا تھا۔ بیسویں صدی میں میڈیکل سائنس کی ترقی کی بدولت اب انہیں حمل یا بیماری کا خطرہ بھی نہ رہا۔ سینماؤں، کلبوں اور ہوٹلوں نے اس اخلاق سوزی کو اور بھی شہ دیدی ہے۔

اگر تو حالات کو نہیں بدل سکتی ہے تو اپنے چہرے کو، اپنے طرزِ عمل کو، اپنے اصولوں کو نہ بدل۔ کم از کم اپنے بچوں کے ذہن اور مستقبل کے لئے اسی گھر میں رہ، اسی شوہر سے واسطہ رکھ جس نے باہمی اعتماد کے شیشہ کو یوں چکنا چور کر دیا ہے۔ پرانی باتیں، پرانے تعلقات یہ سب تیری دلداری کو کافی ہیں۔

اگر تو نے شوہر کو چھوڑ دیا تو اس واقعہ کا شہرہ تمام سوسائٹی میں پھیل جائے گا۔ تیری سماجی عزت و منزلت کو ٹھیس لگے گی۔ ہر زبان پر یہی گفتگو ہوگی۔ ہر انگلی تیری طرف اشارہ کرے گی۔

خلع یا طلاق کے بعد دوسری شادی کا مسئلہ اور بھی پیچیدہ ہے۔۔۔ خصوصاً پہلے شوہر کے بچوں کے ساتھ۔ اگر خدانخواستہ وہاں بھی یہی صورت پیدا ہوگئی؟

جدائی کی صورت میں یہ سوال بھی پیدا ہوتا ہے۔۔۔ کیا تو ساری زندگی اپنا اور اپنے بچوں کا اقتصادی اور دیگر بوجھ اٹھا سکتی ہے؟

اگر تیرا شوہر غلط راستے پر جا رہا ہے۔۔۔ تیری ہر تدبیر اصلاح کے باوجود، تو شور و غل برپا نہ کر۔ اسے سات پردوں کے اندر پوشیدہ راز رہنے دے۔ اپنی قریب ترین بہن یا سہیلی کو بھی نہ بتا۔ کیونکہ اس قسم کی خبر پھیلانے کے لئے بہت مزیدار ہوتی ہے۔ اس میں نمک، مرچ، مسالہ اتنا زیادہ ہے کہ کوئی زبان اس کا چٹخارہ لئے بغیر، اسے سنے اور سنائے بغیر اور اپنی طرف سے کچھ زیب داستان بڑھائے بغیر نہیں رہ سکتی۔ اور اس راز کے افشا ہو جانے

سے، گھر میں، خاندان میں اور سوسائٹی میں تیری پوزیشن کتنی کمزور ہو جائے گی' اندازہ کر لے۔

اگر وہ توبہ کرے اور پھر راہِ وفا پر واپس آنے کا وعدہ کرے، تو اسے پھر موقع عطا کر۔ اگر چہ اس کے وعدوں پر تیرا اعتماد کمزور پڑ گیا ہے۔ ایک بار اور اس کی آزمائش کر۔ ایک بار اور اپنی کمر ہمت مضبوط کس لے۔

اللہ تیرا حافظ و ناصر، آمین۔

بہترین دعاؤں کے ساتھ

تیرا باپ

بارھواں خط

خانگی سیاست

والدین کے آسمان آرزو کی قوس قزح! تابندہ باد!

گھر کیا ہے؟ یہ وہ دل ہے جہاں ہر طرف سے بیکار خون آتا ہے اور کارآمد خون میں تبدیل ہو کر باہر نکلتا ہے۔ یہ وہ مقام ہے جو تھکاوٹ، پریشانی، غم، بھوک، پیاس کو رفع کرتا ہے، اور سب کو تازہ دم، پُر امید اور پُر جوش بنا کر اپنے اپنے کام پر بھیجتا ہے۔ یہ وہ بیس لائن ہے جو آگے لڑنے والی فوج کو راشن دوا اور اسلحہ جات سپلائی کرتی ہے۔ خواہ جھونپڑی ہو، خواہ بنگلہ ہو، گھر وہ ہے جہاں سے جسم کو راحت اور خوشی اور روح کو محبت اور ولولہ کی فراہمی ہوتی ہے۔

ضروری ہے کہ گھر والی اپنے گھر کو ایسا سنوارے کہ یہ مقاصد پورے ہو سکیں۔ وہ گھر جنت ہے جس میں مادی ضروریات بھی موجود ہوں اور ذہنی ضروریات بھی۔ اس لئے گھر والی کا خانہ داری۔۔۔ بالفاظ دیگر خانگی سیاست۔۔۔ میں ماہر ہونا ضروری ہے۔ سیاست کے معنی یہ نہیں کہ دھوکا فریب، جھوٹ، بے ایمانی، ظلم اور ہر نیک و بد ذریعہ سے اپنا کام نکال لینا خواہ دوسروں کا کچھ ہی نقصان ہو جائے۔ سیاست کے معنی ہیں عقل، خوش تدبیری، خوش سلیقگی اور بڑے مقصد کے لئے قربانی۔ بیٹی! اس معاملہ میں تیری رائے یقیناً مختلف نہیں ہوگی۔

شادی نے تیرے سر پر گھر کی ملکہ یا مالکہ کا تاج رکھ دیا ہے۔ لیکن تاج کے لائق بنانا ہر

کس وناکس کونہیں آتا۔ تجھے سب سے زیادہ توجہ اپنے سرتاج کی طرف دینی ہوگی۔

شوہر:

۱۔ شوہر پر فرض ہے کہ گھر کہ مادی ضروریات کے لئے آمدنی حاصل کرے اور آمدنی حاصل کرنا آسان نہیں۔ زراعت ہو یا تجارت، فن ہو یا ملازمت، لازم ہے کہ کام کرنے والے کا دل نہ صرف خوش خوش ہو بلکہ زیادہ سے زیادہ کمانے کی امنگ اور ولولہ سے پُر ہو۔ اگر اسے یہ آمدنی گھر پر خرچ کرنی ہے تو انصاف کا تقاضا ہے کہ گھر اسے خوشی سکون اور ولولہ مہیا کرے۔ اگر اسے یہ چیزیں گھر سے نہ ملیں گی تو شاید وہ ان کی تلاش میں کہیں اور نکل کھڑا ہوگا۔ اور خدانہ کرے اس کے قدم غلط سمت اٹھ جائیں۔ گھر سے یہ چیزیں اسی وقت مل سکتی ہیں جب بیوی فرمانبردار ہو۔ نیک سیرت اور پاک دامن ہو۔ بدمزاجی اور زبان درازی سے کوسوں دور ہو۔ فطرت کا قانون ہے کہ شوہر اسی وقت گھر کے معاملات۔۔۔ اور خصوصاً مالی معاملات۔۔۔ میں دلچسپی لے گا جب اسے گھر کا بادشاہ بلکہ ڈکٹیٹر تسلیم کیا جائے۔ جب ا کی لیڈری بلا شرکت اور بلا بحث اور بلا چوں وچرا ہو۔ جب اس کا حکم بیوی اور بچوں پر فوراً واجب تعمیل ہو۔

۲۔ اس کے غصے کو برداشت کرو۔ اور لاٹھی کا جواب تلوار سے نہ دو۔ ایک مشینی چولھے پر ہدایت یوں لکھی تھی۔ اوپر کا سوراخ کھلا رہنے دیں۔ جب فاضل گرمی خارج ہو جائے گی تو سوراخ خود بخود بند ہو جائے گا۔

ایک ہوشیار بیوی نے یہ ہدایت اپنے گرم مزاج شوہر پر چسپاں کر دی۔ جب وہ زیادہ غصہ میں آتا تھا تو اس کے منہ سے فاضل گرمی خارج ہونے لگتی تھی۔ اس کے بعد سوراخ خود بخود بند ہو جایا کرتا تھا۔

۳۔ جب تمہیں غصہ کرنے کی ضرورت پیش آئے تو چوبیس گھنٹے پہلے تفصیلی پلان بنالو کہ

تمہیں کس پر غصہ کرنا ہے، کس وقت، کتنا، کیوں، کن الفاظ میں اور کتنی دیر تک۔ پلاننگ کے بغیر غصہ کا نتیجہ ہمیشہ غلط آئے گا۔

جب غصہ آئے' اگر کھڑی ہو بیٹھ جاؤ، اگر بیٹھی ہو لیٹ جاؤ، اگر لیٹی ہو سو جاؤ۔ غصہ کبھی ارجنٹ نہیں ہوتا۔

۴۔ شوہر کے کام میں اس کے معاملات میں اس کی پسند و ناپسند میں اس کی دلچسپی میں دلچسپی لو۔۔۔ عملی دلچسپی۔

ایک لڑکی نے شادی کی انگوٹھی دکھاتے ہوئے کہا! مجھے اس کو حاصل کرنے کے لئے فارسی زبان کے ہر عظیم شاعر کا نام، خاندان، حالاتِ زندگی اور اس کے بہترین اشعار یاد کرنے پڑے کیونکہ میرا منگیتر فارسی شاعری سے بڑی دلچسپی رکھتا تھا۔

۵۔ کیا تم ریڈیو ہو جو کسی کی نہیں سنتا۔ بس اپنی گائے جاتا ہے۔

۶۔ اسے محسوس ہونے دو۔۔ بار بار اور ہر بار نئے انداز میں۔۔ کہ تمہیں اس کی ضرورت ہے۔ تمہیں اس کی ضرورت ہے۔ تمہیں اس سے محبت ہے۔ کبھی کبھی تم پیش قدمی کرو۔

۷۔ اگر وہ اپنی تعریف آپ کر رہا ہے، سمجھ جاؤ کہ وہ تعریف کا بھوکا ہے۔۔۔ تمہاری طرف سے۔

۸۔ جب وہ ناکامی اور افتاد سے نڈھال ہو تو اس کی ہمت بڑھا اور اس کی کامیابی کے دنوں۔۔۔ ماضی اور مستقبل۔۔۔ کو ذکر و فکر میں لا۔

تیرا بہترین تحفہ کسی شخص کی خدمت میں وہ اچھی یادیں اور وہ اچھے تصورات ہیں جو تیری بدولت اسے نصیب ہوں۔ اپنی طرف سے وہ واقعات بنا جو اچھی یادیں چھوڑ جائیں۔ اور مستقبل کو اتنا دلکش بنا کر پیش کر کہ حوصلہ، ہمت اور ارادہ پیدا ہو جائے۔

۹۔ تنقید بڑی کارگر چیز ہے لیکن اس کے لئے وقت، طریقہ اور الفاظ کا صحیح انتخاب ہر شخص

کو نہیں آتا۔ یہ تدبیریں صرف شوہر ہی کے ساتھ نہیں بلکہ گھر اور باہر کے دوسرے افراد کے ساتھ بھی آزمانا ضروری ہے کہ وہ سب تیرے دوست بن جائیں۔

ساس، نند وغیرہ:

ساس اور نند، خصوصاً بیوہ ساس یا بیوہ نند کے ساتھ سعادت اور خدمت کے ساتھ پیش آنا ان کی دعائیں لینا ہے۔۔۔ اور بے کسوں اور بے بسوں، مصیبت زدوں کی دعائیں درگاہ الٰہی میں سب سے زیادہ مقبول ہوتی ہیں۔۔۔ اور اپنے والدین کا نام روشن کرنا کہ انہوں نے تجھے ایسی تربیت دی۔

ساس اور نند سے اقتدار مت چھین۔ سارے اہم فیصلے ان کے مشورے اور ان کی خوشی سے ہونا چاہئیں۔تو گھر کی مالکہ ہے بے شک۔لیکن مستقبل میں۔آج وہ گھر کی مالکہ ہیں۔تو صرف وارثِ تخت وتاج ہے۔

پیاری نازلی! گھر میں مندرجہ ذیل فضا ہرگز پیدا نہیں ہونی چاہیے۔۔۔خصوصاً ی طرف سے۔اگر کسی اور کی طرف سے یہ تلخ فضا پیدا ہوئی ہے تو فوری سدِ باب کر کہ ممکن ہے اس کی لپیٹ میں تو یا تیرا شوہر آجائے۔

(۱) جب گھر کے دو افراد کے درمیان صاحب سلامت اور بات چیت بند ہو جائے۔

(۲) گھر کے کسی فرد کو یہ صحیح یا غلط فہمی ہو جائے کہ ضروری باتیں اس سے چھپائی جا رہی ہیں یا اس کے خلاف غلط فہمیاں پیدا کی جا رہی ہیں یا اس کی صحبت سے گریز کیا جا رہا ہے۔

(۳) گھر میں اقتدار کی رسہ کشی ہو رہی ہے۔

(۴) کسی مخصوص فرد کو تضحیک وتذلیل (طنز اور انسلٹ) کا نشانہ بنایا جا رہا ہے اور اس کے ہر اچھے برے کام پر خواہ مخواہ نکتہ چینی کی جا رہی ہے اور جو مقام وعزت اسے چھوٹوں یا بزرگوں کی صف میں ملنا چاہیے وہ اسے نہیں مل رہا۔

(۵) گھر میں چوری ہو رہی ہے یا بے ایمانی ہو رہی ہے۔۔۔ چیزوں کی یا نقدی کی۔

(۶) کوئی گھر کے راز باہر فاش کر رہا ہے۔

(۷) کوئی بے وفائی کر رہا ہے۔ اس کی دلچسپی گھر سے یا گھر والوں سے کم یا ختم ہوگئی ہے۔ اور وہ اِدھر اُدھر روپے ضائع کر رہا ہے۔

حتی الامکان یہ حالات پیدا نہیں ہونے چاہئیں۔ ان کا دور سے اٹھتا ہوا غبار بھی خطرناک ہے۔ اگر تو ایک ایسا فریق ہے تو فی الفور اپنی اصلاح کر۔ شاید اس کے لئے تجھے کچھ قربانی دینی پڑے لیکن اگر کسی اور فرد یا افراد پر اس کی ذمہ داری عائد ہوتی ہے تو مجرم کا پتہ لگا۔ ممکن ہے تجھے کچھ جاسوسی استعمال کرنی پڑے۔ اگر دو افراد میں بول چال بند ہے یا تلخی ہے یا جنگ ہے تو تیرا فرض عین ہے کہ بیچ میں پڑ کر مصالحت کرا دے۔ فریقین سے الگ الگ مل کر ان کے نقطہ ہائے نظر سن، صحیح وجہ کو دریافت اور اس کی روک تھام کر۔ کوئی غلط فہمی پیدا ہوگئی ہو تو دور کرا دے اور گھر میں جائز خوشی اور دلچسپی کا سامان پیدا کر۔ اس سلسلہ میں چائے یا کھانے کی دعوت کا حربہ بہت کاری ہوتا ہے۔

گھر والوں سے یا باہر والوں سے بہتر اور شیریں تر تعلقات پیدا کرنے کی چند تدبیریں بہت کارگر ثابت ہوئی ہیں۔ مثلاً

(۱) شوہر یا ساس یا نند یا دیور یا خسر کے مزاج کے مطابق گھر کا حلیہ تبدیل کر دینا، لوگوں کے کمرے بدل دینا، فرنیچر کو نئی ترتیب سے لگانا یا ان کی جگہ بدل دینا اور اس ضمن میں ان لوگوں سے نہ صرف پیشگی مشورہ کرنا بلکہ شریک کرنا۔

(۲) کوئی نیا کھانا پکانا اور اس میں بھی انہیں شریک کرنا۔

(۳) کوئی تقریب منعقد کرنا اور سب کو شریک کرنا۔۔۔ خواہ وہ تقریب بچے کی بسم اللہ ہو۔

(۴) تحفہ: کسی کو نیا لباس سلوا دینا۔ مگر کپڑے کی خریداری میں اس کی پسند اور شرکت ضروری ہے۔ پسندیدہ کتاب، مٹھائی یا خوشبو خرید دینا۔

(۵) کسی کو پکنک یا سفر پر لے جانا۔

(۶) اگر کوئی بیمار ہے یا فرضی بیمار ہے بہر حال اس کی تیمارداری یا محض چیک اپ کی خاطر ڈاکٹر کے یہاں اس کو لے جانا۔

(۷) تیرے ریڈیو یا ٹی وی پر کوئی خاص پروگرام آنے والا ہو تو اسے دعوت دینا وغیرہ وغیرہ۔

اس قسم کی تدبیریں تعلقات کو بہتر بنانے کے لئے اور ٹوٹے ہوئے تعلقات (ڈیڈ لاک) کو جوڑنے کے لئے بہت ضروری ہیں۔

کسی باپ یا ماں کے دل تک پہنچنے کے لئے اس کے بچے بہترین زینہ ہیں۔ تیرے سوتیلے بچے بھی اگر ہوں تو شوہر، نند یا ساس کا دل جیتنے میں بہت مفید ثابت ہو سکتے ہیں۔ دعوت مدارت، تحفے، عیدیں، تقریبات اور ویسے بھی بچوں کو۔۔۔ خصوصاً یتیم بچوں کو۔۔۔ نہ بھول۔

یاد رکھ اور گرہ میں باندھ لے کہ۔۔۔

(۱) غلط فہمیاں سانپ سے زیادہ خاموش اور اژدھے سے زیادہ خطرناک ہیں۔ انہیں گھر سے باہر نکال اور آئندہ کے لئے داخلہ بند کر۔

(۲) ہر کہ خدمت کرد او محبوب شُد (جس نے خدمت کی وہ محبوب ہوا)

(۳) ہر کہ ہمت کرد او مخدوم شُد (جس نے ہمت کی وہ مخدوم بنا)

(۴) شکایت یا اعتراض یا تردید یا تنقید پیش کرنے میں جلد بازی نہ کر۔

آهسته خرام بلکه مخرام زیر قدمت هزار جان است

(۵) اپنی عمر ایک سال کم کر لے یعنی گذشتہ سال کی صحت و توانائی واپس لا۔

(٦) غلطی میری ہے۔ تم حق پر ہو۔ مجھے آپ پر فخر ہے۔ مجھے آپ کی ضرورت ہے۔ آپ کے والد صاحب کی شرافت بہت یاد آتی ہے۔ آپ کی باتوں میں بڑی چاشنی ہے۔ آپ کی مہربانی۔ آپ کا شکریہ۔ ابھی تو تم جوان ہو۔ مجھے تم سے کتنی محبت ہے۔ میں بھولتی ہوں۔ رقم حاضر ہے۔ آپ نے آج کتنی عالی شان تقریر کی۔ میرے والد کو تم پر کتنا ناز ہے۔ نصیبِ دشمناں کہیں چوٹ تو نہیں آئی۔ وہ سودا جو آپ نے کل کیا تھا بہت نفع دے جائے گا۔

ان چھوٹے چھوٹے جملوں کو بولنے کے لئے بڑے دل وجگر کی ضرورت ہے۔

(۷) ٹوٹے ہوئے دلوں کو جوڑ۔

(۸) ضعیف والدین، خسر، خوش دامن وغیرہ کو موٹر کار کا پانچواں پہیہ بنا کر بیکار نہ چھوڑ دے بلکہ انہیں بھی اپنے کام میں شریک کر۔ شرط یہ ہے کہ کام وہی ہے جسے وہ اپنے شوق و ذوق سے کرسکیں، جس کے کرنے کی انہیں طاقت ہو، اور جسے وہ اہم سمجھیں۔ یہ مشورہ صرف ضعیف العمر لوگوں کے لئے نہیں بلکہ بچوں کے لئے بھی ہے۔ اس طرح بوڑھوں اور بچوں دونوں کی محبت اور خدمت حاصل کی جاسکتی ہے۔

(۹) ممکن ہے تجھے اپنے والدین سے، خسر سے، خوش دامن سے یا شوہر سے کچھ شکایات ہوں، جن کا کہنا براہِ راست بے موقع اور ناموزوں ہے۔ ایسی صورت میں عقل مندوں نے ایک تدبیر بتائی ہے۔ یقیناً تیرے شوہر کو ساس کو یا خسر کو یا والدین کو اپنے اپنے حلقۂ ملاقات میں کوئی شخص ناپسند ہوگا (یا ہوگی) اور انہی وجہوں سے جو تیری شکایات کا سبب ہیں۔ اپنے خسر سے بات کر کہ اس ناپسند شخص کی ان حرکتوں سے اس کی بہو کی پوزیشن کیسی خراب ہو رہی ہوگی۔ اپنے شوہر سے بات کر کہ اس ناپسند شخص کی ان حرکتوں سے ان کی بیوی کی مٹی کیسی پلید ہو رہی ہوگی۔ پھر اسے صحیح مشورہ دے کہ کاش وہ شخص اپنی پرانی حرکتوں کو چھوڑ کر چند حرکتیں اختیار کر لے تو کتنا اچھا ہو۔

(۱۰) سیرت و کردار کو ہر قسم کی شک و شبہ سے بالاتر بنالے کہ ہرگز ہرگز کوئی کبھی انگلی نہ اٹھا سکے۔ اس کے بعد بھی کوئی اگر الزام لگائے تو نظر انداز کر۔

(۱۱) اخلاق سب کے ساتھ۔ صاحب سلامت سینکڑوں کے ساتھ۔ آمد و رفت درجنوں کے ساتھ۔ دوستی تین چار کے ساتھ۔ دشمنی کسی سے نہیں۔

(۱۲) ہر عقل مند جانتا ہے کہ کس وقت بحث و اختلاف کرنا چاہیے، کس وقت نہیں۔ کس انداز سے کرنا چاہیے، کس انداز سے نہیں۔

(۱۳) تعریف اور ہمت افزائی کے فوائد عجیب و غریب ہیں۔ کسی گھر میں ایک بدصورت لڑکی تھی۔ ایک عقل مند نے اسے حسین کہنا شروع کر دیا۔ چند دنوں میں وہ حسین ہوگئی۔

(۱۴) چھوٹے چھوٹے کام کرو۔ بڑے بڑے کام کرنے کی صلاحیت پیدا ہوگی۔

خانہ جنگی:

ہر گھر میں کبھی کبھی خانہ جنگی ہو جاتی ہے اور فریقین کے ہر نیک ارادے کے باوجود ہو جاتی ہے۔ دل کی بھڑاس نکالنے کے لئے یہ سیفٹی والو ہے۔ چونکہ یہ چیز آگ اور بارود ہے اس لئے بیٹی! ہوشیاری، دور بینی اور تیرے مستقبل کی خیر و عافیت کا تقاضا یہ ہے کہ اول تو یہ صورت پیدا نہ ہونے دی جائے اور اگر ہو ہی جائے تو امن، صلح اور بہتر دوستی کا دروازہ پاٹ پاٹ کھلا رہے۔

ہمیشہ چند اصول پیش نظر رکھ۔۔۔

(۱) لڑائی اچانک نہیں آجاتی ہے۔ ہمیشہ اس کے سگنل ہوتے ہیں۔ کبھی کبھی خاموش سگنل۔ ان سگنلوں کو دور سے پہچان اور پٹڑی بدل دے۔ وزارتِ خارجہ کا مقصد؟ وزارتِ دفاع کو استعمال سے بچانا۔

(۲) خوب سوچ سمجھ لے کہ لڑائی کے لئے یہ وقت موزوں ہے یا نہیں۔

(۳) خوب سوچ سمجھ لے کہ اس کے فوائد کیا ہوں گے۔ نقصانات کیا ہوں گے۔ اس کے بعد تیرے پاس کیسی بیلنس شیٹ آئے گی۔ تو نے کیا کھویا۔ کیا پایا۔

(۴) اپنی بندقوں کو چیک کر لے۔ اگر ان میں گولیاں بھری ہیں تو نکال لے۔ بہترین خانہ جنگی ہوائی خالی فائر کی ہوتی ہے۔

(۵) آواز کی بلندی ثبوت ہے اخلاق کی پستی کا۔

(۶) لڑائی ہمیشہ خلوت میں ہونی چاہئے، جلوت میں نہیں۔ پبلک کے سامنے اپنے میلے کپڑے مت نچوڑ۔

(۷) لڑائی اپنے شباب پر ہو تب بھی پرائیویٹ معاملات کو پرائیویٹ اور راز کو راز ہی رہنے دے۔

(۸) جب کوئی فریق لڑائی نہ کرنا چاہے' فوراً بند کر دے۔ امن اور صلح کے پہلے موقع کو دانت سے پکڑ۔ بڑا مزا اس ملاپ میں ہے جو صلح ہو جائے جنگ ہو کر۔

(۹) جب تو حالات کو نہیں بدل سکتی، اپنے آپ کو بدل دے۔ کسی نے خوب کہا ہے۔ ''جنگ اپنی خرابیوں سے، امن اپنے پڑوسیوں سے۔''

(۱۰) لڑنا کیا ضرور ہے۔ اگر شوہر اپنے آپ کو نظامِ شمسی کا مرکز سمجھتا ہے۔ تو تُو بھی اپنے آپ کو نظامِ قمری کا محور سمجھ سکتی ہے۔ زندگی وہ سب کچھ نہیں ہے جو ہم چاہتے ہیں مگر وہ سب کچھ ہے جو ہم بنا سکتے ہیں۔ یاد رکھ شادی ریڈی میڈ مال نہیں بیچتی۔

(۱۱) لڑائی کے بعد فریق ثانی کے ذہنی زخموں کی مرہم پٹی کر۔ ابن مریم ہونا تعریف نہیں ہے۔ تعریف ہے دُکھ درد کی دوا کرنا۔ فریقِ ثانی کی دعوت کر اور اس کے رشتہ داروں کی بھی۔

(۱۲) ناکامی یہ ضرور دکھاتی ہے کہ کس طرح سے کام نہیں کرنا چاہئے اور یہ بھی دکھاتی ہے کہ آئندہ کس طرح سے کام کرنا چاہئے۔ اب نئی پالیسی، نئی زندگی اور نئے تعلقات شروع

کر۔نئی ہمت نئی عقل کے ساتھ۔

ایک بیوی نے بتایا کہ مجھ میں اور میرے شوہر میں ہر روز لڑائیاں ہوتی ہیں۔خوب خوب ہوتی ہیں۔آج بیس سال سے ہورہی ہیں۔اس کے ہاتھ میں کفگیر ہوتی ہے، میرے ہاتھ میں چھڑی۔ہم لوگ ساتوں آسمان اٹھا لیتے ہیں۔محلہ والوں میں قیامت برپا ہوجاتی ہے لیکن پھر بھی ہم دونوں میں کوئی تلخی پیدا نہیں ہوتی۔اس کی وجہ یہ ہے کہ ہر لڑائی میں اپنے شوہر کے کیس کی وکالت میں کرتی ہوں اور اس کے نقطۂ نظر کو پیش کرتی ہوں اور وہ میری طرف سے لڑتا ہے اور میرے نقطۂ نظر کو پیش کرتا ہے۔

جب ہم لوگ لڑائی سے تھک جاتے ہیں تو سکون سے بیٹھ کر دونوں طرف کے نقطہ ہائے نظر پر غور کرتے ہیں اور ایک نتیجہ کو پہنچ جاتے ہیں۔

پُرسکون ماحول:

گھر کے لئے پرسکون اور دلچسپ ماحول انتہائی ضروری ہے۔گھر وہ چار دیواری ہے جہاں تُو پرائیویٹ زندگی گذارتی ہے۔جو تجھے جسمانی ضروریات مہیا کرتی ہے۔جہاں کی تو مالکہ اور تاجدار ہے اور جہاں سے تُو دنیا کی جنگ لڑتی ہے۔۔۔مادی، ذہنی اور روحانی۔۔۔ گھر کی سب سے بڑی دولت گھر والوں کی باہمی محبت ہے۔محبت سے ایک دوسرے کے درمیان تبادلۂ خیال ہوتا ہے۔اس طرح باہم دل ودماغ کے صفات کی ترقی ہوتی ہے۔ایک دوسرے کی اصلاح ہوتی ہے اور مسائل حیات کا متحدہ مقابلہ ہوتا ہے۔محبت، غم اور خوشی دونوں میں شرکت کرتی ہے۔تنہائی کی رفیق ہے۔بیمار کی تیماردار ہے۔یارِ جان نثار ہے۔ محبت دیتی ہے لیتی نہیں۔اللہ تعالیٰ میاں بیوی کی محبت کو اولاد کا انعام عطا کرتا ہے۔

گھر میں ہر وہ چیز مہیا ہونی چاہیے جو گھر والوں کو دوسری جگہ میسر نہیں۔۔۔اطمینان، فرصت، آرام، خورد ونوش، کھیل کود، تفریح، آزادی، خلوت، خموشی۔گھر کا وقت اپنا وقت

ہے۔ گھر والے جس طرح چاہیں گذاریں بشرطیکہ دوسروں کے یہ حقوق پامال نہ ہوں۔ انتہائی ضروری ہے کہ گھر والوں کا دل اور دماغ گھر میں لگے۔ وہ گھر کے کاموں میں اور معاملات میں دلچسپی لیں۔ تجھ میں اور تیرے بچوں میں دلچسپی لیں۔

گھر کو غیر ضروری شور وغوغا سے بچا۔ گھر کو غیر ضروری فکر وغم سے بچا۔ جہاں تک ہو بیماریوں سے بچا۔

پڑوسیوں سے اچھے تعلقات رکھ۔ جو نا قابلِ اصلاح پڑوسی ہوں انہیں نہ چھیڑ۔

غیر ضروری ساز وسامان سے دور رہ۔ جہاں تک ہو زندگی سادہ گذار۔ لباس سادہ رکھ اور قرینہ کا۔ عیش وعشرت کا سامان گھر میں لڑائی اور چپقلش لاتا ہے۔ اور پھر اس میں خرچ بہت ہے اور اخراجات کا مقابلہ کرنا آسان نہیں۔ میاں بیوی بچوں اور دوسروں کی افزائش عقل اور دلچسپی کے لئے گھر میں چند اہم کتابوں، رسالوں اور اخبارات کا موجود ہونا ضروری ہے۔ قرآن وحدیث، تفسیر، تاریخ، معلومات حاضرہ، سیاست، سائنس، ہنر وفن وغیرہ کی کتابیں لازمی ہیں۔ بچوں کے لئے بزرگان دین اور دیگر مشاہیر کی سوانح عمریاں ضروری ہیں تا کہ انہیں بھی بڑے آدمی بننے کا شوق پیدا ہو۔ چھوٹے بچوں کے لئے کھلونے اور سائیکلیں وغیرہ بھی ضرور موجود ہوں۔

کیا گھر ایک محدود چار دیواری ہے جہاں ایک ہی قسم کے کام روزانہ ہوتے ہیں اور کوئی نئی بات نہیں؟ اور ایک ہی قسم کا کام ہر صبح وشام کرتے کرتے دل میں کوئی امنگ نہیں رہتی۔ دماغ میں کوئی جدت نہیں رہتی؟ بیٹی! ایسا نہیں ہے۔ یہ تجھ پر منحصر ہے کہ کس طرح نئی نئی چیزیں ایجاد کرتی ہے اور کس طرح پرانی گھسی پٹی لکیر کو نیا زاویہ اور نئی شان عطا کرتی ہے۔

وہ خواتین جو ایسا سمجھتی ہیں شاید بھول گئی ہیں کہ ان کے گھر میں ایک باورچی خانہ بھی ہے جسے لیبارٹری کہا جا سکتا ہے جہاں نت نئے کھانے تجربہ میں لائے جا سکتے ہیں اور ان

میں سے بعض کھانوں کی تجارت ہو سکتی ہے۔ کیا تو نے تجارتی کھانوں کا کبھی تجزیہ کیا ہے؟

باورچی خانہ:

باورچی خانہ اس کمرہ کا نام نہیں جہاں وہی کھانا جو ہمارے باپ دادا سو اور دو سو سال پہلے کھاتے تھے اب بھی پکتا ہے۔ باورچی خانہ تیرا ایجاد خانہ ہے اور ایجاد کرنا ہی تیری عقل کا امتحان ہے۔ اپنے سامنے کوئی نمونہ رکھ لے۔ خوب غور سے الٹ پلٹ کے دیکھ۔ اس کے مسالے اور مشین کو سمجھ۔ مندرجہ ذیل سوالات پر اپنے دماغ اور تجربہ کو استعمال کر۔

اگر اس میں فلاں چیز ملا دی جائے تو کیا ہو گا؟

اس سے فلاں چیز اگر گھٹا دی جائے تو کیا ہو گا؟

اس کے اجزاء اور کل پیچ، ترتیب و ترکیب میں ترمیم کر دی جائے تو کیسا رہے گا؟ اگر آگے کے حصہ کو پیچھے اور پیچھے کے حصہ کو آگے کر دیا جائے تو پھر؟

اس کی طاقت یا اس کی لذت کیسے بڑھائی جائے یا اس کی طاقت اور تیزی کیسے کم کی جائے؟ اس کے اخراجات کس طرح گھٹائے جائیں۔

کیا اس کے عوض کوئی اور چیز ہے؟ کوئی اور چیز ہو سکتی ہے؟

کیا اس کے چھلکے، اس کی ہڈی، کانٹے وغیرہ سے کوئی اور فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے؟

اسے کس طرح ارزاں، آسان یا ہلکا کر دیا جائے یا خوبصورت، مزیدار، مضبوط، مقبول، پائیدار، مفید؟

کس طرح ضروری ساز و سامان اور مالیات حاصل کیا جائے؟ کس طرح فروخت کیا جائے؟ وغیرہ۔

فقط تیرا مشیر، تیرا رفیق، تیرا شفیق

ابوظفر زین

تیرہواں خط

سماجی سیاست

مائی ڈیئر ناز! السلام علیکم!

تیرا مقام صرف گھر ہی نہیں ہے بلکہ باہر بھی، اگر چہ تیری سرگرمیاں بیشتر حلقۂ خواتین ہی میں محدود رہیں گی۔ اپنی شخصیت کو صرف گھر میں محدود نہ کر بلکہ باہر بھی نکل۔ یہ ٹھیک ہے کہ گھر کا حق ہے مگر پڑوس، سماج اور ملک وملت کا بھی حق ہے۔ یہ ٹھیک ہے کہ تو کسی کی بیٹی، کسی کی بیوی، کسی کی بہو اور کسی کی ماں ہے مگر نازلی کی حیثیت سے تیری اپنی شخصیت اور اپنی انفرادیت بھی ہے جس کا فائدہ سب کو ملنا چاہیے۔۔۔ کم یا زیادہ۔

شادی شدہ عورت کی زندگی کے دو واضح حصے کیے جاسکتے ہیں۔۔۔ ایک ابتدائی پندرہ یا بیس سال، دوئم آخری بیس یا تیس سال اوسطاً۔ ابتدائی دور میں عورت کے ذمہ بچوں کی پیدائش اور پرورش کا کام ہے جو بڑی جسمانی اور ذہنی مصروفیت مانگتا ہے۔ اس دور میں اسے فرصت کم ہے لیکن دوسرے دور میں اسے فرصت بہت زیادہ ہے۔ کیونکہ اس وقت سارے بچے اپنے پیروں پر کھڑے ہو چکے ہوتے ہیں۔ عورت کے لئے لازم ہے کہ پہلے دور میں بھی سماجی اور سیاسی کاموں کے لئے فرصت نکالے مگر دوسرے دور کو خدمتِ اسلام اور تبلیغِ دین کے لئے بالکل وقف کر دے۔

باہر کام کرنے کا پہلا اصول یہ ہے کہ کسی ایسی ہستی کو اپنے لئے نمونہ تقلید بنائے جس نے اسی کام میں کامیابی حاصل کی ہے جس کو تو کرنا چاہتی ہے۔ قرینہ کم ہے کہ ایسی ہستی

تیرے محلے یا شہر میں مل جائے۔ اگر مل جائے اور تو اس کی شاگردی حاصل کر سکے تو تیری خوش نصیبی کا کیا کہنا۔ لیکن اگر نہ ملے تو ملکی سیاست سے ورنہ پھر تاریخ کے اوراق سے کام لینا پڑے گا۔

دوسرا اصول یہ ہے کہ کسی نیک مقصد کا انتخاب کرلے۔۔ کسی ایسے مقصد کا جو تجھ سے نہ صرف ہاتھ پاؤں بلکہ دل و دماغ کی اعلیٰ صلاحیتیں طلب کرے۔ جس میں تیرا جی لگے۔ جس میں تو اپنا ذوق و شوق، تن، من، دھن لگا سکے۔ اس اسکیم پر عمل کرنے کے لئے تجھے مختلف پروگرام بنانے پڑیں گے۔

پنج سالہ پروگرام۔۔۔ ایک سال کا پروگرام۔۔۔ ایک ہفتہ کا پروگرام اور آج کے دن کا پروگرام۔ پھر اس پر عمل کرنے کے لئے اٹھ کھڑی ہو۔۔۔ عزم و ہمت کے ساتھ۔۔۔ اللہ کی مدد قریب ہے۔ تیرے قبضہ میں صرف کوشش ہے، نتیجہ نہیں۔ کوشش اپنا پھل آپ ہے۔ ہر دن ایک مزیدار پھل کھا۔ ذہنی اور روحانی صحت کے لئے اکسیر ہے۔

اس میدان میں تجھے دیگر خواتین کے ساتھ میل جول کا موقع ملے گا۔ اسی میل ملاقات کو تبلیغ اور تنظیم کی شکل دیدے۔ یعنی جو تیری اسکیم ہے اس کے فوائد دوسروں کو سنا اور ان سے وقت محنت، گرم جوشی، تعاون اور خلوص طلب کر۔ اور اس کے عوض اپنا وقت، محنت، گرم جوشی، تعاون اور خلوص پیش کر۔ اور جب کوئی تعاون کے لئے تیار ہو جائے تو اسے اپنی تنظیم میں ڈال لے۔۔۔ مناسب مقام پر۔۔۔ اب وقت آ گیا ہے، اجتماعی پروگرام بنا کر مشترکہ کام کرنے کا۔

اس میدان میں تجھے ضرور علم و عقل کی بڑی ضرورت پڑے گی۔ اگر علم سے عقل حاصل کرنی ہے۔۔۔ دماغ کو زرخیز اور زرپاش بنانا ہے۔۔۔ خیالات کو منظم کرنا ہے اور تحریر و تقریر میں اس طرح پیش کرنا ہے کہ مخالفین کی روح میں ترازو ہو جائے، انہیں متحرک

کردے، ان میں بجلی کی تڑپ بھر دے تو پھر تجھے تحقیق اور ریسرچ کی طرف توجہ کرنی پڑے گی۔ پڑھائی ایک خاص انداز سے کرنی ہوگی۔ مگر ہر کتاب یا مضمون کی نہیں۔

علم غذا ہے عقل کی۔ صبح، دوپہر، شام زندگی کے ہر دن کی ضرورت۔ علم کو عقل بننے کے لئے دانت اور آنت سے گذرنا پڑتا ہے۔ ہر کتاب ہر ہاضمہ کے لئے مفید نہیں۔ جب تمہاری ضرورت یا تمہارے ذوق کو کسی خاص کتاب کی طلب ہو تو اسے پڑھو۔ اس طرح دل لگا کر اور بار بار پڑھو گویا اپنے کسی محبوب کا خط پڑھ رہی ہو جو خاص تمہارے لئے لکھا گیا ہے۔ اس طرح پڑھو گویا یہ تمہارے مقدمہ کا فیصلہ ہے۔ گویا تمہاری قسمت کا دارومدار ہی اس پر ہے۔ سمجھو کہ لفظ کا رشتہ جملہ سے، جملہ کا رشتہ پیراگراف سے اور پیراگراف کا رشتہ نفسِ مضمون سے کیا ہے؟ کون سی باتیں ظاہری کہی گئی ہیں اور کون سی باتیں مخفی کہی گئی ہیں۔ ان میں کیا روانی ہے، کیا تلاطم ہے، کیا مدوجزر ہے، کیا مزاج ہے، کیا درد ہے، کیا قہقہہ ہے، کیا خصوصیت ہے۔ الفاظ کے انتخاب کو پرکھو۔ محاوروں اور مثالوں کے وزن کو تولو۔ جملوں کی بَناوٹ اور بُناوٹ پر فنی تنقید کرو۔ مضمون کے قوام اور چاشنی کو تنقید کی عینک سے دیکھو۔ اور بحث کرو اور۔۔۔۔ اب پھر پڑھو۔

دنیا کی سب سے بڑی اکثریت کیا ہے؟ انسان+ ہمت+ عقل۔ سماجی، اور دینی کام کرنے کے لئے تیرے خون میں بہت فولاد اور وٹامن بی کی ضرورت ہے۔ یہ کام ہے پتلی رسی پر رقص کرنا۔ مگر

اٹھ باندھ کمر کیا ڈرتا ہے
پھر دیکھ خدا کیا کرتا ہے

زندگی کیا ہے؟ مقصد اور کوشش۔ ہر کام میں ہاتھ ڈالنے سے پہلے ذہنی ریہرسل کرلے یعنی تمام تفصیلات پر غور کر۔ ہر ضرورت کے لئے مدد ہے۔ ہر مدد کی شکل الگ ہے۔

ذیل میں ہم چند اصول پیش کریں گے جو تعلقاتِ عامہ کی جان ہیں۔ چند جملوں میں وہ بات کہیں گے جو عموماً ایک پوری کتاب میں بھی نہیں کہی جاتی۔

(۱) خواہ تیرے پاس کچھ دینے کو ہو یا نہ ہو ایک مسکراہٹ ضرور دے۔ کسی نے بہترین مسکراہٹ کی تعریف یوں کی ہے: سائز؟ نظر آئیں چار سفید چمکتے ہوئے دانت اوپر کے۔ وقت؟ دس یا پندرہ سیکنڈ۔ آواز؟ جسے دو گز کے حلقہ میں زیادہ سے زیادہ چھ افراد سن سکیں۔ پائیداری؟ چوبیس گھنٹے۔ اثر انگیزی؟ دل تک۔

بدقسمتی سے بہت سی عورتیں اپنی تمام مسکراہٹیں سیف ڈپازٹ میں جمع کرا دیتی ہیں۔ اگر چہ وہاں انہیں کوئی نفع نہیں ملتا۔

(۲) جنسیات' موسمیات کی طرح قدیم ہیں۔ پردہ ضروری ہے۔

(۳) ہنگامی حالات: یہ تیرے لئے بہترین مواقع ہیں۔ جب کوئی سخت مشکل آتی ہے تب ہی انسان عظیم بنتا ہے۔ مسئلہ کو بار بار مختلف انداز سے سوچ اور ہر سوچنے کے درمیان کافی وقفہ دے۔ ہر بار تازہ دماغ اور نئے زاویہ سے سوچ۔ یہ زمانے کی سختیاں ہی ہیں جو میاں بیوی کو قریب تر لاتی ہیں۔

(۴) کبھی یہ ثابت کرنے کی کوشش نہ کر کہ تو صحیح ہے بلکہ یہ ثابت کرنے کی کوشش کر کہ تو غلط ہے۔ اس طرح مخاطب کی ہمدردیاں تیرے ساتھ ہو جائیں گی۔ وہ تیرے لئے لڑنے مرنے کو تیار ہو جائے گا۔ اور پھر غلطیاں انسان ہی سے ہو سکتی ہیں۔ یہ دماغ ہے کمپیوٹر نہیں۔

کسی سے کمال کی توقع نہ کر وہ بھی خامیوں اور غلطیوں کا پتلا ہے۔ تجھے صرف یہ جاننا ہے کہ کیسی اور کتنی۔

(۵) ہمیشہ تصویر کا دوسرا رخ دیکھ۔ دیکھ کہ فریق ثانی کیا چاہتا ہے؟ اس کے مسائل اور مشکلات کیا ہیں؟ انہیں حل کرنے کی کوشش کر۔

(۶) ہر شخص ۔۔خواہ کتنا ہی معصوم شکل سہی ۔۔ایک فراڈ ہو سکتا ہے۔ پہلے اس کے ساتھ کوئی معاملہ کر لے پھر رائے قائم کر۔ ہر فراڈ کی قسم اور حلقۂ کار الگ ہے۔ بغیر تجربہ کسی پر اعتماد نہ کر خواہ وہ تیرا دوست ہو۔

(۷) اپنی عزت بچا اور دوسروں کو بھی اپنی عزت بچانے دے۔ حتی الامکان کسی پر ایسی تنقید نہ کر کہ وہ بے عزت ہو جائے۔ اگر وہ جھوٹ بول رہا ہے تب بھی در گذر کر۔

(۸) اگر کسی سے تعلقات کاٹنے کا فیصلہ تو نے کر ہی لیا ہے تو خاموشی سے آہستہ آہستہ میل ملاقات کم کر دے اور کہہ دے کہ اب تجھے فرصت کم ہے۔ مگر دشمنی ہرگز مول نہ لے۔ آنے جانے اور صاحب سلامت کا دروازہ کھلا رکھ کہ شاید تجھے اس سے کام پڑ جائے۔

(۹) ہر شخص سے اس گرم جوشی سے مل گویا وہ بہت اہم ہے۔ جب وہ آئے عزت سے استقبال کر۔ جب وہ جائے عزت سے رخصت کر۔ گفتگو اس کے زاویہ سے کر کہ اسے کس مسئلہ میں دلچسپی ہے۔ لفظ ''ہم'' اور ''میں'' کو کم کر دے۔ لفظ ''آپ'' اور ''تم'' کو زیادہ استعمال میں لا۔

(۱۰) اس کے دل تک محبت کے ذریعہ پہنچ۔ قانون کے ذریعہ نہیں۔ محبت کے متعلق طے کر لے کہ تیرے پاس کون سی قسم ہے اور کتنی۔ تیری دکان تھوک بیچتی ہے یا خوردہ۔ تو پروڈیوسر ہے، اکسپورٹر ہے یا امپورٹر؟

(۱۱) تعریف کر۔ مبالغہ اور جھوٹ سے بچ۔ ایک جھوٹ بہت سے جھوٹوں کا دادا ہوتا ہے۔

(۱۲) اگر اختلاف کرنا ہی ہے تو ایک بہتر وجہ پیش کر۔

(۱۳) مجلس میں کم سے کم بول مگر دوسروں کی گفتگو میں اپنی دلچسپی دکھا۔ اس کا ایک طریقہ یہ ہے کہ بولنے والے سے سوالات پوچھ ۔۔ کیا، کیوں، کیسے، کب ۔۔۔ تعجب، حیرت اور تعریف دکھا۔ ''ارے! واہ! خوب! ماشاءاللہ۔'' اس سے پوچھ ''مثلاً؟ ذرا وضاحت کیجئے۔

تعزیت وغیرہ میں شرکت کیا کر۔اس کے ذریعہ لوگوں سے ملاقات اور تجدید ملاقات ہوتی ہے۔دوسروں کی ہمدردیاں اور محبتیں حاصل ہوتی ہیں۔جب تو دوسروں کے یہاں جائے گی تو دوسرے تیرے یہاں آئیں گے۔

غم کے موقع پر شرکت اور بھی ضروری ہے۔غمزدہ کو بھولنے دے اور رونے دے۔تو بھی مرنے والے کی خوبیوں کا ذکر کر۔تعزیت کے لئے ایک ہی بار جانا کافی نہیں ہے۔چند بار مسلسل جانا چاہیے۔کوشش کر کہ غمزدہ اپنے کام میں لگ جائے۔اس طرح غم نصف سے زیادہ دور ہو جائے گا۔کوشش کر کہ غمزدہ دوسروں کے کام میں لگ جائے۔اس طرح اس کا غم مکمل دور ہو جائے گا۔

(۱۶) اگر تجھ سے کوئی غلطی ہوگئی ہے۔۔۔اور اگر نہیں ہوئی تب بھی۔۔۔دوسروں سے معافی مانگ لے۔توبہ وہ لانڈری ہے جس میں تمام گناہ دھل جاتے ہیں اور فریقین کا دل صاف ہو جاتا ہے۔

تو میری پیاری بیٹی! اصولوں کی کوئی کمی نہیں ہے۔ہم نے صرف چند پیش کئے ہیں اس امید کے ساتھ کہ تو انہیں تعویذ عمل بنا کر رکھے گی۔

اللہ تعالیٰ تجھے نیک توفیق دے۔آمین۔

والسلام

تیرا دل نثار باپ

۞۞۞۞

پھر کیا ہوا؟'' بولنے والا ان سوالات کے مقابلہ میں بہت ہوشیار ہو جائے گا۔ اور تو غیر ذمہ دار گفتگو سننے سے بچ جائے گی۔

دوسرا طریقہ یہ ہے کہ اگر بولنے والا اپنی تعریف کر رہا ہو تو اس کی تعریف اسی کے الفاظ میں دہرادی جائے۔ اس دہرانے میں تجھے اپنی طرف سے نہ اضافہ کرنا ہے اور نہ ترمیم۔ نہ جذبات دکھانا ہے نہ خوشامد۔ جیسے'' آپ کا خیال ہے کہ ریس میں فرسٹ آ کر آپ نے سب کو حیرت زدہ کر دیا'' ''خوب! آپ کے والد صاحب آپ پر ناز کرتے ہیں'' یا '' آپ نے جب شیر کو نشانہ بنایا تو ایک ہی گولی میں گر گیا!''

(۱۴) خطوط لکھا کر۔ خط لکھنے اور پڑھنے کے ذریعہ تو احساس تنہائی کو دور کرتی ہے۔ دوسروں سے تعلقات، محبت، شرکت غم اور شرکت خوشی میں اضافہ کرتی ہے۔ اس کے ذریعہ بند جذبات خارج ہو جاتے ہیں۔۔۔ اپنے بھی اور دوسروں کے بھی۔ خط لکھ۔ اس کے ذریعہ تو اپنے دوستوں میں اضافہ کرتی ہے۔ تو اپنے دشمنوں میں تخفیف کرتی ہے۔ خط فرصت میں، تنہائی میں اور بہترین موڈ میں پڑھا جاتا ہے۔ اپنے خط کو ایسا بنا کہ وہ بار بار پڑھا جائے۔ اس کے لئے اپنی ہینڈ رائیٹنگ نفیس کر۔ خیالات، الفاظ اور جملے تراش۔ انہیں منظم کر۔ خوبصورت اور صاف ستھری اسٹیشنری استعمال میں رکھ۔ اس کے ذریعہ تو دوسروں کی نفسیات کو سمجھنے اور سنبھالنے کا گر سیکھتی ہے۔ خط لکھ، اس کے ذریعہ تو مضامین لکھنا سیکھتی ہے اور تیری معلومات میں اضافہ ہوتا ہے۔ خط کے ذریعہ تو قلمی دوستوں کا ایک کلب بنا لیتی ہے۔ خط لکھ، مخاطب سمجھتا ہے کہ تو اپنے وقت اور محنت سے زیادہ اس سے محبت کرتی ہے۔

جس طرح انسان کو کتابوں اور اخباروں کی بھوک ہے۔ اسی طرح خطوط لکھنے اور پانے کی بھی بھوک ہے۔ تو اس بھوک کو غذا فراہم کر۔

(۱۵) تقریبات، جلسے، عیدین، میلاد، پکنک، مبارکبادی، دریافت خیریت، عیادت،

چودھواں خط

مالیات

قندِ حیات! شاخِ نبات!

بہترین دعائیں۔

تیرے تازہ ترین خط سے معلوم ہوا کہ آج کل تو مالی مشکلات میں گھری ہوئی ہے۔ آمدنی کم ہے اخراجات زیادہ ہیں۔ قرضے بھی چڑھ رہے ہیں۔ تیری ازدواجی زندگی کی کشتی ڈانواڈول ہے۔

حقیقت تو یہ ہے کہ مالیات کا صحیح انتظام ہر میاں اور بیوی کا مشکل ترین امتحان ہے۔ وہ جوڑا جو گھریلو مالیات کے مسائل کو سلیقہ سے حل نہیں کر سکتا ہمیشہ ناکام رہے گا۔ ہمیشہ قابلِ رحم بلکہ قابلِ نفرت۔

ہمارا پہلا مشورہ یہ ہے کہ ادھار خریدنا اور قرض لینا بند کر دے۔ تجھے چند دکانوں سے ادھار مل سکتا ہے اور چند لوگوں سے قرض۔ آج کل قسطوں پر ادائیگی کی سہولت نے بہت سے خاندانوں کو تباہ و برباد کر دیا ہے۔ یہ سہولتیں بذات خود بری نہیں ہیں مگر ان سے فائدہ اٹھانا بہت کم لوگ جانتے ہیں۔ عام افراد ان لالچوں میں پڑ کر نقصان ہی اٹھاتے ہیں۔ اور ممکن ہے کہ تم دونوں کا شمار عام اور نادان افراد میں سے ہو۔ اس سے بحث نہیں کہ تم لوگوں کی رائے اپنے متعلق کیا ہے۔ ہر کسی را فرزند خود جمال نماید و عقل خود بہ کمال۔

عموماً جو چیزیں بالاقساط ادائیگی پر ملتی ہیں وہ عیش وعشرت کی ہوتی ہیں۔ مثلاً فرنیچر، ریفریجریٹر، مکان، ریڈیو، ٹی وی، اسکوٹر، قالین وغیرہ۔ بیشک ان سے گھر کی رونق دوبالا ہوتی ہے مگر فکر کے مارے تیرے چہرے کی رونق گھٹتی ہے۔ کسی کام میں جی نہیں لگتا۔ بیماریاں آگھیرتی ہیں۔ ایک طرف قسطوں کی ادائیگی اور دوسری طرف بیماریوں کے اخراجات اور تیسری طرف سکون دل سے محرومی۔ پھر یہ چیزیں دیر تک نہیں ٹھہرتیں۔ خود ان کی رونق خراب ہونے لگتی ہے۔ وہ پالش یا مرمت مانگتی ہیں۔ پھر اچانک تیری آمدنی میں زوال آ گیا تو کیا ہوگا؟ کہیں یہ چیزیں واپس لے لی گئیں یا قرقی ہوگئی۔۔۔ کیونکہ اقساط کی ادائیگی کی شرطیں بڑی سخت اور سنگدل ہوتی ہیں۔۔۔ تو پھر محلہ والوں یا خاندان والوں کے سامنے تیری پوزیشن کیا رہ جائے گی؟

بیشک اقساط پر یا ادھار پر چیزیں خرید' مگر چند شرطوں کے ساتھ۔۔۔ کیا یہ چیز تیرے لئے بنیادی ضرورت کی ہے؟ کیا اس کے بغیر بھی تو صحت اور عافیت کے ساتھ گذارہ کر سکتی ہے' خواہ کچھ تکلیف ہی سہی؟ کیا یہ چیز مضبوط ہے اور دیر تک بلا مرمت ٹھہرے گی؟ کیا اس کی قیمت مناسب ہے؟ کیونکہ اقساط پر دینے والے عموماً قیمت بہت بڑھا دیتے ہیں اور کیا تیری آمدنی ٹھوس اور پکی ہے؟ اس میں کوئی خطرہ نہیں؟

ادھار پر خریدنے سے ایک نقصان ہے۔ انسان لالچ اور حماقت کا پتلا ہے۔ وہ وقتی جذبات میں آکر اپنی طاقتِ ادائیگی سے زیادہ خرید لیتا ہے اور پھر پشیمان ہوتا ہے۔ یہی صورت اس نقد قرض کی ہے جو سود پر یا پھر ویسے بھی آسانی سے مل جاتا ہے۔

قرض کی پیتے تھے مے اور یہ سمجھتے تھے کہ ہاں
رنگ لائے گی ہماری فاقہ مستی ایک دن

ضرورت کے لئے قرض کی روٹی یا دوا تو معاف کی جاسکتی ہے لیکن عیش کے لئے قرض

کی مے معاف نہیں کی جاسکتی اور وہ بھی فاقہ مستوں کو۔

ہمارے ڈاکٹر نے کہا ہے کہ قرض کی روٹی سے پرہیز کرو۔

جسمانی اور بنیادی ضروریات کے لئے جس میں اپنی زندگی، عزت، صحت، نیک نامی اور کارکردگی کا تحفظ شامل ہے، ضرورت سخت میں قرض لیا جاسکتا ہے لیکن قرض لینے سے پہلے سوچ لے کہ تجھے قرض کی زیادہ ضرورت ہے یا دوست کی۔ کیونکہ ان دونوں میں سے صرف ایک تیرے پاس رہے گا۔ اگر ممکن ہو تو نہ قرض لے نہ قرض دے۔ تحفہ لے اور تحفہ دے۔۔۔ بلاشرط واپسی۔ چھوٹا تحفہ بڑے قرض سے ہمیشہ بہتر ہے۔

خاندان کے بالکل قریبی حلقوں سے حتی الامکان قرض نہیں لینا چاہیے۔ ان سے اصول یہ رکھنا چاہیے کہ وقت ضرورت اگر ان کے پاس ہے تو تجھے دیدیں اور اگر تیرے پاس ہے تو قرضِ حسنہ انہیں دے دے۔

ہم پھر کہیں گے کہ اپنی اور شوہر کی آمدنی کے اندر پاؤں پھیلا۔ حرص اور نقل فیشن سے پرہیز کر۔

وہ چیزیں نہ خرید جن کے استعمال میں خرچ ہے یا مرمت کا قرینہ ہے۔ وہ چیزیں نہ خرید جن کے بغیر گذارا ہوسکتا ہے۔ اتنا سامان اپنے اردگرد نہ پھیلا کہ کہیں آنا جانا مشکل ہوجائے یا مرتے وقت انہیں چھوڑنے کا غم ہو۔ ہلکی پھلکی زندگی آرام کی زندگی ہے۔ غیر ضروری نمود و نمائش سے ہمیشہ پرہیز کرنا لازمی ہے۔

سادہ لباس، سادہ خوراک اور سادہ ساز و سامان سے نہ صرف ذہنی سکون حاصل ہوتا ہے بلکہ وقت اور محنت کی بچت بھی۔ اس کے علاوہ تیری ایک خاص شخصیت، ایک خاص عزت ہوگی ان لوگوں کے درمیان جو سوٹ بوٹ، ٹی وی، فرنیچر اور بنگلہ کی فکروں میں گھرے رہتے ہیں۔ جو ڈنر، کلب اور ہوٹل کے رسیا ہیں۔ جو جسم کی لذت اور سوسائٹی کی

عزت کو اپنا خدا سمجھتے ہیں اور اس خدا کی پرستش کے لئے سودی بینکوں، حرام تجارتوں میں لگے ہوئے ہیں۔ رشوت لیتے ہیں، بلیک کرتے ہیں، بے ایمانی اور فراڈ کرتے ہیں۔ سود لیتے ہیں اور دیتے ہیں اور ان کا رجسٹر لکھتے ہیں۔ حالانکہ۔۔۔ سود ایک کا لاکھوں کے لئے مرگ مفاجات۔

بزرگوں نے جو سادگی اور قناعت کا شیوہ اختیار کیا تھا، اس کے پیچھے مصلحت کیا تھی؟ یہی نا کہ حرام آمدنی کی ضرورت سے بچیں۔ ذہنی الجھنوں سے بچیں۔ بے عزتی اور رسوائی کے خطرات سے بچیں اور قرض خواہ کی آمد ملک الموت کی آمد سے زیادہ خطرناک نہ ہو۔

قمار، خمار اور عیاشی کی ہر شکل سے بچنا لازمی ہے۔ یہ اتنا زیادہ مالی مشکلات میں مبتلا کر دیتا ہے کہ پھر سر اٹھانا ہرگز ممکن نہیں۔ یہاں پر یہ کہنا مناسب ہے کہ تمباکو کی لت خواہ پان ہو یا سگریٹ ہو یا حقہ ہو، نہ صرف فضول خرچی میں مبتلا کر دیتی ہے بلکہ جسم کو آہستہ آہستہ کمزور کر دیتی ہے۔ تمباکو کھانے یا پینے والے پر ہومیو پیتھک دوائیں اثر بالکل نہیں کرتیں۔۔۔ حالانکہ ہومیو پیتھک دوائیں ارزاں بھی ہیں اور بہت عمدہ کام کرتی ہیں۔

ہمارا دوسرا مشورہ یہ ہے کہ آمدنی کے ذرائع بڑھائے جائیں۔ عورت بھی گھر بیٹھی بہت سی ایسی چیزیں پکا اور بنا سکتی ہے جو ہوٹلوں میں اور دوسری جگہ فروخت کی جا سکتی ہیں۔ ہمیں معلوم ہے کہ ایک خاتون انڈے کے پاؤڈر سے (جو ممکن ہے نقلی ہو) حلوہ بصورت اسٹک بنا کر ہوٹلوں میں سپلائی کیا کرتی تھیں۔ ایک اور خاتون کیلے پر قیمہ لگا کر چند مسالوں کے ساتھ تلتی تھیں اور یہ بڑا مزیدار ہوا کرتا تھا، وغیرہ وغیرہ۔ ایک گھر کی یا ایک محلہ کی چند عورتیں مل جل کر کاروبار کر سکتی ہیں۔۔۔ مثلاً لانڈری، ٹیلرنگ، اچار، جام جیلی کا کام، زنانہ اسکول یا ٹیوشن سینٹر، زنانہ دکان، آرائش گیسو، بچوں کا ہوٹل، بچوں کا کلب، بے بی سینٹر، ہومیو پیتھک زنانہ علاج، رشتہ شادی، میٹرنٹی ہوم، زنانہ رسالہ یا مضمون نویسی، لائبریری،

کتابوں یا اور چیزوں کی نمائش، فوٹوگرافی وغیرہ۔ اس کے علاوہ خط و کتابت کے ذریعہ بیرونی ممالک سے بھی تجارتی رابطے قائم کیے جاسکتے ہیں۔

بہت سی تجارتیں ایسی ہیں جن میں سرمایہ یا مشینری کی ضرورت نہیں۔ بس معمولی ابتدائی رقم سے کام چل جاتا ہے۔ اصل سرمایہ کیا ہے؟ فنی صلاحیت، تجربہ، خوداعتمادی، عقل، ہمت، محنت، فن، دوکانداری وغیرہ۔ اگر تجارت کی کامیابی کا یقین ہو تو سرمایہ لگانے والوں کی کمی نہیں۔ دوسروں کے سرمایہ سے اپنی تجارت کرنے پر بعض بہت اچھی کتابیں پاکستان میں ملتی ہیں یا بیرونی ممالک سے منگوائی جاسکتی ہیں۔

آج کل خانگی ملازمہ، باورچن، بچے کھلانے والی، کپڑے یا برتن دھونے والی یا ٹیوشن پڑھانے کی ضرورت بہت سے گھروں میں ہے۔ تنخواہیں اور اجرتیں بھی معقول ملتی ہیں۔ ہر ضرورت مند اور ہنرمند عورت رقم کمانے کے لئے کچھ وقت نکال سکتی ہے۔ حلال آمدنی کمانا کوئی عیب نہیں۔

وقت نکالنے کے لئے ہمارے پیش نظر ایک تدبیر اگرچہ انوکھی ہے اور عام رواج کے خلاف، مگر آزمودہ ہے اور بہت مفید ثابت ہوئی ہے۔ وہ یہ کہ رات کو کھانا نہ پکایا جائے۔ کھانے والوں کو چاہئے کہ وہ گذارہ کرلیں دن کے باسی کھانے پر یا چنے پر، مولی، گاجر، خربوزہ یا دیگر فروٹ پر یا سموسے، بسکٹ وغیرہ پر یا مجبوراً ہوٹل سے روٹی منگوا کر اچار چٹنی کے ساتھ کھانے پر۔ مگر کسی صورت رات کو کھانا نہ پکایا جائے۔ اس سے خرچ کی بچت ہوتی ہے، پکانے والی کو فرصت ملتی ہے کہ آرام کرے، سیر کرے یا کوئی دوسرا کام کرے۔ یہ تدبیر حفاظت ہے رات کو پیٹ بھر کر سونے کے خلاف جس سے بیماریاں ہوتی ہیں۔ رات کو ہمیشہ نصف شکم کھانا چاہئے۔

بیٹی! ہمارا تجھ کو مشورہ یہ ہے کہ کچھ نہ کچھ مقرر رقم ہر ماہ بچالی جائے۔ اس رقم سے سونے

چاندی کے زیورات خریدنا یا بینک میں جمع کرا دینا ہرگز ضروری نہیں۔ بہتر ہے کہ اس سے پرائز بانڈ خریدا جائے یا ان کمپنیوں کے حصے خریدے جائیں جن کا بیچنا آسان ہے۔ اگر تو کوئی تجارت شروع کرے تو اس بچائی ہوئی رقم کی کھپت اس میں ہو سکتی ہے۔

اگر تو اپنی اور اپنے شوہر کی آمدنی میں سے پانچ فیصدی بچالے اور پانچ فیصد اللہ کے نام خیراتی کاموں میں لگا دے تو کتنا اچھا ہو۔ نیک کاموں میں چندہ دینے کی برکتیں بے شمار ہیں۔ ہر روز مسکینوں اور حاجتمندوں کو کچھ نہ کچھ دیا کر۔

غریبوں، مزدوروں اور حاجتمندوں کی عزت کر اور ان کی دعائیں خرید۔ بہت سی بلائیں ان کی دعاؤں سے دور ہوتی ہیں۔ بہرکیف اگر تیرے پاس مالی پریشانیاں گھنگھور گھٹا بن کر آ گئی ہیں تو گھبرا جانے اور ہمت ہار جانے کی ضرورت نہیں ہے۔ رات کو تنہائیوں میں اپنے آپ سے مشورہ لے کہ حل کیا ہے، پھر قریبی سچے دوستوں اور رشتہ داروں سے مشورہ کر۔ دعائیں مانگ انشاء اللہ مسئلہ حل ہو کے رہے گا۔ پھر گذشتہ را صلوات آئندہ را احتیاط۔

گھریلو مالی اختلافات:

بعض گھروں میں میاں بیوی کے درمیان مالی اختلافات ہوا کرتے ہیں اور کبھی کبھی مستقل شکل اختیار کر لیتے ہیں جس سے بڑی تلخیاں پیدا ہوتی ہیں۔ عزیز از جان بیٹی! اس سلسلہ میں چند خاص اصول پیش نظر رکھ۔

یہ بہت ممکن ہے کہ شوہر کسی اور مسئلہ پر اختلاف کر رہا ہو۔ اگر غور سے نفسیاتی تجزیہ کیا جائے تو گہرائی میں جا کر اس کی وجہ کوئی مالی مشکل نکل سکتی ہے۔ سوال یہ ہے کہ کیا شوہر کا کوئی مالی مسئلہ ایسا ہے جسے پورا کیا جا سکتا ہے اور وہ پورا نہیں ہو رہا ہے۔ اگر اس کا مطالبہ کسی فضول خرچی اور عیاشی کے متعلق ہو تو بات اور ہے ورنہ اس کی تمام جائز ضرورتیں جو پوری ہو سکتی ہیں، ضرور پوری ہونی چاہئیں۔ اگر اس کا مالی مسئلہ حل ہو گیا تو قرینہ ہے کہ وہ دیگر

اختلافات کو خانہ جنگی کا محاذ نہیں بنائے گا۔ بالکل یہی صورت حال بیوی کے ساتھ بھی ہے۔ اس کے بھی مالی مسائل ہیں اس کے شوق و ذوق اور ضروریات زندگی ہیں ۔۔۔ اور اہم ہیں۔ شوہر پر فرض ہے کہ وہ ان کی طرف سے ہرگز غافل نہ ہو۔ اس پر فرض ہے کہ بیوی کو ہر ماہ ایک خاص رقم جیب خرچ دے۔ جس کے مصرف میں وہ بالکل آزاد ہے۔

ناز و نیاز! جو کچھ ہم نے اوپر کہا ہے اس کے معنی یہ نہیں کہ شوہر اگر خواہ مخواہ لڑے جھگڑے اور فتنہ پیدا کرے تو اسے خوش رکھنے کے لئے مالی رشوت دی جائے اور رقم دے کر اس کی خوشی خریدی جائے۔ کیونکہ اگر ایک بار ایسا کیا گیا تو وہ بار بار تیری کمزوری کو اکسپلائٹ (ناجائز طور پر استعمال) کر سکتا ہے۔

اور جو کچھ ہم نے اوپر کہا ہے اس کے معنی یہ بھی نہیں ہیں کہ میاں بیوی میں مقابلہ اور زور آزمائی شروع ہو جائے کہ گھریلو رقم میں سے کس کے ہاتھ کتنا زیادہ لگتا ہے۔ خبردار! کبھی اپنے شوہر سے برابری کا مقابلہ نہ کر۔ اگر اس کی ضروریات زیادہ ہیں تو بے شک اسے زیادہ رقم ملنی چاہئے۔ اور اگر حالات کا تقاضا یہی ہے تو لازم ہے کہ ایک فریق کچھ نہ کچھ قربانی دوسرے کی خاطر کرلے۔ کیونکہ گھر کے لین دین اور بازار کے لین دین میں فرق ہے۔

مالی مقابلہ اور زور آزمائی کی بات چھڑ گئی تو سن لے، مغرب میں اس کی عام وجہ یہ ہے کہ وہاں کی خواتین بھی ملازمت اور تجارت کرتی ہیں۔ اکثر حالات میں اپنی آمدنی خود پیدا کرتی ہیں۔ وہ ہرگز شوہر کی آمدنی کی محتاج نہیں ہیں، مالی طور پر آزاد ہیں۔ طلاق کی صورت میں انہیں کوئی نقصان نہیں پہنچتا، الٹا فائدہ ہوتا ہے۔ اس طرح متعدد شادیاں کرنا اور متعدد طلاقیں لینا عورت کے لئے ایک نفع بخش کاروبار بن گیا ہے۔ چنانچہ خانگی سکون اور ازدواجی مسرت عنقا ہے۔ ہر زاویہ، ہر کام، ہر محبت کاروباری ہے۔ جنسیات کا بازار گرم ہے۔ اس کے اثرات آئندہ نسل پر بے تحاشا پڑ رہے ہیں۔

جاپان نے اس سے سبق سیکھا، اگرچہ جنگ عظیم ثانی کے بعد جاپان میں بہت زیادہ مغربیت اور مادیت آگئی ہے لیکن وہاں کے عقلاء نے عورتوں کو مالی طور پر آزاد ہونے نہ دیا۔ بیویاں شوہروں سے ٹکر لینے اور ازدواجی سکون اور آئندہ نسل کے مستقبل کو تباہ و برباد کرنے کی پوزیشن میں نہیں ہیں۔ وہاں کے ملکی قوانین نے طلاق کو بزنس بننے نہیں دیا۔ چنانچہ وہاں کی ازدواجی زندگی امریکہ کی ازدواجی زندگی کے مقابلے میں بدرجہا پرسکون اور پرمسرت ہے۔

ہمارا کہنا یہ ہے کہ بے شک بیوی کی مالی آزادی بہت اچھی چیز ہے لیکن اس کی راہ میں خطرات بھی ہیں۔ تناسب اور توازن کے راستے پر چلنا ہر عقل کا کام نہیں ہے۔ کچھ نہ کچھ آمدنی ضرور پیدا کرے لیکن اتنا نہیں کہ شوہر کی سرپرستی کا سہارا ختم ہوجائے۔

اگر شوہر بھی کمانے والا ہے اور بیوی بھی اس کے مقابل کمانے والی ہے تو چند اہم سوالات پیدا ہوتے ہیں۔ کیا دونوں کی آمدنی ملادی جائے یا شوہر اپنی کمائی الگ خرچ کرے اور بیوی اپنی کمائی الگ؟ اگر آمدنی پوری ملادی جائے تو کون کتنا خرچ کرے اور کیوں؟ اور خطرہ ہے کہ اگر ایک فریق کو اس کی کمائی سے زیادہ خرچ کرنے کو رقم دی جائے تو کہیں دوسرا فریق برا نہ مانے۔ اگر بچت کی جائے تو کس تناسب سے؟ کس کا حصہ کتنا ہو اور اس کی بچت سے کون کتنا اور کیسے فائدہ اٹھائے؟ اگر دونوں کی آمدنی ایک بینک اکاؤنٹ میں ڈال دی جائے تو نکالنے کا اختیار کس کو ہو یا دونوں کو ہو؟ کیا جیب خرچ کے علاوہ مشترکہ گھریلو اخراجات چیک کے ذریعہ ادا کئے جائیں؟ اور چیک پر کس کے یا دونوں کے دستخط ہوں؟ کیا دو اکاؤنٹ ہوں، دو چیک بک اور دو دستخط؟

اگر بیوی زیادہ کمانے والی ہوئی تو لازماً شوہر کے احساس بلندی، حق شوہریت اور جذبۂ خودی کو ٹھیس پہنچے گی اور مستقبل کے لئے صورت حال گھریلو فسادات کا گھر بن سکتی

ہے۔

مالی نقطۂ نظر سے برے شوہر کی مختلف قسمیں ہوسکتی ہیں۔(۱) رقم برباد کرنے والا۔ خمار میں، قمار میں یا بازارِ حسن میں۔ سٹہ، جوا، ریس کھیلنے والا۔ یارانِ نان پر رقم لٹانے والا، کھانے، پہننے یا سیر و تفریح میں فضول خرچی کرنے والا۔(۲) بخیل، خسیس اور پیسہ پیسہ جوڑ جوڑ کر رکھنے والا، پائی پائی کو دانتوں سے پکڑنے والا۔(۳) لالچی، حریص، دن رات ھل من مزید (ابھی اور، ابھی اور) کی فکر میں غرق رہنے والا۔(۴) حرام اور ناجائز کمانے والا۔ رشوت لینے والا۔ بلیک یا اسمگلنگ کرنے والا۔(۵) رقم سنبھال کر نہ رکھنے والا۔ انتہائی غیر ذمہ دار۔(۶) مجرم مزاج یا مجرم فطرت و عادت رکھنے والا۔(۷) گھر میں آمدنی لا کر نہ دینے والا۔ الٹا رقم لے جانے والا۔ چوری، بے ایمانی، بدمعاشی، لڑائی، فساد، خودغرضی، ظلم و ستم، جس طرح بھی داؤ لگے اور داؤ چلے۔(۸) اپنی موٹر کار یا اسکوٹر کا بار بار ایکسڈنٹ کرنے والا۔

ہم یہ نہیں کہتے کہ دنیا میں اچھے شوہر نہیں ہیں' ضرور ہیں' خاصی مقدار میں ہیں۔ الحمد للہ۔ مگر اس وقت ہماری بحث صرف برے شوہروں سے ہے۔

اخلاقی اور ذہنی برا شوہر نہایت ٹیڑھا مسئلہ ہے۔ اور اس کو حل کرنے میں انتہائی قابلیت اور انتہائی کوشش اور انتہائی قوت برداشت صرف کردینی چاہیے۔ اگر خدانخواستہ ایسا ہے تو بزرگوں سے مشورہ اور اللہ تعالیٰ سے دعا کر۔

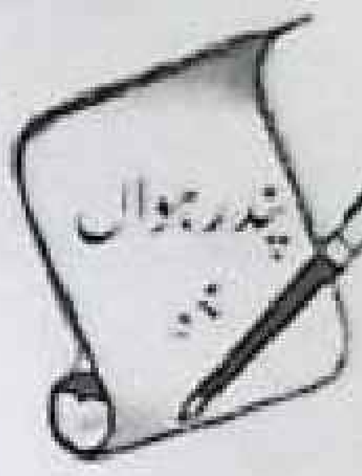
ہمارا بھی ایک مشورہ ہے۔ ہر ناکامی کے دو اسباب ہوتے ہیں۔(۱) خارجی اور (۲) داخلی۔ خارجی اسباب پر ہمارا زور نہیں چلتا۔ اگرچہ پھر بھی چند در چند تدبیریں اختیار کی جاسکتی ہیں۔ لیکن داخلی اسباب پر ہمارا کافی قابو ہے۔ ان میں بعض نفسیاتی اسباب ہوتے ہیں جو ظاہری سطح پر نظر نہیں آتے۔ ڈاکٹر کی طرح مرض کی جڑ کا پتہ لگالینا چاہیے۔ علاج جڑ کا

ہونہ کہ ٹہنیوں کا۔ ذرا گہرائی میں ڈوب کر جائزہ لے کہ شوہر کو خراب کرنے میں تیرا کیا قصور ہے؟ کیوں وہ شراب و شباب کی طرف، حرام خوری کی طرف، بدکرداری اور جرائم کی طرف بہک گیا ہے؟ کیا ایسی کوئی بات ہے جس نے رنجش یا پریشانی یا فکر پیدا کردی؟ کیا ایسی کوئی چیز ہے جس کی وہ تلاش میں ہے مگر گھر پر یا تیرے پاس نہیں نصیب؟

وہ احمق ہے جو ناکامی میں دنیا کو قصوروار سمجھتا ہے لیکن اپنی ذات کو معاف کردیتا ہے۔ جو شکست کھاتا ہے لیکن اپنی حماقت اور جہالت کو تسلیم کرنے کے لئے تیار نہیں، جو ناکامی کے سارے اسباب اپنے دل و دماغ سے باہر دیکھنا چاہتا ہے۔

خدانہ کرے کیا تو بھی ان خودساختہ اور خور پرداختہ احمقوں میں سے ہے؟

تمام نیک تمناؤں کے ساتھ تیرا ہمدرد و غم گسار، تیرا ظفر



فکر وغم

نازشِ ظفر۔۔۔السلام علیکم!

ماضی ایک تجربہ ہے، مستقبل ایک امید ہے، اب بتا کیا حال ہے تیرا؟ یعنی آج کی تازہ فکر کیا ہے؟

بہت دن بیتے جب ہمارا بھی محبوب مشغلہ تھا فکر و پریشانی، ہم غم کھاتے تھے اور غم ہمیں کھاتا تھا۔ ہم دونوں کی دوستی بہت دنوں تک رہی۔ معلوم نہیں غم کا کیا بنا لیکن ہم اس کے غم میں شاخِ مجنوں کی طرح دبلے اور عشقِ لیلےٰ کی طرح زار و قطار ہو گئے۔ غم تنہا کبھی نہیں آتا۔ موقع ملتے ہی اس کی پوری بٹالین حملہ کر دیتی ہے۔ تھکاوٹ، بے خوابی، دردِ سر، دردِ شکم، دردِ دل، بزدلی، کم ہمتی، شکست خوردگی، خوف و ہراس۔ خیریت یہ ہوئی کہ ٹی بی کے جراثیم کسی اور فکر میں مشغول تھے۔

پھر کیا ہوا؟

پھر ایک دن ہماری ملاقات ہوگئی۔ کسی حسینہ سے نہیں بلکہ ساٹھ سال کے نوجوان سے۔ جس کی آنکھیں مسکراتی تھیں، جس کے گال کوزۂ شہد تھے۔ اس نے کچھ باتیں ہمیں عقل

کی بتائیں۔ الحمد للہ کہ آج پندرہ سال سے نہ کوئی فکر آئی نہ غم۔ اور ہم اس عمر قید سے چھوٹ گئے۔

وہ باتیں عقل کی ہم تیرے فائدہ کے لئے آج سناتے ہیں۔

(۱) کیا غم فطری ہے؟ ممکن ہے۔ بعض واقعات سے متاثر ہوئے بغیر انسان نہیں رہ سکتا لیکن کتنا اور کب تک؟ اس کا فیصلہ تیری عقل اور اس پر عمل تیری قوتِ ارادی کے ذمہ ہے۔

جب کوئی ٹریجڈی سامنے آئے تو فیصلہ کرلے کہ کتنی دیر اس پر غم کرنا ہے اور یہ غم کتنا گہرا ہونا چاہیے، اور اس غم کے لئے موزوں ترین وقت کیا ہے؟

ایک بیوی صاحبہ جہیز میں غم لے آئی تھیں جو اُن کے خون کے پیاسے تھے اور ہر روز چند قیمتی قطرے پی جایا کرتے تھے۔ آخر ایک دن شوہر بے چارے کو حکم دینا پڑا کہ چوبیس گھنٹوں میں صرف چوبیس منٹ۔۔۔ نو بج کر دس سے لے کر نو بج کر چونتیس تک۔۔۔ فکر غم کو الاٹ کیا جاسکتا ہے۔ اس سے پہلے اور اُس کے بعد ان کا داخلہ ممنوع ہے۔

غم اور قوت ارادی۔۔۔ ایک کا پھیلاؤ، دوسرے کا سکیڑ ہے۔ ایک کی فتح دوسرے کی شکست ہے۔ فیصلہ تیرے ہاتھ میں ہے۔

(۲) غم کا جواز کیا ہے؟

کیا اس ٹریجڈی کے بنانے میں تیرا ہاتھ ہے؟ اگر ہاں تو ضرور غم کرنا چاہئے۔ اگر نہیں تو غم کا سوال کیا؟ کیا اس کے اثرات کی روک تھام میں تیرا کچھ عمل دخل ہے؟ اگر ہاں تو ضرور فکر و تدبیر کرنی چاہئے۔ اگر نہیں تو غم کا سوال کیا؟ کیا اس کے اثرات تجھ پر کچھ پڑے ہیں؟ اور کیا ان کا کوئی حل تیرے اختیار میں ہے؟ اگر ہاں تو ضرور فکر و تدبیر کرنی چاہئے۔ اگر نہیں تو غم کا سوال کیا؟

دنیا میں کہیں طوفان آئے، آندھی آئے، قحط آئے، قتل عام آئے، انسانی ہمدردی تو

ہے۔۔۔اور مجھے جو طاقت معاف کرنے والی ہے وہ بھلا کون لے سکتا ہے؟ اتنی زیادہ نعمتوں کے درمیان اگر میں غم کروں تو ظاہر ہے کہ مجھے غم سے عشق ہے۔ اگر مجھے گلاب کی پنکھڑیاں چننی ہیں تو راہ میں کانٹے ضرور پڑیں گے۔''

کسی نے کہا۔''مجھے سات بیماریاں ہیں الحمدللہ کہ ستر نہیں۔''

کسی نے کہا۔''میں بسترِ مرگ پر ہوں بخیر و عافیت۔''

الغرض ؎

غم میں بھی خوش رہو غم ہے اسی کا دیا ہوا
کچھ تجھ کو رنج و غم میں دکھانا ہے، غم نہ کر

اور ؎
ہے اَلَم کا سورہ بھی جزوِ کتابِ زندگی

نشہ کی طرح فکر و غم بھی اک لت، ایک دھت، ایک نادانی، ایک فطرتِ ثانی، ایک مسالے دار، مزیدار چاٹ ہے۔ یہ عادت زہر کی طرح میٹھی ہے اگرچہ قاتل ہے۔۔۔ ر دھیرے دھیرے اپنا کام کرتی ہے۔ چھٹتی نہیں ہے منہ سے یہ کافر لگی ہوئی، اس سے زیادہ خطرناک پانچواں کالم ممکن نہیں۔ عورتوں کو فکر و غم سے کچھ زیادہ محبت ہے شاید، حالات اور حادثات کا اثر وہ زیادہ لیتی ہیں اور دیر تک۔۔۔ ایک ایک رشتہ دار کے مرنے پر ان کے گرم پانی کا آبشار ہفتوں یا مہینوں چلتا ہے، اور بدقسمتی یہ ہے کہ وہ اسے محبت اور فطرت کا عین تقاضا سمجھتی ہیں۔ اور ابھی ایک غم سے فرصت ہوئی نہیں کہ دوسرا لے بیٹھتی ہیں۔

نازلی! اسی لئے ہم نے اس خط میں یہ نہیں پوچھا کہ آج کی تازہ خبر کیا ہے بلکہ آج کا تازہ غم کیا ہے؟

غم کر زیادہ غم آ جائے گا۔ غم مت کر جو کچھ ہے وہ بھی بھاگ جائے گا۔

اگر تیرے پاس غموں کا پہاڑ بھی آ گیا ہے تو کوئی غم نہیں، اٹھ جگہ بدل دے۔ نئی آب

وہوا میں نئے نئے لوگوں کے درمیان، نئے نئے مسائل کے پاس جا کر کچھ وقت گذار۔

حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیریؒ غموں کے پہاڑ کے لئے اللہ سے دعا کیا کرتے تھے۔۔نمک کے پہاڑ یا ہیرے کے پہاڑ کے لئے نہیں۔وہ جانتے تھے کہ بڑا غم بڑا امتحان ہے۔۔اور بڑے امتحان کے بغیر بڑا انعام کہاں۔۔۔؟

بیٹی! غم اور مسئلہ دو الگ الگ چیزیں ہیں، احمق عورتیں ہر مسئلہ کو غم بنا لیتی ہیں۔غم وہ ہے جس کا حل نہیں۔ مسئلہ وہ ہے جس کا حل ممکن ہے۔۔۔ اور اسے ضرور ڈھونڈ نکالنا چاہئے۔

(۶) ممکن ہے کہ یہ ریت کا ٹیلہ ہو، جو ہوا کی ایک پھونک سے اُڑ جائے۔ بہرکیف جب چند مسائل سامنے آ جائیں تو سب سے پہلے ان کا انتخاب کر جنہیں حل کرنے میں تجھے ذرا مشکل محسوس ہو رہی ہے۔اس مشکل کے باوجود انہیں حل کر۔اتنی دیر میں ناممکن قسم کے مسائل خود بخود حل ہو جائیں گے۔غائب ہو جائیں گے یا آسان ہو جائیں گے۔

جو مسئلہ تو آج حل نہیں کر سکتی انشاءاللہ کل حل کر لے گی۔خواہ مخواہ جلدی کیا ہے۔آج کے دن آج کے مسائل حل کر۔کل کا دن اپنی فکر آپ کر لے گا۔

ایک ہی قسط میں سارے مسائل حل کرنے کی کوشش مت کر بلکہ انہیں الگ الگ اور ٹکڑے ٹکڑے کر کے۔

جو وقت فکر و تردد میں برباد ہو رہا ہے اسے کسی نیک کام میں لگا، تاکہ تیری صلاحیتیں بڑھیں اور نیک کام کرنے کی خوشی حاصل ہو۔اس طرح ہر دن ایک نئی خوشی گھر میں لا۔

جب فکر و تردد تیرے پاس آئیں تو انہیں بنڈل میں باندھ کر ایک طرف رکھ دے۔ سب سے پہلے ایک مزیدار کھانا پکا، کھا اور کھلا، اس کے بعد ایک دلچسپ ڈرامہ دیکھ۔اس کے بعد اگر ضرورت ہو تو ایک پکنک بھی منا لے۔ جب تو واپس گھر آئے گی تو معلوم ہوگا کہ

نصف سے زیادہ فکر و تردد رسی تڑا کر بھاگ نکلے ہیں۔

بعض عورتوں کے پاس وقت گذاری کے لئے گھر میں فکر نہ ہو تو وہ پاس پڑوس سے ادھار لے آتی ہیں۔۔۔ ''سنا جی! گلشن بانو بہت پریشان ہے اس کی اماں کا خط سات دن سے نہیں آیا ہے۔ ہائے!''

ہم نے ایک عمر رسیدہ تجربہ کار عورت کو دیکھا ہے۔ اسے بخار آ گیا محض اتنی سی بات پر کہ فلاں کا رشتہ فلاں سے کیسے ممکن ہے۔

اگر تجھے فکر ہی ہے تو دوسروں کو شامل مت کر۔ تنہائی میں جا اور پیٹ بھر کے فکر کر لے۔ اس کی بہترین جگہ غسل خانہ ہے۔ فکر و غم کی میزبانی کر۔۔۔ وہ تیرے دل و دماغ پر سوار ہو جائیں گے بلکہ اور فکر و غم کو بلا لیں گے۔ انہیں بھوکا پیاسا مار دے، وہ سب بھاگ جائیں گے۔

فکر بے کار دماغوں کی من پسند مٹھائی ہے۔ اس کا بہترین علاج یہ ہے کہ اپنے دل و دماغ کو کسی کام میں لگا۔ ذرا بتا کسی شہد کی مکھی کو فکر و غم کی فرصت ہے۔

میری حسین و جوان بیٹی! عقل میں بھی حسین و جوان بن۔ پرانے غموں پر تازہ آنسو ضائع نہ کر۔ فکر کے لئے سارا مواد عقل نہیں دے سکتی۔ بہت سا مواد حماقت اور جہالت سے بھی آتا ہے۔ ہر مسئلہ کا ایک حل ہے۔ یا حل کو دماغ سے نکال یا مسئلہ کو دل سے نکال۔ یہ واحد جسم ہے جو قدرت سے تجھے ملا ہے۔ اس کی حفاظت کر۔

تیرا حسن و شباب شوہر کی امانت ہے۔ اپنی آنکھوں کو کہہ کہ آنسو پانی کی طرح نہ بہائیں۔ ہر شب کو جب افکار کی دکان کھولتی ہے، اٹھ وضو کر۔۔۔ اپنے مالک و مولا سے دعا مانگ۔ وہی کارساز ہے۔

کوئی مقصدِ حیات سامنے رکھ۔ اس میں تن من دھن سے لگ جا۔ اس میں اپنا تمام

دماغ کھپا دے، کیونکہ بیکار دماغ شیطان کی فیکٹری ہے جہاں فکر و غم اکسپورٹ کے لئے تیار کئے جاتے ہیں۔ اپنے دماغ کو اپنے مقصدِ حیات کے مسائل میں الجھائے رکھ تاکہ اسے دوسرے فکر و غم کی فرصت نہ ملے۔ قرآن حفظ کرنا یا تلاوت سیکھنا یا تفسیر کے ساتھ مطالعہ کرنا، کسی امتحان کی تیاری کرنا، اپنے یا دوسروں کے بچوں کو پڑھانا، مضمون لکھنا، تبلیغ کرنا وغیرہ اچھے مقاصد ہیں۔ اگر کوئی اور بڑا کام نہ ہو سکے تو کم سے کم خوش خطی کی مشق کر۔ اخبار پڑھ اور سمجھ۔ خطوط لکھ۔ اور ایک ہی خط بار بار لکھ، اچھا سا مضمون بنا کر۔

اگر تو حالات پر قابو نہیں پائے گی تو حالات تجھ پر قابو پالیں گے۔

مسائل حل کرنے کا ایک اچھا نسخہ ہم ذیل میں پیش کرتے ہیں۔

(۱) واقعات اور وجوہات کو سامنے رکھ۔

(۲) ہر تصویر کے دونوں پہلوؤں کو دیکھ۔ نفع کا بھی اور نقصان کا بھی۔ اپنا بھی اور دوسروں کا بھی۔

(۳) واضح مقصد پیش نظر ہو۔۔ صاف شفاف، سنگ بلور کی طرح کہ آخر تو چاہتی کیا ہے؟

(۴) صرف معاملات ہی کو سامنے نہ رکھ۔ بلکہ اپنے جذبات کو بھی۔ معاملات خواہ کچھ بھی ہوں کیسے بھی ہوں، اصل چیز جذبات کی تسکین ہے۔۔ تیرے بھی اور دوسروں کے بھی۔

(۵) حل کرنے میں گھبراہٹ اور جلد بازی نہ کر۔ مسائل کو آپ اپنے شوربہ میں پکنے دے۔ ہر مسئلہ کے حل کرنے کا ایک موزوں ترین وقت ہے۔ نہ پہلے اور نہ پیچھے۔

(۶) حل وہی ہے جسے عمل میں لایا جا سکے۔

(۷) جو مسئلہ کسی دوسرے کے ذمہ ہے، تو بیچ میں کود کر اسے اپنا مت بنالے۔ اور

مفت مشورے مت دیا کر۔اس کی کوئی قدر و قیمت نہیں۔البتہ جب کوئی مشورہ طلب کرے تو پھر محنت کر کے نیک مشورہ دے۔

(۸)اپنے معاملات میں بھی دوسروں سے مشورہ لیا کر۔مشورہ کا ایک فائدہ یہ ہے کہ بہت سے پہلو سامنے آجاتے ہیں، بحث کرنے سے تیرا دماغ کھلتا ہے۔تصویر واضح ہو جاتی ہے۔اور ہو سکتا ہے کہ مناسب حل نکل آئے۔

(۹)عقل اس وقت تک بیکار ہے۔جب تک کہ اس کے ساتھ محبت اور شجاعت نہ ہو۔

تیرے سکون دل کے لئے بہترین دعاؤں کے ساتھ تیرا باپ۔۔۔۔۔۔ جسے تو جنت بھیج سکتی ہے۔

سولہواں خط

حسن و صحت

میری سدا بہار! دعائے مسرت

تو اسے پیمانۂ امروز و فردا سے نہ جانچ
جاوداں، پیہم رواں، ہر دَم جواں ہے زندگی

کیا تو جوان ہے؟ جب دوسرے آرام کرتے ہیں، کیا تو محنت کرتی ہے؟ جب دوسرے خوف دکھاتے ہیں کیا تو ہمت دکھاتی ہے؟ جب دوسروں کی بیٹری ڈاؤن ہو جاتی ہے کیا تو چارج کرتی ہے؟

جوانی گلابی گالوں اور حنائی ہونٹوں کا نام نہیں۔ یہ نام ہے ارادہ اور عمل کے معیار و مقدار کا۔ اگر تیرے پاس مشکلات پر فتح پانے کی قوت ہے، اگر تیرے خون میں گرمی اور سرگرمی ہے، اگر اپنی صلاحیتوں پر اعتماد ہے اور دنیا سے مقابلہ کرنے کی ہمت تو پھر جوانی تیری ہے۔

عمر سے کوئی ضعیف نہیں ہو سکتا۔ شکنیں وقت کا پیمانہ نہیں ہوتیں۔ کمر کو جھکانے والی چیزیں فکر و غم اور کمزوریٔ مقصد ہیں۔ اہم سوال یہ نہیں کہ تو نے زندگی کتنی گذاری بلکہ کیسی گذاری۔۔۔ اور کیسی گذارے گی۔ یعنی تو نے اب تک کیا پایا اور آئندہ چند سال میں مزید کیا پانے کا منصوبہ رکھتی ہے۔

وہ نوجوان ضعیف ہے جو مقصد حیات اور اس کے برق و مقناطیس سے محروم ہے۔ جسے صرف اپنی کرسی و تنخواہ سے دلچسپی ہے۔ جسے کارزارِ حیات میں کوئی کارنامہ انجام نہیں دینا۔ اور وہ ضعیف، نوجوان ہے جس کی ذہنی صلاحیت نصف النہار پر ہے۔ جس کے گال پر غم کے آنسوؤں کا گذر نہیں، جس کا ہر دن گواہ ہے کہ کیا کرنا چاہئے۔ جس کا ہر دیروزا ایک طاقت ہے اور ہر فردا ایک اعتماد۔

تو اتنا ہی جوان ہے جتنا تیری امنگ اور تڑپ ہے۔ تو اتنا ہی ضعیف ہے جتنا تو میدانِ کارزار سے دور بھاگتی ہے۔ تو اتنا ہی جوان ہے جتنا تجھ کو اپنے مقصد اور طاقت پر اعتماد ہے۔ تو اتنا ہی ضعیف ہے جتنا تو دشمن کو اور زمانے کو پہاڑ سمجھتی ہے۔

ہر دل ایک ریڈیو ہے۔ جب تک اس میں امید، حوصلہ، کامیابی، خوشی، عزم و ایمان اور بصیرت کی لہریں بجتی رہیں گی، تو جوان ہے اور جب تو نے فیصلہ کرلیا کہ زندگی کا آخری ایکٹ کھیلا جاچکا، جیت اور ہار کی بازی ختم ہوچکی۔ اب تجھے سانس کی گنتی پوری کرنی ہے اور بس، پھر ماتم کرنے والوں کو خبر دے کہ تو لاش بن چکی۔

افلاطون نے ٹھیک کہا ہے کہ ڈاکٹروں کی سب سے بڑی غلطی یہ ہے کہ وہ جسم کا علاج کرتے ہیں۔ ذہنیات اور نفسیات کا علاج نہیں کرتے۔ وہ بیماریوں کا سبب جسم کے اندر تلاش کرتے ہیں۔ جسم کے باہر سے نہیں۔

میاں بیوی کی محبت پہلے رومانی ہوتی ہے، پھر رفتہ رفتہ روحانی۔ اس میں قلبی اور قالبی دونوں کا امتزاج ہے۔ پہلے دو جان دو قالب، پھر ایک جان دو قالب۔ چنانچہ ازدواجی زندگی کی خوشیوں میں جسم کا کردار انتہائی اہم ہے۔

قدرت نے کچھ ایسا انتظام کر رکھا ہے کہ وہ لوگ جو دل کے جوان ہیں وہ جسم کے بھی جوان ہیں۔۔ عموماً۔ اگر دماغ میں نور ہے تو آنکھوں میں بھی نور ہے۔ اگر دل میں جوش ہے

تو خون میں بھی گرمی ہے۔ اگر روح کے سامنے کوئی مقصد ہے تو جسم کی مشینری بھی رواں دواں ہے۔ اس لئے دل کو جوان رکھ، جسم بھی جوان رہے گا۔ کلیجہ سرخ ہے تو چہرہ بھی سرخ رہے گا۔

جوانی کو قائم رکھنے کے لئے چند تدبیریں بالکل ضروری ہیں۔

(۱) وہ مقصد زندگی جو دل کو لگا ہو۔ جو روح میں پیوست ہو۔

(۲) ارادہ، ہمت، عمل۔

(۳) سکون ذہنی

(۴) ورزش

(۵) متوازن غذا

(۶) بوقت ضرورت دوائیں اور پرہیز

(۷) صبر، استقلال، قناعت۔

۱، ۲ اور ۳ کے بارے میں ہم بہت کچھ لکھ چکے ہیں۔ ۴، ۵ اور ۶ کے بارے میں مشورہ کسی ماہر حکیم یا ڈاکٹر سے مناسب ہوگا۔ ۷ کی اہمیت سے تو خود واقف ہے۔

بیٹی! ازدواجی زندگی کو کامیاب اور خوش و خرم رکھنے کا کوئی حل نہیں ہے، صحت کے بغیر۔ اگر تیری ہر تدبیر کے باوجود صحتِ جسمانی حاصل نہیں تو ہر قیمت پر صحتِ ذہنی کو سنبھال لے۔ خوشی کی بات یہ ہے کہ تندرستی اور من درستی (سائیکولوجی) پر اچھی سے اچھی کتاب بازار میں ملتی ہے۔ ان کا مطالعہ تیرے لئے مفید ہوگا۔

کیا تیرا دماغ جوان ہے؟ تو کتنی باتیں ماضی میں کرتی ہے اور کتنی باتیں مستقبل میں۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ تیری فکر ضعیفی سے کتنی قریب ہے۔

کیا تیرا جسم جوان ہے؟ کیا تو جب فیس کریم لگاتی ہے تو شوہر کا چہرہ چمک اٹھتا ہے؟ یا

اٹلی کی فوج ہے جو کسی کو شکست نہیں دے سکتی؟ کیا تیرے لئے زینہ پر چڑھنا اتنا آسان ہے جتنا اترنا۔ یا اترنا اتنا ہی مشکل ہے جتنا چڑھنا؟ کیا تو اپنے مسائل کے مطابق طاقت کے لئے دعا کرتی ہے یا طاقت کے مطابق مسائل کے لئے؟ کیا تو اپنے حالات پر قابو رکھتی ہے یا حالات تجھ پر قابو رکھتے ہیں؟ کیا مستقبل تیرے متعلق فکر کرتا ہے یا تو مستقبل کے متعلق؟ کیا کامیابی تیری طرف جاتی ہے یا تو کامیابی کی طرف؟ کیا تو سات مختلف کاموں میں دلچسپی لیتی ہے یا سات مختلف بیماریاں تجھ میں؟

ذیل میں تیری دلچسپی کے لئے ہم ایک اخباری انٹرویو پیش کرر ہے ہیں۔

سڈنی (آسٹریلیا) ۱۸ اگست ۶۶ء اسٹار نیوز ایجنسی۔

''تازہ پانی اورابلے ہوئے چاول میرا راز ہے۔'' حسینہ و جمیلہ جاپانی اسٹار یوکو کوزا کورا نے جواب دیا جب اس سے پوچھا گیا کہ چہرے کی جھریوں سے محفوظ رہنے کا طریقہ کیا ہے؟

اور جو وہ کہتی ہے ضرور صحیح ہوگا کیونکہ اس کی عمر سینتالیس (۴۷) سال ہے، وہ درجنوں فلموں میں کام کر چکی ہے، اگر چہ وہ پچیس سال کی نظر آتی ہے۔

مس یوکو کوزا کورا مشہور زمانہ کتاب ''عجائب حسن'' (MIRACLE OF BEAUTY) کی مصنفہ ہے جس کی اب تک پانچ لاکھ کاپیاں صرف جاپان میں بک چکی ہیں۔ وہ برف پر پھسلنے کی بھی ماہر ہے اور ورزش کے لئے ان دنوں آسٹریلیا کے پہاڑوں پر آئی ہوئی ہے۔

آسٹریلیا کی خواتین کی نمائندہ انجمنوں نے جب اس پر اصرار کیا کہ حسن و شباب کو برقرار رکھنے کی تدبیریں بتایئے تو اس نے چہرہ کو جھریوں سے محفوظ رکھنے کے لئے مندرجہ ذیل مشورے پیش کئے جو اس کے ذاتی تجربات ہیں۔

(۱) تازہ پانی ہر روز جتنا پی سکو، پیو۔ کم از کم دس گلاس روزانہ۔

(۲) ادرک یا لیموں کا عرق استعمال میں بلاناغہ رکھو، اگر تمہیں روغنی غذا کا شوق ہے۔۔۔ادرک اور لیموں کا رس ملا کر پینا بھی مفید ہے۔

(۳) چربی دار گوشت کم کھاؤ خصوصاً موسم گرما میں۔

(۴) نمک کھاؤ لیکن مختصر۔

(۵) ہفتہ میں کم از کم دو دن ضرور ورزش کرو۔ ہر مرتبہ کم از کم ڈیڑھ گھنٹہ۔

(۶) دانتوں کی حفاظت ہی سے آنتوں کی حفاظت ہے۔

(۷) غم و فکر کو زہر قاتل سمجھو۔

مس کوزا کو راٹیلیویژن پر بھی ایک پروگرام پیش کرتی ہے، ''اپنی جوانی کو جانے نہ دو'' جسے ہر ہفتہ ایک کروڑ جاپانی عورتیں دیکھتی ہیں۔

اس نے مزید کہا۔ ''موجودہ تہذیب و تمدن ایک خاموش اور آہستہ زہر ہے جو بڑھاپے اور موت کو وقت سے پہلے لا رہا ہے۔ تمام دنیا کی عورتیں یہ جاننے کے لئے پریشان ہیں کہ کس طرح اپنی صورتوں کو جوان رکھا جائے۔ لیکن وہ اسٹارچ والی غذاؤں سے پرہیز کرتی ہیں حالانکہ اسٹارچ والی غذائیں صورتوں کو جوان برقرار رکھنے میں بہت مفید ثابت ہوئی ہیں۔ ایک شرط البتہ ہے۔۔۔ وہ یہ کہ اسٹارچ والی غذاؤں کو چربی دار گوشت کے ساتھ استعمال نہ کیا جائے۔ یعنی اگر چاول کو سبزیوں کے ساتھ کھایا جائے اور روٹی کو گوشت کے ساتھ تو تمہارے چہرے اور جسم پر کبھی جھریاں نہیں ہو سکتیں۔

جھریاں ہوتی کیوں ہیں؟ ایک ہی وجہ ہے یعنی جسم کے اندر نمی اور آبی کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔ پھر جسم اور چہرہ سوکھنے لگتا ہے، اور شکنیں پڑ جاتی ہیں۔

ابلے ہوئے چاول اسی نمی کو برقرار رکھتے ہیں اور جسم کو سوکھنے نہیں دیتے، اگرچہ وزن بڑھا سکتے ہیں۔ مغرب زدہ لوگ ترکاریاں اور سبزیاں خوب کھاتے ہیں اور نرم گوشت یعنی

مرغی اور چڑیا کا گوشت زیادہ پسند کرتے ہیں۔ لیکن میں ذاتی تجربہ کی بنا پر چاول سبزی اور مچھلی کا مشورہ دوں گی، اور مچھلی تازہ ہو تو بہتر ہے۔

مس یوکوکوراکوزا نے خود اعتمادی کے ساتھ پیشن گوئی کی ہے کہ اس نسخہ کی بنا پر مرتے دم تک اس کے چہرے پر کوئی جھری نہیں پڑسکتی۔

اس نے کہا۔ ''میں نے دیکھا ہے کہ آسٹریلوی عورتوں کی جلد چکنی نہیں ہے اور ان کے جسم بھی بھاری ہیں۔ انہیں مٹھائیاں کم اور اسٹارچ زیادہ کھانا چاہئے، اور یہ بھی خیال رہے کہ نمک کا زیادہ استعمال بڑھاپے کو جلد لاتا ہے اور خون کے دباؤ کو اونچا کرتا ہے۔''

اس نے کہا۔ ''عورت اور مرد کی غذاؤں میں کچھ فرق لازمی ہے۔ ان کے جسم کے تقاضے الگ الگ ہیں۔ مرد کو چاہئے کہ وہ بڑے سائز کے پھلوں، بڑے سائز کے جانوروں اور بڑے سائز کی مچھلیوں پر زیادہ شوق و ذوق مرکوز کرے۔''

اس نے کہا۔ ''تمام شادی شدہ عورتوں کو میرا مشورہ ہے کہ تم بیوی ہو۔ اور بیوی کا کام اس سے زیادہ نہیں کہ وہ اپنے حسن و شباب کو برقرار رکھے۔ خوب مسکرائے۔ مسکرانے کو اپنی فطرت ثانیہ بنالے اور مزیدار کھانے تیار کرے۔''

تو بیٹی! اب تو ہی بہتر سمجھ۔

والدعاء

تیرا جوان باپ

سترھواں خط

پردہ

نگینۂ عصمت وخزانۂ عفت! السلام علیکم!

تیرا تازہ خط پیشِ نظر ہے اور تیرے سوالات بھی۔ ہم فرض سمجھتے ہیں کہ پردہ کے متعلق چند وہ غلط فہمیاں رفع کردیں جو آج کل کی خواتین میں سرایت کرچکی ہیں اور جو برقع، چادر یا کوٹ اسکارف کے خلاف چلتی پھرتی پبلسٹی بنی ہوئی ہیں۔

نہیں! نہیں! پردہ نفرت یا ترک کرنے کی چیز نہیں۔ اسے قدیم یا بدنما یا دقیانوسی نہیں کہا جاسکتا۔ اسے پہن کر نہ تو دیہاتی معلوم ہوتی ہے نہ جاہل نہ گنوار۔ نہ غیر مہذب اور نہ مسخرہ پن کا مجسمہ۔ یہ نہ خریدنے کے لئے گراں ہے نہ رکھنے اور استعمال کرنے کے لئے گراں ہے۔ اس سے نہ ہاتھ پاؤں کی آزادی میں فرق آتا ہے نہ لوگوں سے ملنے ملانے میں، نہ ملازمت یا تجارت کی آزادی میں۔

ٹھنڈے دل سے اگر غور کیا جائے تو پردہ کے خلاف کوئی الزام کھڑا نہیں کیا جاسکتا۔ پردہ کے خلاف الزام تراشی کی وجہیں صرف تین ہی ہوسکتی ہیں۔

(۱) اول مغربی ذہنیت، خواہ شعور میں ہو یا نیم شعور میں یا لاشعور میں،

(۲) معاملات کو پرکھنے اور ایک عملی یا عقلی نتیجہ پر پہنچنے کے لئے دماغی محنت یا اخلاقی جرأت کی کمی اور

(۳) سب سے زیادہ حیوانی جذبات کی زیادتی جس کی منزلیں چست لباس، کلب، ڈانس اور بعدازاں ہوتی ہیں۔

ہمارا مقصد ہرگز یہ نہیں ہے کہ برقع یا ظاہری پردہ کوئی گارنٹی ہے عصمت کی۔ یعنی تمام برقع پوش عورتیں باعصمت ہوتی ہیں اور تمام بے پردہ عورتیں بے عزت۔ بے پردہ خواتین میں بھی ہزاروں ایسی ہوتی ہیں کہ

دامن نچوڑ دیں تو فرشتے وضو کریں

اور برقع والی عورتوں میں بھی ہزاروں ایسی ہوتی ہیں کہ خدا ابلیس کو بھی ان کے شر سے محفوظ رکھے۔ کسی پولیس تھانہ کا ریکارڈ اٹھا کر دیکھ، اسکول اور سڑک کی بے حجابیوں سے لے کر سازش، لوٹ مار اور قتل میں شرکت تک برقع والی عورتیں اور بے پردہ عورتیں دونوں ہی یکساں نظر آتی ہیں۔ اب تو عام سماجی اور اخلاقی ڈاکہ ڈالنے والی عورتیں بھی معصومیت کا لبادہ اوڑھے رہتی ہیں، مگر پردہ کا غلط استعمال اس کی خوبیوں کو چھپا نہیں سکتا، اور اس کی خوبیاں بے شمار ہیں۔ ذرا تو خود ہی فیصلہ کر لے:

کیا چادر یا برقع یا صحیح پردہ کا کوئی اور طریقہ تیرے حسن و جمال کی جائز نمائش میں رکاوٹ ہے؟ نہیں ہرگز نہیں، اس کے برخلاف تیری اہمیت کو بڑھانے میں اس سے بہتر کوئی لباس نہیں۔

گوری' کالی' یا سانولی۔۔۔ تیری کوئی نہ کوئی رنگت ضرور ہوگی۔ اسے تیز کرنا ہوگا یا مدھم۔ گوری رنگت کے لئے سیاہ چادر اور سیاہ رنگت کو مدھم کرنے کے لئے سفید چادر یا برقع بے نظیر ہے۔ سانولی رنگت والی خواتین کے لئے بیگنی' سبز اور گلابی چادریں یا برقعے اچھے ہیں اور سیاہ بھی برے نہیں۔ چادر یا برقع کے لئے کپڑے کا انتخاب ان کی رنگت' مضبوطی' دھلائی' استری' قیمت وغیرہ کے نقطۂ نظر سے بہت تلاش اور سوچ بچار کے بعد کرنا چاہئے اور

اس سے زیادہ ہوشیاری درزی کی تلاش میں کرنی چاہیے۔ کیونکہ بہترین کپڑا اناڑی درزی کے ہاتھ میں بدترین ہو جائے گا۔ اگر برقع ہو تو اس کے لئے بٹن کا انتخاب بھی کافی اہم ہے۔ بہرکیف ہر چہرہ، ہر رنگت، ہر قد و قامت، ہر عمر، ہر ماحول، ہر ضرورت، ہر ذوق و پسند اور ہر جیب کے لئے الگ الگ کپڑے ہیں اور الگ الگ ڈیزائن ہیں اور الگ الگ فیشن ہیں۔ ایک ہی برقع دو عورتوں کے لئے یکساں موزوں نہیں ہوتا۔

جس طرح ایک مرد چند ٹائیاں رکھتا ہے الگ الگ موقع، الگ الگ سوٹ یا الگ الگ موڈ کے لئے، اسی طرح تو بھی میری عزیز نازلی! دو یا تین برقعے یا چادریں، کوٹ اسکارف وغیرہ رکھ سکتی ہے۔ اگر دو رکھ، تو مختلف ڈیزائن کے اگر تین رکھ تو تیسرا دو تین رنگوں کا مجموعہ ہو سکتا ہے۔ اور جس طرح متعدد سوٹ یا متعدد شیروانیوں کے باری باری استعمال سے پہننے والا ہر بار ایک نئی شخصیت نظر آتا ہے اسی طرح متعدد چادریں یا برقعے بھی استعمال کرنے والی خاتون کو ہر بار ایک نئی ہستی بنا کر پیش کرتے ہیں۔ اس میں کپڑے سے زیادہ ڈیزائن کو دخل ہے۔ آج کل بھی کوٹ اسکارف، برقع اور چادروں کے بہت سے نئے اور خوبصورت ڈیزائن نکلے ہیں جن میں سے انتخاب کیا جا سکتا ہے۔ لیکن خیال رہے کہ خوش ذوقی اور خوش پوشی بڑی اچھی چیزیں ہیں بشرطیکہ ان سے خود نمائی، غرور اور بد سلیقگی نہ ٹپکے۔

کیا پردہ حائل ہے عورتوں کے سماجی ملنے جلنے یا ملازمت یا تجارت کی راہ میں؟ ہرگز نہیں۔ ایک عورت پردہ کر کے ہر جگہ جا سکتی ہے اور تقریباً ہر کام کر سکتی ہے۔ حتیٰ کہ پولیس یا ڈاکٹر یا پائلٹ عورت بھی پردہ میں اپنا فرض بآسانی انجام دے سکتی ہے۔ جو عورتیں برقع کو بطور پردہ استعمال کرتی ہیں وہ اپنے برقعوں بلکہ صرف نقاب کے ڈیزائنوں میں مناسب فرق کر کے بہت سے کام انجام دے سکتی ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ باپردہ عورت کو چلنے پھرنے اور کام کرنے کی جو سہولت ہے وہ بے پردہ کو نہیں۔ پردہ کرنے سے میلے اور گندے کپڑے

چھپتے ہیں۔اس سے پھٹے اور پرانے کپڑے چھپتے ہیں۔ یہ غریب، نادار اور مفلس عورتوں کا وفادار محافظ ہے۔

ذرا اس عورت سے پوچھ جو پردہ نہیں کرتی۔ وہ گھر سے باہر نہیں جاسکتی، جب تک اس کے پاس صاف ستھرے استری کئے ہوئے موزوں کپڑے نہ ہوں۔ بے شک یورپ اور امریکہ کی عورتیں درجنوں جوڑے اپنے وارڈ روب میں رکھتی ہیں اور رکھ سکتی ہیں لیکن یہ موقع افریقہ اور ایشیا میں اس کی غریب بہن کو نصیب نہیں۔ ایک باپردہ عورت جانتی ہے کہ اس کے پاس ایک طلسمی غلاف ہے جو لباس کے ہر عیب اور ہر کمی کو چھپا لیتا ہے۔

ذرا اس عورت سے پوچھ جو برقع سے آزاد ہے۔

کیا وہ حمل کے تیسرے مہینہ سے نویں مہینہ تک دیکھنے والوں کی نگاہوں سے اپنی کیفیت کو چھپا سکتی ہے؟ نہیں۔ اس کا راز عیاں ہے، اس کے برخلاف چادر یا برقع پوش عورت، اس کے پاس ایک طلسمی غلاف ہے جو اس کا راز بڑی حد تک چھپا سکتا ہے۔

مغربی ممالک میں۔۔۔ خاص طور پر گذشتہ دو سو سال سے۔۔۔ ایسے زنانہ لباس کی تلاش سرگرمی سے جاری ہے جو حاملہ عورت کے گردو پیش کو عوام (محرم اور نامحرم کا سوال عیسائیوں میں نہیں) سے چھپا سکے۔ لیکن سائنسی ایجاد و اختراع کے یہ کاریگر اب تک اس سلسلہ میں کوئی ایجاد یا اختراع نہ کر سکے اور بے چاری مغربی عورت جہاں تھی وہیں ہے۔ کاش وہ مشرق سے پردہ حاصل کر لیتے۔

ذرا اس عورت سے پوچھ جو برقع سے آزاد ہے کیا وہ بھی باہر اسی بے فکری سے نکل سکتی ہے، جس طرح اس کی برقع پوش بہن؟

اس چھوٹے سے خط میں برقع کی تمام خوبیاں نہیں سما سکتیں پھر بھی چند خوبیاں ضرور گنائی جا سکتی ہیں۔

عورت کی سب سے بڑی دولت اس کی حیا ہے۔ (جس سے مغرب بالکل محروم ہے) بلکہ عورت کا دوسرا نام حیا ہے، اگر حیا نہیں تو عورت نہیں، غیر نظروں سے نسوانیت کے ڈھکے چھپے رہنے کا نام پردہ ہے۔ اس کی اہمیت کا اندازہ اس سے کر لے کہ رومن کیتھولک چرچ نے اپنی راہبہ خواتین (نن) کے لئے اسی لباس کا انتخاب کیا ہے البتہ ذرا بدل کر اور مبالغہ کے ساتھ۔ ایک ڈھیلا ڈھالا لباس خودنمائی سے لے کر خودفروشی تک ہر منزل میں عورت کی بے راہ روی کو روکتا ہے۔ اور عورت کی حیا، نسوانی دلکشی کو نظروں سے بچا کر مرد کی ہر بے راہ روی کو روکتی ہے۔

میری عقیل وفہیم بیٹی! جس طرح مرد زنانہ لباسوں میں اچھا نہیں لگ سکتا اسی طرح عورت بھی مردانہ شرٹ اور شارٹ میں اچھی نہیں لگ سکتی۔ زنانہ لباس کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ وہ عورت کی ضرورت کے تحت ہو۔ اور سب سے بڑی ضرورت اس کی حفاظت ہے۔۔۔ خود اس کے ہاتھوں سے بھی۔ اس طرح برقع اور چادر سب سے مؤثر تدبیر ہے فیملی پلاننگ کے لئے، معاشرہ کو کنواری ماؤں سے اور خود ان کو جبری اسقاط، بدنامی اور خودکشی سے اور ملک وقوم کو بے باپ کے بچوں سے بچانے کے لئے۔ چنانچہ یہ سب سے بڑی نعمت ہے معاشرہ کے لئے، صحت عامہ کے لئے، ازدواجی سکون ومسرت کے لئے۔

پردہ اسراف نہیں بلکہ تجارت ہے۔ امیر خواتین کے لئے یہ چند روپے بچاتے ہیں اور اندرونی کپڑوں کو دھوپ، گرد وغبار، دھواں وغیرہ سے اور غریبوں کے لئے یہ چند روپے بچاتے ہیں بار بار تبدیلئ لباس سے۔

پردہ عورت کے لئے آہنی قلعہ ہے۔ یہ اشارہ ہے بدمعاشوں کو دور رہنے کا۔ یہ اشارہ ہے کہ اس چادر کے اندر صرف صورت ہی نہیں بلکہ سیرت بھی ہے۔ بے پردہ عورت ارادی یا غیر ارادی طور پر اپنا نسوانی مال ومتاع دکھا کر چوروں اور ڈاکوؤں کی توجہ کھینچتی ہے۔ وہ دکھاتی

ہے کہ وہ کالی ہے یا گوری، جوان ہے یا بڈھی، حسین ہے یا بدشکل۔ وہ اپنی چال ڈھال سے یہ بھی دکھاتی ہے کہ وہ کہاں تک سیرت سے محروم ہے۔ کسی ترغیب یا تحریص کے جال میں پھنس سکتی ہے یا نہیں۔

اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ پردہ ایک مسلم عورت کا مخصوص لباس ہے۔ یہ عالمگیر اخوت اسلامیہ کی خواتین کا مشترک یونیفارم ہے۔ الجزائر سے فلپائن تک تمام مسلم عورتیں عام طور پر چادر یا برقع یا کوٹ اسکارف استعمال کرتی ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانے سے اس کا رواج چلا آرہا ہے۔ پردہ کرنے والی عورت اپنا رشتہ امہات المومنینؓ سے قائم کرتی ہے۔ اس تہذیب وتمدن، فکر ونظر کو پیش کرتی ہے جو اسلام کا تقاضا ہے۔۔ حقیقت یہ ہے کہ تمام مذہبوں اور تمام تہذیبوں میں اسلام ہی کو یہ فخر حاصل ہے کہ اس نے اپنی بیٹیوں کے لئے ایسا یونیفارم پیش کیا جس کی نظیر آج تک نہ ہوسکی، جس کی خوبصورتی اور مقصد برآری کا کوئی مقابل پیدا نہ ہوسکا۔

اے باپردہ ماں، بہن اور بیٹی، تجھ پر ہزاروں رحمتیں ہوں آج بھی اور کل بھی، یہاں بھی اور وہاں بھی۔

ہم امید رکھتے ہیں تو غور کرے گی۔ والسلام تیرا باپ

اٹھارہواں خط

ضعیفی

مہ نیم ماہ! خوش باش

وقت کا آفتاب صبح وشام کی منزلیں طے کرتا ہی جائے گا، اور تیری عمر بڑھتی ہی جائے گی۔ جس طرح طفلی آئی اور چلی گئی اسی طرح تیری جوانی بھی آہستہ آہستہ رخصت ہو جائے گی اور بڑھاپا آجائے گا۔ سفید بال، کمزور آنکھیں، مریض جسم۔ مگر گھبرانے کی کوئی بات نہیں۔ عمر کا یہ حصہ بھی بہت مزیدار بنایا جا سکتا ہے۔

عمر کا اضافہ بذاتِ خود ایک بری چیز نہیں۔۔۔ بشرطیکہ اس کے ساتھ ساتھ علم اور عقل کا بھی اضافہ ہو۔ ایک کشش وہ ہے جو سولہ اور چھبیس سال کی عمر کے درمیان ہوتی ہے۔ دوسری قسم کی کشش چھبیس اور چھیالیس سال کے درمیان آتی ہے اور تیسری قسم کی کشش وہ ہے جو چھیالیس سال کے بعد عورت میں آتی ہے۔

کیا تو نے اس عورت کو غور سے دیکھا ہے جو پچاس سال کے لگ بھگ ہے مگر جس کی صحت اب بھی توانا ہے۔ جس نے زمانہ‘ فطرت‘ خاندان اور سوسائٹی سے خوشگوار تعلقات رکھے۔ جس نے عزت وعصمت پر آنچ آنے نہ دیا۔ جس نے زندگی کی ہر ناکامی سے سبق سیکھا۔ جو نیک نام بھی ہے۔ خوش مزاج بھی ہے اور قابلِ اعتماد بھی۔ اور اس کے پاس کارناموں کی ایک روشن تاریخ ہے۔

نامِ خدا یہ نئی نویلی جوانیاں، ست وفائیں، چست جفائیں۔۔کون جانے، بیماری یا فکر وغم کے بادِ مخالف سے کب شکست کھا جائیں گی۔ابھی یہ نو عقل، نومشق اور نو آموز ہیں۔ وہ کیا جانیں کہ بے رحم زمانے کا کون سا زلزلہ ان کے قدموں کے نیچے کھڑا ہے۔ابھی ان کی مٹی کو سخت ہونا ہے۔ابھی ان پر تجربہ، نیک نامی اور پختگیٔ عقل کی مہر لگنی ہے۔ابھی ان بیٹیوں نے بیوی اور ماں بن کر دنیا کو کیا بخشا ہے؟ آج بے شک وہ گلاب کی پنکھڑیوں کی طرح خوشبو اور خوش رنگ، نرم اور نازک ہیں۔مگر کب تک؟ کتنے دن؟

اب میڈیکل سائنس کی بدولت ہر صحت مند عورت پچھتر سال کی عمر تک زندہ رہنے کی امید ہر طرح کر سکتی ہے۔لگ بھگ چالیس سال کی عمر میں وہ اس منزل میں داخل ہوتی ہے جس میں آزادی زیادہ ہے اور ذمہ داری کم۔اب وہ بڑی حد تک گھر کی مصروفیات سے فارغ البال ہو چکی ہوتی ہے۔اب کوئی چھوٹا بچہ نہیں۔اب خانہ داری گویا بڑی لڑکی کے سپرد ہے۔شوہر اگر زندہ ہے تو مزاج شناس ہے اور ایک خاص روزمرہ کا پابند۔اب آمدنی مقرر ہے، اور اب ماں، ساس، نانی یا دادی کی حیثیت سے سوسائٹی میں اسے بزرگی کا مقام حاصل ہے۔

بڑی اہمیت رکھتے ہیں زندگی کے یہ آخری چند سال جو ممکن ہے کہ آخری نصف ہوں، آخری تہائی ہوں، آخری چوتھائی ہوں، یا اس سے بھی کم ہوں۔ان کا استعمال بڑی ہوشیاری سے ہونا چاہئے، ابھی سے تیار ہو جا۔

بیٹی! خدا کرے تجھ پر یہ وقت اپنے وقت پر آئے۔ہم اس راہ سے بڑی حد تک گذر چکے ہیں۔اس لئے اس کے گلزار اور خارزار سے خبردار کرنا اپنا فرض سمجھتے ہیں۔

بیٹی! ہر انسان جسم و روح رکھتا ہے، جوانی میں جسم کی اور ضعیفی میں روح کی اہمیت زیادہ ہوتی ہے۔چالیس پچاس سال کی عمر میں جب جسم کی طاقتیں گھٹنے لگتی ہیں، ذہن و روح کی

طاقتیں بڑھنے لگتی ہیں، بشرطیکہ ان کی طرف محنت کی جائے۔ کتنے افسوس کی بات ہے کہ لوگ جسم کی ہر طرح پرورش کرتے ہیں جس کی طاقتوں کو گھٹنا ہی ہے اور روح کی طاقتوں کی پرورش نہیں کرتے، جو ہمیشہ ترقی کی طرف ہے۔

آج کی گفتگو میں ہم پہلے ان عوامل پر روشنی ڈالیں گے جو روحانی طاقت کو بڑھاتے ہیں۔ اخیر عمر میں یہی انجن گاڑی کو کھینچتا ہے۔

ایمان:

سب سے اہم چیز ایمان ہے۔ ایمان وہ شے ہے جو منزلِ مقصود کو اور راہِ سفر کو متعین کرتی ہے، ہمیں بتاتی ہے کہ جانا کہاں ہے اور کس راستے سے۔ راہ میں پھول بھی آتے ہیں اور کانٹے بھی۔ لیکن ہم ان میں الجھ کر اپنی منزل کھوٹی نہیں کر سکتے۔ خوش یا ناخوش ہمیں آگے بڑھنا ہی ہے۔

غیر اسلام کے نزدیک منزلِ مقصود اسی زندگی میں ہے۔ "آگے" کا تذکرہ کہیں کہیں ضرور آتا ہے لیکن اس "آگے" کی تصویر افسوس ناک حد تک دھندلی ہے، اور کبھی کبھی بڑی بھیانک۔ اس لئے یہ مذاہب۔۔ جن میں سے چند کے اندر کچھ حکم بھی ہے اور کچھ منع بھی۔۔ راہِ عمل طے نہیں کرتے۔ یعنی زندگی کا پروگرام نہیں دیتے۔

معاشرت و معیشت میں، جنگ و صلح میں، تجارت و زراعت میں، سیاست و حکومت میں منزلِ راہ اور منزلِ مقصود متعین نہ ہونے سے چلنے والا بے یقینی کی کیفیت میں رہتا ہے۔ وہ مادیات کو اپنا حاصلِ حیات سمجھتا ہے اور اسی لئے اس کی روحانی طاقتیں ترقی نہیں کرتیں۔ اس کا ذہنی توازن الجھا ہوا ہوتا ہے۔ وہ طمع اور لالچ، حرص اور ہوس کا بندہ ہے۔

لیکن مسلم کے لئے ایمان صاف صاف طے کر دیتا ہے کہ موجودہ زندگی منزلِ راہ ہے اور آئندہ زندگی منزلِ مقصود ہے۔ چنانچہ سالکِ اسلام اس زندگی کے پھولوں اور کانٹوں کو

اہمیت نہیں دیتا۔غم اسے نہیں ستاتے ،فکراس کے پاس نہیں آتی ۔وہ بیماریوں ،نقصانوں اور سفید بالوں سے خوف نہیں کرتا، اسے ایک لگن ہے، ایک مگن ہے، ایک عشق ہے، ایک دھن ہے، ایک جنون ہے۔اسی لئے وہ شہادت تک کی قربانی خوشی خوشی دے سکتا ہے۔

مسلم(بیٹی!ہمارا مطلب حقیقی مسلم سے ہے)اور کافر کو ضعیفی میں دیکھ جب کہ ان کے سامنے قبر کی تاریکی برابر رقص کر رہی ہے۔تو دیکھے گی کہ دونوں کی عقلی بصیرت، ذہنی توازن اور سمتِ عمل میں بہت فرق ہے۔کیوں؟اس کی وجہ یہ ہے کہ دونوں کے اس تصور میں بہت فرق ہے کہ موت کے بعد کیا۔۔۔؟

مسلم خوب سمجھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس دنیا کو آرام، عیش وعشرت اور مدہوشی کی جگہ نہیں بنائی بلکہ یہ جگہ ہے امتحان وآزمائش کی۔۔ دولت میں بھی اور غربت میں بھی، صحت میں بھی اور علالت میں بھی۔ یہاں اپنی خواہشوں کو قربان کرنا پڑتا ہے۔مومن ہوا کے رخ پر اڑنے اور نفس کی ہوس پر لپکنے کے لئے نہیں بنایا گیا، وہ تو رضائے الٰہی کا بندہ ہے۔اس کی زندگی مضمر ہے اسلام کی زندگی میں، اس کا عمل، عملِ صالح ہے۔اس کی معیشت رزقِ حلال ہے۔اس کی تاریخ تبلیغِ صبر ہے اسلام کا نقصان وہ ہے جس کو مٹانے کے لئے وہ سارے نقصانات برداشت کر لیتا ہے۔اسلام کا فائدہ وہ ہے جس کے لئے وہ سارے دیگر فائدوں کو قربان کر دیتا ہے۔

ضعیفی میں ذہنی توازن اور روحانی طاقت کے لئے ایمان اور بھی لازم ہے،اس کے بغیر کوئی واضح تصویر نہیں بنتی۔ جوش اور جذبہ گرم نہیں ہوتا اور بہت سے سوالات بے جواب رہ جاتے ہیں۔۔کیوں' کون' کیسے' کدھر' کب۔۔۔اور بے یقینی کا بڑھاپا سب سے بڑی ٹریجڈی ہے۔۔نہ جسمانی طاقت نہ روحانی طاقت، نہ گوش نہ ہوش۔

مختصر یہ کہ ہم ایمان کی بدولت نہ موت سے ڈرتے ہیں نہ قبر سے۔ ہمارے اندر ایک

ہمت، شجاعت اور پُر ولولہ امید ہوتی ہے۔ ہمارے پاس انتہائی مضبوط سہارا ہوتا ہے۔ ہمارے دلوں کا تار ایک ایسے مرکز سے وابستہ ہے جس کو فنا نہیں۔ جو رب العلمین ہے، رحمن اور رحیم ہے، نیک کام کرنے اور برے کام سے بھاگنے سے ہمارا ذاتی مفاد وابستہ ہے کیونکہ وہ مالک یوم الدین بھی ہے۔ دعا کے ذریعہ ہمارا تعلق اس سے شب و روز قائم ہے۔ ہم جانتے ہیں کہ ہماری جنت یہاں نہیں، وہاں ہے۔ اور موت ایک لازمی دروازہ ہے یہاں سے وہاں داخل ہونے کا۔ اسلام کیا ہے؟ زیستن برائے مردن و مردن برائے زیستن۔

ایمان کے معنی ہیں بندگی، فرمانبرداری، وفاداری، عشق، قربانی، عمل یہ طاقتیں اسی وقت پیدا ہوتی ہیں جب ہم میں یہ صفات موجود ہوں۔ اگر غور کیا جائے تو انسان کی سب سے اشد ضرورت اسلام ہے۔ ہوا اور پانی کی طرح اسلام ہمیں مقصدِ حیات اور منزلِ مقصود کی وہ طاقتیں عطا کرتا ہے جو کسی اور ذریعہ سے حاصل نہیں ہوسکتیں، اسلام ہمیں منزلِ راہ یعنی عرصۂ حیات کی وہ تفصیلی رہنمائی عطا کرتا ہے جو کسی اور ذریعہ سے حاصل نہیں ہوسکتی۔ بدنصیبی سے ہم نے اسلام کو مسجد و خانقاہ میں محدود کر رکھا ہے۔ حالانکہ یہ ایک بین الاقوامی سیاسی تحریک ہے جس کے لئے تدبیر، تبلیغ، تنظیم اور جہاد، فرائضِ عین ہیں۔

تو بیٹی! ہمارا کہنا یہ ہے کہ ایمان کی رسی کو مضبوط پکڑ۔ تمام زندگی، خصوصاً بڑھاپے میں یہ سب سے قابلِ اعتماد بلکہ واحد سہارا ہے۔

ہم لوگ اس دنیا کو اپنی منزلِ مقصود نہیں سمجھتے۔ پھر بھی دنیا کی اہمیت ہمارے لئے بہت زیادہ ہے کیونکہ یہ ہماری منزلِ راہ ہے۔ یہ ہماری زمین ہے اور اچھا باغبان زمین پر محنت کرتا ہے۔ تب ہی پھول اور پھل اچھے نکلتے ہیں۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے۔

اے اللہ تیرا شکر یہ کہ تو نے مجھے زندگی عطا کی جو رنگا رنگی، امنگ اور مقابلہ سے بھری

ہے۔

تیرا شکریہ کہ تونے بچے عطا کئے جن کی باتیں موسیقی سے بھی میٹھی ہیں۔

تیرا شکریہ کہ تونے دماغ عطا کیا جو سمجھتا ہے، دل عطا کیا جو لطف لیتا ہے۔ تونے کتابیں عطا کیں تا کہ میں لیٹ کر، اٹھ کر، بیٹھ کر پڑھوں۔ صحت میں پڑھوں، بیماری میں پڑھوں، مصروفیتوں میں پڑھوں، فراغت میں پڑھوں، خوشی میں پڑھوں، فکر میں پڑھوں۔

تونے حوصلے عطا کئے، تونے ضرورتیں عطا کیں۔

تونے زبان دی کہ حمد و نعت گاؤں، مسجد عطا کی کہ تیرے سجدے کروں، رات کی خلوت عطا کی کہ تیرے رسولؐ پر سلام و درود بھیجوں۔

تونے بیوی عطا کی اور اسے مسکراہٹ بخشی تا کہ تمام غم غلط ہوں۔ تمام بیماریاں دور ہوں۔ تمام تاریکیاں منور ہو جائیں۔

تونے اچھے لوگ بنائے جن کے کام تعداد میں کم لیکن وزن میں زیادہ ہیں۔

تونے مقصدِ حیات عطا کیا کہ تبلیغ، تنظیم اور جہاد کروں۔

اے اللہ! میں کس طرح تیرا شکریہ ادا کروں کہ تونے مجھے جنت سے اس دنیا میں بھیج دیا۔

☆......☆......☆

نازلی! بڑھاپا تجھے چستی اور پھرتی نہیں دیتا لیکن عزت اور عظمت عطا کرتا ہے۔ اپنے آپ کو عزت و عظمت کے قابل بنا۔ اپنا اخلاق وسیع اور کردار بلند رکھ۔ بڑھاپے سے مفر نہیں۔ وقت کی رفتار ہمارے اختیار سے باہر ہے اس لئے اس دور کو بھی خوشی خوشی تسلیم کر لے، اس سے لطف اٹھا کہ یہ دور بھی مزیدار ہے۔

غم والم، غصہ، گرمیٔ جذبات، گرمیٔ کلام، چڑچڑاپن، بک بک، اٹھا پٹک، گالی۔۔۔ ان دشمنوں سے دور رہ۔ اگر تجھے اپنی عزت و عظمت پسند ہے تو مزاج ٹھنڈا ہو، الفاظ شیریں

ہوں اور مختصر، چہرہ ہشاش بشاش رہے۔ لباس سادہ، کم خرچ مگر موزوں اور باوقار۔ غم سے کوسوں دور بھاگ۔

فکر و غم:

بہت سے بدنصیب ایسے ہیں کہ اس دور میں اپنا وقت کاٹنا نہیں جانتے۔ نتیجہ؟ وقت انہیں کاٹنے کو دوڑتا ہے۔ بیکاری خصوصاً دماغی بیکاری، بدترین لعنت ہے۔ اس عمر کے ہر لمحہ کو زندہ و تابندہ بنانے کے لئے ضروری ہے کہ کوئی ایسی لگن ہو جس میں ہاتھ پاؤں، ذہن اور دماغ سب مگن رہیں۔ جس میں کام سے عشق ہو بلکہ جنون ہو۔ جس کے لئے خون کا ہر قطرہ آگے بڑھ بڑھ کے دوڑے۔ جس میں تکلیف عینِ راحت ہو۔ فکر و غم کا علاج ایک ہی ہے۔۔ دماغ کا استعمال، بامقصد استعمال۔ جب تک دماغ کام یا آرام کرتا رہے گا یہ چیزیں قریب نہیں آسکیں گی۔

فکر اور غم اگر آئیں تو ان کا علاج اور ہے۔ کاغذ پر لکھ کہ فکر کیا ہے اس کے اجزا کیا کیا ہیں۔ پھر ہر جزو کا الگ الگ حل نکال۔ فکر و غم اگر ارجنٹ ہیں تو حل تلاش کر۔ اگر ارجنٹ نہیں تو خوش ہو جا۔ کسی اور مسئلہ پر غور کر۔ ہر وقت خوش و خرم رہ۔ اسپتال سے باہر رہنے کا یہی علاج ہے۔

اس عمر میں آمدنی بہت ضروری ہے۔ کیونکہ یہاں آکر مالی پریشانیاں بہت کٹھن ہو جاتی ہیں۔ اس لئے آمدنی حاصل کرنے کے لئے کوئی نہ کوئی کام ضروری ہے۔ کام کا انتخاب ہر شخص کو اپنے ذوق و شوق اور اپنے حالات و معاملات کے تحت کرنا چاہئے۔ مگر کام کا حلال ہونا لازمی ہے۔

اس عمر میں صحت بہت ضروری ہے۔ ورزش، خوب ورزش، حرکت، خوب حرکت لیکن بامقصد حرکت۔ سماجی اور سیاسی دلچسپیاں، ملاقاتیں، ضیافتیں، دوست داری، لمبا فاصلہ چلنے

اور تیز چلنے کی عادت، سانس پر کنٹرول۔ سب سے ضروری دوڑنا اور اچھلنا ہے مگر جتنا ہو سکے۔ چلنے اور دوڑنے کو جتنی ترقی دی جا سکے مناسب ہے۔ ٹینس، بیڈمنٹن جیسے ورزشی کھیل، شطرنج جیسے کھیلوں سے ہزار درجہ بہتر ہیں۔

اس عمر میں نئے نئے دوست بنانا بہت ضروری ہے۔ پرانے دوست رخصت ہو جائیں گے۔ ان کی جگہ تجھے پُر کرنی ہے۔ ہر روز ایک نیا دوست بنا۔ اس کا طریقہ یہ ہے کسی کے کام میں یا غم میں دامے، درمے، قدمے، سخنے شرکت کر۔ اس کا انتظار نہ کر کہ لوگ تیرے پاس آئیں بلکہ تو خود ان کے پاس جا۔ ان سے مل۔ ان سے باتیں کر۔ ان کے ساتھ ہنس، کھا اور پی۔ ہر شخص کسی نہ کسی فن میں استاد ہے۔ کسی نہ کسی بات میں دلچسپی رکھتا ہے۔ کسی نہ کسی مسئلہ سے دوچار ہے۔ اس کی دلچسپی کے موضوع پر بات کر۔ وہ گھنٹوں سنے گا۔ اور سب سے دلچسپ موضوع خود مخاطب کی ذات ہے۔ گھر سے باہر نکل۔ اپنی شخصیت اس لائق بنا۔ سب تیرے غلام ہیں۔

دنیا کے کھیلوں میں، مقابلوں میں، معاملوں میں اگر تو جیتے تو انکسار کے ساتھ۔ اگر ہارے تو شان اور اصول کے ساتھ۔ تدبیر کر مگر تقدیر کے فیصلوں کو تسلیم کر۔ حرص و ہوس چھوڑ۔ قناعت کو اپنا لے۔

اپنے کام کی قسمیں بڑھا۔ کم از کم سات اقسام کے کام کرتا کہ دنیا کا لطف تو سات طریقوں سے اٹھا سکے۔ غلط گمان نہ کر کہ تو بڈھا ہے۔ بڈھوں ہی نے تو دنیا کے تمام بڑے بڑے کام انجام دیئے ہیں اور دے رہے ہیں۔ اسی عمر میں فکری اور ذہنی صلاحیتیں جوان ہوتی ہیں۔ سوشل بلکہ سیاسی کاموں میں بڑھ چڑھ کے حصہ لے لیکن زنانہ حلقوں میں۔ پڑھ، پڑھ، پڑھ اور لکھ، لکھ، لکھ معیاری خیالات اور تنظیم کے ساتھ انہیں پیش کر۔ تبلیغ اور تنظیم ہی تیری جوانی ہے خواہ تو سو ماہ کی ہو یا سو سال کی۔

کیا تو کسی فن کو ماہرانہ طور پر جانتی ہے۔ کیا تو نے خاص عقل اور تجربہ حاصل کیا ہے، کیا تجھے کسی خاص علم پر عبور ہے؟ اگر ہاں! تو جا دوسروں کو سکھا، اجرت پر یا بلا اجرت۔ نئے نئے۔ گرم گرم خون والی نوجوان لڑکیوں سے تعلقات پیدا کر۔ انہیں اپنا بنا کہ وہ تجھے اپنی بنانے کو پریشان ہیں۔

دوسروں کو اہمیت دے۔ انہیں ذمہ داری کا کام دے۔ ان کی ہمت افزائی کر۔ ان کے کام میں شرکت کر۔ ان کے جذبات میں داخل ہو۔ پھر ان کے دل میں داخل ہو۔ برائیاں نہ خود کر نہ دوسروں کو کرنے دے۔ کسی کا مذاق اور مضحکہ نہ اڑا۔ کسی کی انسلٹ نہ کر، کسی کی غیبت اور چغلی نہ کر۔ مشکلات میں ہمت بلند رکھ۔

همت بلند دار که پیش خدا و خلق

باشد به قدرِ همت تو اعتبارِ تو

نازلی! میری شاہکار بیٹی!

آزاد اور عمر رسیدہ ہونے کے معنی یہ نہیں ہیں کہ تو باہر کی ہو کر رہ جا اور گھر سے واسطہ کم کر دے۔ تیری ضرورت اب بھی ہے اور شدید ہے۔ خانگی معاملات میں' شوہر سے، بچوں سے اور گھریلو مسائل سے تیرا بنیادی تعلق ہے۔ لیکن اب سطح بلند ہے۔ گھر کے دوسرے افراد کو مناسب ذمہ داری اور مناسب آزادی عطا کر۔ لیکن اپنے آپ کو خالی ماچس کی طرح ردی نہ بنا۔ کچھ اہم معاملات ایسے ضرور ہوں جن میں تیری لیڈر شپ مسلم ہو۔ جو تیرے بغیر حل نہ ہو سکیں۔ کامیاب نانی اور دادی بننے کے لئے یہ مسئلہ زیادہ اہم ہے۔

خوردوں کے ساتھ محبت شفقت۔ بزرگوں کے ساتھ عزت، تمیز و ادب۔۔۔ ہم عمروں کے ساتھ کھیل، مذاق اور کام۔۔۔ شوہر، ماں، باپ، خسر، خوش دامن، نند، دیور، بھائی، بہن اور بچے۔۔۔ سب کے کام میں شرکت، سب کی مشکلات میں شرکت، سب کے

غم میں شرکت ۔ ہر کام میں سلیقہ، ہر کام میں طریقہ۔

لڑنا جھگڑنا، طعن طنز، روٹھنا، چڑچڑانا، غصہ، غم، فضول گوئی، زیادہ گوئی، بحث، تلخی، تضحیک، تذلیل، بیکاری، بیماری، مفلسی، دشمنی، انتقام ان سب سے دور بھاگ کہ یہ تیرے ذہنی سکون کے لئے زہر ہلاہل ہیں۔ اس عمر میں ضروری ہے کہ تو آخرت کی زادِ راہ زیادہ سے زیادہ تیار کر۔ اگر انسان خلیفۃ اللہ فی الارض نہیں ہے تو وہ صفر سے بھی کم تر ہے۔ اس اعلیٰ منصب کے بغیر وہ مٹی کا پتلا ہے۔ اور مخلوقات میں سب سے اسفل۔ اسلام پر ایمان لانے کے معنی یہ نہیں ہیں کہ کوئی مشکل اور مصیبت نہیں آئے گی۔ بلکہ یہ معنی ہیں کہ ضرور وہ آئے گی مگر تو زیادہ اطمینان اور اعتماد کے ساتھ مقابلہ کر سکے گی۔ اور جب وہ آخری وقت آئے گا کہ دیدے پتھرا جاتے ہیں کہ سانس اکھڑتی ہے کہ روح جسم کو الوداع کہتی ہے۔۔۔ اس وقت تو ہنستی رہے گی اگر چہ لوگ روتے رہیں گے۔

پیاری بیٹی! کسی نے کیا خوب کہا ہے کہ عورت شراب کی طرح ہے۔ جتنی پرانی ہوگی اتنا ہی کیف آور ہوگی۔ مگر یہ اسی وقت ممکن ہے جب تو اپنی صحت، صورت، سیرت، اور نیک نامی کو محفوظ رکھے۔ اگر تو نے ان اصولوں پر عمل کیا تو اپنے شوہر کے لئے، بچوں کے لئے اور افراد ملک وملت کے لئے کیف آور رہے گی۔ ورنہ تیری عمر کا آخری نصف کسی تھیٹر کے آخری نصف شب کی طرح ویران ہوگا۔ جب کہ حاضرین جا چکے۔ روشنیاں بجھ گئیں پردے گر گئے اور تماشہ ختم ہو چکا۔

کسی ضعیف خاتون سے ایک چھوٹی سی لڑکی نے کہا۔ ''آپ کس طرح اتنا دلکش بن سکیں؟''

خاتون نے کہا۔ ''تم ہر عمر میں دلکش بن سکتی ہو۔ ضعیفی میں سب سے زیادہ۔''

''ہاں میں آپ ہی کی طرح ضعیف بنوں گی۔ اپنی ماں کی طرح نہیں۔''

ابوظفر زین   تیرا ضعیف مگر توانا باپ   خدا حافظ

انیسواں خط

تیرے بچے

شاخِ امید، کاخِ تمنا! اللہ تعالیٰ باغ و بہار بنائے! آمین

ہم اس خط میں بہت ہی اہم مسئلہ پر اپنے مشورے پیش کر رہے ہیں ذرا دھیان اور گیان سے سُن۔ اس کا تعلق صرف تجھ ہی سے نہیں ہے بلکہ آئندہ نسل سے بھی ہے اور بہت زیادہ ہے۔ اس خط میں ہمارا موضوع ''ماں بننے کا فن'' ہے۔

ماں! تیری محبت سب سے بڑی نعمت ہے، تیری خدمت سب سے بڑی خدمت ہے۔ تیری خوشی سے جنت اور تیری ناخوشی سے جہنم ہے۔ ساری دنیا مل کر تیرا نعم البدل نہیں بن سکتی۔ تیری گود سکون کی بندرگاہ ہے۔ جہاں کوئی طوفان پہنچ نہیں سکتا۔ تیرا سایہ ہما کا سایہ ہے بلکہ عرش کا سایہ ہے۔

جسمانی طور پر عورت ماں بن سکتی ہے لیکن ذہنی اور روحانی طور پر ماں بننا ہر عورت نہیں جانتی۔ بچہ کو پیدا کرنا آسان ہے، اس کے جسم کی پرورش کرنا آسان ہے لیکن اس کی عقل و فکر، عادت و اخلاق، طاقت و ہمت کو صحیح تربیت دینا بہت مشکل ہے۔ ماں نرس بھی ہے، ڈاکٹر بھی، ٹیچر بھی، فلسفی بھی، موسیقار بھی، آرٹسٹ بھی، باورچن بھی اور بھنگن بھی۔ چنانچہ ماں کے لئے صرف تعلیم یافتہ ہونا ضروری نہیں ہے بلکہ علم یافتہ بھی اور عقل یافتہ بھی۔ اس کے لئے صرف محبت اور خدمت کافی نہیں ہے بلکہ دل اور دماغ کی بہت سی صلاحیتوں کی ضرورت ہے۔ جس طرح ایک دانا دشمن نادان دوست سے بہتر ہو سکتا ہے اسی طرح ایک دانا

چنانچہ پیاری نازنین!

(الف) بچوں کے سامنے میلی کچیلی، گندی، بدشکل، بدتمیز بن کر نہ رہ۔ خواہ باورچی خانہ یا غسل خانہ کا کام کرنا پڑے یا گھر کی صفائی کرنی پڑے۔

(ب) بچوں کو بات بات پر نہ ڈانٹ نہ اپنے احکام جاری کر۔ نہ ہر بات میں خوامخواہ اپنی رائے پیش کر۔ نہ ہر وقت بک اور بول۔ نہ ان سے بحث میں الجھ۔

(ج) بچوں کی کسی کے سامنے انسلٹ نہ کر۔ نہ ان کی برائیاں بیان کر۔ ایک بچے کو دوسرے بچوں کے سامنے ذلیل نہ کر، خصوصاً بڑے بچے کو چھوٹے بچوں کے سامنے۔

(د) اپنے متعدد بچوں سے سلوک اور محبت میں فرق نہ کر۔ بعض جاہل والدین کسی ایک بچے کو سر پر چڑھا لیتے ہیں اور دوسرے کو نظر سے گرا دیتے ہیں۔ ان کی دیکھا دیکھی دوسرے رشتہ دار بھی یہی کرتے ہیں۔ بلکہ لازم ہے کہ اگر کوئی بچہ صورت میں، عقل میں، صحت میں کمزور ہے یا عیب دار ہے تو اس کے ساتھ خصوصی سلوک کیا جائے تا کہ اس میں احساس کمتری پیدا نہ ہونے پائے۔

بچوں کے ساتھ ===> انصاف، اخوت، امن

(ر) لباس، بستر، غذا، پڑھائی اور کھیل کے سامان وغیرہ میں ہرگز کوئی جانب داری نہیں ہونی چاہئے۔

(س) اگر بچہ کوئی سوال پوچھے اور تجھے جواب نہ آتا ہو تو اسے ڈانٹ ڈپٹ کر یا غلط سلط جواب دے کر خاموش نہ کر۔ بلکہ صاف صاف کہہ دے مجھے نہیں معلوم۔ اپنا لب ولہجہ نرمی کا اور محبت کا رکھ۔

(ص) ہر وقت بچوں کے پاس مت رہ۔ وہ اگر تنہائی چاہتے ہوں تو ان کی خواہش کا احترام کر، دو گھنٹے کی دلچسپ صحبت بہتر ہے بارہ گھنٹے کی بارگراں صحبت سے۔

(۳) بچوں کے دل میں گھر کرنے کے لئے ضروری ہے کہ

(الف) انہیں کہانی، قصے، واقعات، اشعار وغیرہ سنائے جائیں مگر سنانے کا طریقہ ڈرامائی ہو، شگفتہ ہو، آسان ہو، مزیدار ہو۔ بچوں میں کہانی قصے کی بھوک بڑی شدید ہوتی ہے۔ والدین کو لازم ہے کی اس کی تسکین کریں۔ اس کا ایک بڑا فائدہ بھی ہے، تو اپنے بچوں کی اصلاح اور تعمیر کہانیوں، تاریخی واقعات، پیغمبروں کے حالاتِ زندگی وغیرہ کے ذریعہ کرسکتی ہے۔ رسول اکرم صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے واقعاتِ زندگی بھی بہت سبق آموز ہیں۔

(ب) بچوں کو تحفے عام طور پر اور انعام خاص طور پر دیئے جائیں۔

(ج) بچوں میں آزادی اور ذمہ داری کا جو شوق ہے وہ پورا کیا جائے، ہر وقت ان کے سر پر داروغۂ قید خانہ بن کر سوار نہ ہو۔ انہیں وہ کام دے جو وہ انجام دے سکیں، جس میں ان کے احساسِ ذمہ داری کو تسکین ملے۔ جب وہ اچھا کام کریں تو ان کی تعریف کر اور شاباشی دے اور ان کے سامنے دوسروں سے تذکرہ کر۔ جب وہ برا کام کریں تو سب کے سامنے ان پر تنقید کا خنجر تیز نہ کر بلکہ تنہائی میں لے جا کر خوش اسلوبی سے سمجھا۔

(د) بچوں کو آزادی کے ساتھ کھیلنے دے اور میلا ہونے دے۔ اسی کھیل اور میل سے ان کے دماغ کی رگیں اور نسیں بنتی ہے۔ ان کے جذبات کا اخراج ہوتا ہے۔ ان کی صلاحیتیں ظاہر ہوتی ہیں اور بنتی ہیں۔ اگر تو انہیں انجینئر بنانا چاہتی ہے تو انجینئر نگ کے، اگر ڈاکٹر بنانا چاہتی ہے تو ڈاکٹری کے، اگر طیارہ میکانک بنانا چاہتی ہے تو طیارہ میکانک کے کھلونے دے۔ دیکھ وہ کس قسم کے کھلونوں میں دلچسپی لیتا ہے یا لیتی ہے۔ انتہائی ضروری ہے کہ باپ اور ماں بھی وقت بے وقت بچوں کے ساتھ کھیلیں، ورزش کریں، ٹہلیں اور دوڑیں۔

(ر) اپنے کام میں اور گھر کے کام میں ان کی مدد لے۔ ان کی پسند و ناپسند کا، ان کے جذبات کا، ان کے فیصلوں کا احترام کر، اگر انہوں نے کوئی چیز ایسی خرید لی جو تجھے پسند نہ آئی یا کوئی

کام ایسا کر دیا جو تجھے پسند نہ آیا، تو براہ راست گولہ باری یا بمباری نہ کر۔ اختلاف کر مگر بڑی نرمی سے، بڑی عقل سے۔

(س) انہیں بھی اپنے ساتھ سیر وتماشے کو لے جا۔ اپنی ساتھ سوشل ملاقاتوں میں، پڑسیوں کے یہاں، دوستوں کے یہاں لے جا۔ اس طرح وہ خوش بھی ہوں گے اور تجھے بھی ان سے گھلنے ملنے کا بہتر موقع ملے گا۔

(ص) انہیں جیب خرچ دیا کر، یہ دیکھ کہ وہ کس طور خرچ کرتے ہیں۔ ضرورت ہو تو روک تھام کر لیکن ان کے فیصلہ کی آزادی میں خلل نہ ڈال۔ اور کبھی حساب وکتاب نہ لے۔

میری بیٹی!

چند باتیں اور بیان کرنے کو جی چاہتا ہے۔ محبت کے نادان معنی سے محفوظ رہ اور محفوظ رکھ۔ بچوں کے مستقبل کو تباہ وبرباد کرنے میں نادان ماؤں کا بہت بڑا دخل ہوتا ہے۔ تیرا بچہ ایک ایسی دنیا میں داخل ہونے والا ہے جو دوست نہیں۔ اسے قدم قدم پر مسائل اور مشکلات کا سامنا کرنا پڑے گا۔ اس کے لئے آج ہی سے کاری اسلحہ جات کی تدبیر کر۔۔۔ غور وفکر، تدبیر، تنظیم، ہمت، شجاعت، علم، کردار، نقد ونظر۔

ابھی جب کہ وہ تیرے زیر سایہ گھریلو زندگی میں ہے، اس کے سامنے مسائل آنے دے اور اسے ذمہ داری اور فیصلہ کے ساتھ حل کرنے دے۔ اسے لوگوں میں، ساتھیوں میں اور دوستوں میں گھلنے ملنے دے۔ اگر حادثات پیش آ ہی جائیں تو اسے خوف سے اور گھبراہٹ سے بچا۔ اس کے ہاتھ میں رقم دے تاکہ وہ ذمہ داری سے خرچ کر سکے۔ اور اس کے جائز فیصلوں کو سراہ۔ اگر ترمیم کی ضرورت ہو تو ہوشیاری سے کر، اسے ان تجربات، ان میدان ہائے جنگ سے، ان کارزار معاملات سے محروم نہ کر جو اس کا حق ہے۔ بالفاظ دیگر خواہ مخواہ اپنے بچوں کی حفاظت اور مدد اور ناز برداری نہ کر، گھر میں بند نہ کر، ان پر جاسوسی نہ

کر۔ محبت بلا عقل لعنت ہے۔ عقل بلا محبت رحمت ہے۔

سکھا اپنے بچوں کو کہ وہ مالیاتی عقل پیدا کریں اور بجٹ کے اندر خرچ کریں۔ جب کسی کام کو ہاتھ میں لیں تو انجام تک پہنچائیں اور اچھی طرح، خواہ راہ میں کتنی ہی مشکلات آئیں۔ سکھا اپنے بچوں کو سچائی اور ایمانداری اور امانت داری، اخلاق، ہمدردی، لیڈر شپ۔ سکھا اپنے بچوں کو وہ مقصدِ حیات جو مسلم کا طرۂ امتیاز ہے۔

بچا اپنے بچوں کو شراب، جوا، زنا اور غلط فیشن کی ہر شکل سے۔ بُری صحبتوں سے، بُری کتابوں سے، بُری فلموں سے اور غیر مسلم اسکولوں سے۔

بچا ان کو حادثات سے۔ گھر کے اندر مندرجہ ذیل چیزیں حادثات کا باعث بن سکتی ہیں۔ (۱) کھلے ہوئے ڈبے اور کھلی ہوئی بوتلیں جن کے اندر زہریلی اشیاء ہوں، (۲) ٹن کے کٹے ہوئے ڈھکنے جن کے چھونے سے ہاتھ کٹ سکتے ہوں۔ شیشہ کے برتن جن کے ٹوٹنے سے ذرات چبھ سکتے ہوں یا اڑ سکتے ہوں۔ (۳) بجلی کے سامان جن کے اندر کرنٹ دوڑ رہا ہو۔ (۴) بھاری چیزیں جن کے گرنے سے چوٹ لگ سکتی ہو۔ (۵) چُھری، چاقو، سوئی، پن، بلیڈ وغیرہ جہاں بچے کا ہاتھ جا سکے۔ (۶) ایسا مقام جہاں سے بچہ پھسل سکے یا گر سکے۔ (۷) آگ لگنے کا سامان (۸) بچے کی کرسی جس میں اسٹرپ لگا نہ ہو۔ (۹) باورچی خانے کے وہ برتن جو گرم ہوں جن سے ہاتھ جل سکے۔ (۱۰) وہ فرش جس پر پانی ہو یا بچہ پھسل سکے۔ (۱۱) پانی کا ٹب، باتھ روم کا سوراخ، جانوروں کا خطرہ۔ وغیرہ وغیرہ۔

بچا ان کو اس باپ سے جو زیادہ غائب رہتا ہے، خواہ ملازمت یا تجارت کے سلسلہ میں۔ جو بہت زیادہ گھر میں رہتا ہو۔ جو سخت مزاج ہو، بیکار ہو، لڑتا جھگڑتا ہو۔ جو نشہ استعمال کرتا ہو، بُری صحبتوں یا بُری عادتوں کا رسیا ہو۔ فضول خرچ ہو۔ قابلِ اعتماد نہ ہو۔ جھوٹا ہو۔ بد اخلاق ہو۔ اور بچا ان کو ایسی ماں سے بھی۔

کچھ بچوں کی نفسیات کے متعلق:

بیٹی! یہ صحیح ہے کہ گھر کا ماحول واحد ماحول نہیں ہے، سڑک، بازار، کھیل کا میدان، اسکول، سوسائٹی، سیاست، حکومت، تجارت، ملک، سب کے ماحول ایک بچے کی نفسیات کی تعمیر میں اثر انداز ہوتے ہیں۔ اگر دوسرے ماحول تیرے اختیار سے باہر ہیں تو کم از کم گھر کا ماحول بہتر سے بہتر بنا۔

اگر ایک بچہ ایسی فضا میں رہتا ہو جہاں وہ کسی کو پسند نہیں تو وہ بڑا ہو کر بدمزاج، زبان دراز اور لڑاکا بنے گا۔

اگر ایک بچہ ایسی فضا میں رہتا ہو جہاں اسے دیدہ یا نادیدہ ایسی طاقت سے خطرہ ہے جس سے وہ لڑ نہیں سکتا تو بڑا ہو کر بزدل بن جائے گا۔

اگر ایک بچہ مستقل اپنے آپ کو حاجتمند اور درخواست گذار سمجھتا ہو تو وہ ساری زندگی عزم وارادہ، ہمت، خودداری، خوداعتمادی سے محروم رہے گا۔

اگر ایک بچے کو سب لوگ حسد سے دیکھتے ہیں تو وہ انسانوں سے نفرت کرنے والا بنے گا۔ اگر گھر اور باہر کے سب لوگ ایک بچے کی خوشامد، ناز برداری اور جھوٹی تعریف کر رہے ہوں تو وہ مغرور، تنگ مزاج، بدتمیز، نالائق اور ناکارہ بنے گا۔

اسی طرح اگر ایک بچے کو سب لوگ احمق، پاگل یا ذلیل سمجھ رہے ہوں تو وہ آوارہ یا قاتل بن سکتا ہے۔

اگر ایک بچے کو مناسب تعریف، ہمت افزائی اور اختیارات نصیب ہوں تو وہ اپنی پسند کے فن وہنر میں لیڈر بن سکتا ہے۔

اگر ایک بچے سے محبت کی جائے تو وہ بھی محبت کرے گا۔ اگر نفرت کی جائے تو نفرت۔

اگر ایک بچے کے سامنے ماں باپ لڑائی جھگڑا، گالی گلوچ، ہنگامہ اور فساد کا مظاہرہ کیا کریں تو لڑکا نفرت کرے گا۔۔۔ باپ سے یا ماں سے یا دونوں سے۔ اور وہ بھی لڑائی جھگڑا گالی گلوچ سیکھ جائے گا۔۔۔ خصوصاً ازدواجی زندگی میں۔

اگر ماں باپ شراب خواری، چوری، زنا، آوارگی وغیرہ کریں گے تو وہ بھی کرے گا۔ اگر نہیں کریں گے تو وہ بھی نہیں کرے گا۔

اگر ایک بچے کی کوششوں کو سراہا جائے تو آگے بڑھے گا۔ اور اس کے جوہر کھلیں گے۔

اگر ایک بچے کے ساتھ انصاف کیا جائے تو وہ قانون، اصول اور انصاف کا پابند ہوگا۔

اگر ایک بچے کو چھوٹے بھائی بہنوں یا ملازموں یا دیگر لوگوں کے سامنے برابر ذلیل کیا جائے تو وہ ذلیل کرنے والوں سے خطرناک انتقام لے سکتا ہے۔

اگر ایک بچے کے ساتھ ایمانداری کی جائے تو وہ ایماندار ہوگا۔

اگر ایک بچے کو معلوم ہو جائے کہ جھوٹے بولنے سے یا ضد کرنے سے یا شرارت کرنے سے یا چوری کرنے سے اسے فائدہ پہنچتا ہے تو آئندہ زندگی میں وہ جھوٹا، ضدی، بدمعاش اور چور ثابت ہوگا۔

اگر ایک بچے کے سامنے دلیری کا مظاہرہ کیا جائے تو وہ دلیر بن سکتا ہے۔

اگر ایک بچے کی مناسب عزت کی جائے تو وہ دوسروں کی عزت کرے گا۔ اگر ایک بچے کو بُری کہانیاں، بداخلاقی کی تصویریں یا بُرا ماحول مل جائے تو وہ اسی قسم کی فضا میں ہیرو یا ہیروئن بننے کی کوشش کرے گا۔

اگر ایک بچے کو غیر مسلموں کے مشنری اسکول اور کالج میں بھیجا جائے گا تو وہ لازماً دنیا پرست، مفاد پرست، زمانہ پرست، منافق اور غدار نکلے گا۔

اگر ایک بچے کو مشاہیر اسلام کے حالاتِ زندگی سنائے یا پڑھائے جائیں گے تو وہ ان کے نقش قدم پر چلنے کی خواہش اور کوشش کرے گا انشاء اللہ۔

میری رخسانہ، نازلی!

جسم کی تعمیر میں مسلم وغیر مسلم یکساں ہوتے ہیں۔ فرق ذہنیت کی تعمیر میں ہوتا ہے۔ مسلم وغیر مسلم کا جسم یکساں ہے اس کی پرورش اور پرداخت کے طریقے اور ساز وسامان تقریباً یکساں ہیں۔ یہ ذہنیت ہی ہے جو مسلم وغیر مسلم میں امتیاز پیدا کرتی ہے اور جس کے متعلق قبر میں اور قیامت میں سزا وجزا ہوگی۔

اب اگر تو مسلم ہے اور تیرے بچے بھی مسلم ہونے والے ہیں تو ان کی ذہنیت کی تعمیر اسلامی خطوط پر ہونی چاہیئے۔ ان کے دل ودماغ کو اسلامی سانچہ میں ڈھلنا چاہیے۔

مغربی تقلید میں آج سارا زور جسم پر رہ گیا ہے۔ تعلیم کا مقصد اب ایک ہی رہ گیا ہے، آمدنی حاصل کرنا تاکہ اپنے اور اپنے اہل وعیال کے جسموں کی پرورش کی جاسکے۔ عقل کے اندھوں کے نزدیک اگر یہ مقصد حاصل ہوگیا تو سب کچھ ہوگیا۔ اب رہا اسلام، جو کچھ اِدھر اُدھر سے سن لیا جو ان کی عقل میں آجائے اور ان کے محبوب مقصد ومشغلہ سے نہ ٹکرائے وہی اسلام ہے باقی سب مولویت ہے۔ آخر کیا ان کا اور ان کے ماں باپ کا نام مسلمانوں جیسا نہیں؟

حیرت ہے کہ ڈاکٹری اور انجینئرنگ میں عقل ونظر حاصل کرنے کے لئے خاص کتابیں پڑھی جائیں۔ خاص ماہرین سے سبق لیا جائے اور ان کی صحبت ونصیحت حاصل کی جائے۔ خاص ماحول میں سالہا سال وقت گذارا جائے۔ اور خاص امتحانات دیئے جائیں لیکن اسلام میں عقل ونظر حاصل کرنے کے لئے بس اپنی عقل کافی ہے۔ اور عقل اسی کا نام ہے جدھر دنیا پرستی لے جائے۔

اگر اسلام جاننے اور سمجھنے کے لئے محض ہما وشما کی حیوانی عقل کافی ہوتی تو نہ قرآن کے آنے کی ضرورت تھی نہ شارح قرآن صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آنے کی۔ اور جو کچھ اسلام کی اولین صدیوں میں ہوا، وہ سب نعوذ باللہ۔۔۔ غرق مئے ناب اولیٰ۔

اس لئے بیٹی! اگر تیری نظر میں ان طاقتوں کی اہمیت ہے جو نظر نہیں آتیں، اس زندگی کی اہمیت ہے جو ابھی نظر نہیں آتی، اللہ تعالیٰ اور رسول اکرمؐ کے اوامر ونواہی کی اہمیت ہے، خود بھی جنت میں جانا ہے اور اپنی اولاد کو بھی وہاں بھیجنا ہے تو ان کی ذہنیت اسلامی بنا۔ دنیا کمانے کی تعلیم ضرور دے لیکن آخرت کمانے کی تعلیم کو قربان کر کے نہیں۔ اگر تیرے بچے ایمان والے، اعمال والے، تبلیغ والے، تنظیم والے، جہاد والے، صبر اور تبلیغِ صبر والے بن گئے اور کچھ مزید نہ بنے تو تیری خوش قسمتی پر فرشتے بھی رشک کریں گے۔

اگر تیرے بچے سب کچھ بن گئے لیکن مسلم نہ بنے تو تیری بدقسمتی پر شیطان بھی ماتم کرے گا اور یہی بچے جب جہنم سے دوچار ہوں گے، تجھ پر اور تیری عقل پر ہزار ہزار لعنت بھیجیں گے۔

بہترین تمناؤں کے ساتھ خدا حافظ فقط تیرا باپ جسے خوش نصیب یا بدنصیب بنائے گی۔

بیسواں خط

نصاب اور نظام تعلیم

نازوں کی پالی نازلی!

عورت کا سب سے اہم کردار ماں کا ہے۔ بیوی وہ صرف ایک کی ہے لیکن ماں چند کی۔ بیوی کے حصے میں بنا بنایا شوہر آتا ہے لیکن ماں کے حصے میں شیر خوارے آتے ہیں۔ انتہائی کمزور، لاچار محتاج۔ اس رائی سے پہاڑ بنانا اس کا کام ہے۔ جسمانی طور پر ہر عورت اپنے وقت پر ماں بن جاتی ہے اور وہ اولاد کی خدمت، محبت اور قربانی میں بڑھ چڑھ کے جان دیتی ہے۔ لیکن جسم کی پرورش واحد سوال نہیں ہے۔ اہم ترین سوال ہے

(۱) ایمان (۲) اخلاق (۳) عقل (۴) فن و ہنر (۵) تشنگیٔ علم۔

ان پانچوں شاخوں کا مجموعی نام تعلیم ہے۔ تعلیم درحقیقت تعمیر ہے۔۔۔ معمارانِ ملت کی۔ لڑکا ہو یا لڑکی۔۔۔ ماں کی عقل کا سب سے بڑا امتحان یہیں آتا ہے۔

شخصیت کی تعمیر میں سب سے اہم کردار ایمان کا ہے۔ ایمان ہی سے کردار ہے، آخر کوئی شخص ایمانداری کرے تو کیوں؟ بے وفائی، جھوٹ، چوری، دھوکہ، حرام کاری، اغوا، ڈاکہ، قتل نہ کرے تو کیوں؟

گورنمنٹ ہر جرم نہیں پکڑتی، سوسائٹی ہر جرم نہیں دیکھتی، ضمیر گھر کا غلام ہے۔ اب لے دے کے خوف اگر ہے تو اللہ کا۔ وہ سب کچھ دیکھتا ہے، ذرا ذرا ریکارڈ رکھتا ہے۔ اسے دھوکا نہیں دیا جا سکتا۔ اس کے قبضۂ قدرت سے بڑے سے بڑا فرعون بچ کر نکل نہیں سکتا۔

اس کی سزا آخرت میں جو ہوگی سو ہوگی، دنیا میں بھی اس کی سزا بڑی ہولناک اور عبرتناک ہے۔

ایمان اگر ایک طرف خوفِ الٰہی عطا کرتا ہے تو دوسری طرف امید الٰہی بھی عطا کرتا ہے۔ ایک طرف سزا ہے تو دوسری طرف انعام بھی۔ ایک طرف جہنم ہے تو دوسری طرف جنت بھی۔ ''ایاک نعبد و ایاک نستعین ''۔ ایمان صرف خوف اور امید ہی عطا نہیں کرتا بلکہ راہِ مستقیم بھی عطا کرتا ہے۔ ایک شاہراہ سفر زندگی، ایک ضابطۂ حیات، پرائیویٹ لائف کے لئے ایک نظامِ عمل، سیاست، حکومت، تجارت اور ساجیات کے لئے۔ اور اسی پر بس نہیں وہ ہمیں اعلیٰ ترین ذہنی ہتھیاروں سے مسلح کرتا ہے۔ مقصد، جذبہ، جہاد، تبلیغ، تنظیم، قناعت، اخوت، انصاف، امن، حق رسی، خیرات، خدمت، بے لوث اور بے غرض خدمت۔

وہ علوم، وہ کتابیں، وہ سائنس اور آرٹس، وہ طریقۂ تعلیم، جذبۂ طلبِ علم، وہ اسکول، کالج اور یونیورسٹی جنھیں گورا انگریز دو سو سال میں اپنے سیاسی اور مادی مفادات کے لئے بنا کر گیا اور اپنے ورثاء، کالے انگریزوں کو دے گیا۔ جسے آج ہم کلیجے سے لگائے بیٹھے ہیں۔۔۔۔ افسوس صد افسوس، ماتم صد ماتم، ایمان کی ہلکی سی چنگاری بھی وہاں کہیں نظر نہیں آتی۔ یہ بچہ ہمارے گھر کیوں پیدا ہوگیا؟ اس عظیم الشان قصور کی سزا میں ہم اسے ایسے اسکول میں بھیج دیتے ہیں تاکہ اپنی زندگی کا بہترین تعمیراتی وقت پڑھائی کے خوبصورت اور فراڈ نام پر برباد کر سکے۔ اور جب وہاں سے گریجویٹ ہو کر نکلے تو نہ لکھنا آئے نہ پڑھنا، نہ اخلاق ہو نہ کردار، نہ عقل ہو نہ ضمیر، نہ خوفِ خدا ہو نہ محبتِ رسولؐ۔ اس کا واحد نقطۂ نظر ہو آمدنی کمانا۔ ملت کے لئے نہیں، اسلام کے لئے نہیں بلکہ صرف اور صرف اپنے لئے، فیملی کے لئے۔

اس کمائی کے لئے وہ نہ حلال دیکھے گا نہ حرام۔ رشوت تو حرام ہے ہی بہت سی صورتوں

میں تنخواہ بھی یعنی نوکری بھی حرام ہے۔نوکر کے اسلام کی سرحد نماز، روزہ، زکوۃ اور حج پر ختم ہو جاتی ہے۔ اس سے آگے کمائی اور کرسی کا خطرہ ہے۔ وہ میدانِ عمل کے اسلام کی طرف رخ کر ہی نہیں سکتا۔ اسے ایمان فروش اور ضمیر فروش کہنا مشکل ہے کیونکہ اس کے پاس ایمان اور ضمیر ہوتا ہی نہیں۔ الاّ ماشاء اللہ۔ یہ جو تمام دفاتر میں بے ایمان، لالچی، خیانت کرنے والے، رشوت لینے والے، کام چور، ظالم، بدمعاش اور ذلیل اسٹاف اوپر سے نیچے تک نظر آتا ہے یہ کہاں سے کھیپ در کھیپ سپلائی ہو رہا ہے؟ ایسے ہی اسکولوں سے۔

مائی ڈیئر نازلی! ماں بن کر تیرے ہاتھ میں چند زندگیاں آگئی ہیں، جن کا بنانا یا بگاڑنا تیرے اختیار میں ہے۔ دنیا میں انسان کی سب سے بڑی بدنصیبی احمق، نادان، جاہل والدین ہیں جو محبت اور نیک ارادے کی دولت سے مالا مال ہیں لیکن اس دولت سے بالکل محروم ہیں جنھیں ہم عقل، فراست اور حکمت کہتے ہیں۔ جنھیں ہم پیروی سنت اور خوشنودی خدا کہتے ہیں۔ احمق والدین کا خدا تنخواہ اور کرسی ہے۔ اسی کے لئے وہ ناچ رہے ہیں۔ اکبر آبادی نے خوب کہا ہے ۔

کیا کہیں اغیار کیا کارِ نمایاں کر گئے
بی اے ہوئے نوکر ہوئے پنشن ملی پھر مر گئے

ان احمق والدین کو کیا خبر کہ ایمان، حلال رزق، تبلیغ، تنظیم، جہاد اور فی سبیل اللہ قربانی کا مزا کیا ہے۔ اس تاریخ کو زندہ کرنے کی کوشش میں مزا کیا ہے جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اور ان کے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ چھوڑ گئے ہیں۔ ان احمق والدین کو کیا خبر کہ اگر ہم دینی علم حاصل کریں گے تو ہمیں دنیا کے پیچھے بھاگنا نہیں پڑے گا۔ دنیا خود ہمارے پیچھے بھاگ کر آئے گی۔ ہمیں بھیک کا ٹھیکرا (نوکری کی درخواست) لئے در در مارا نہیں پھرنا پڑے گا۔

ان بچاروں کو کیا خبر کہ اللہ تعالیٰ نے ان والدین کے لئے کتنے عظیم انعامات کا وعدہ کر رکھا ہے، جو اپنے بچوں کو اسلامی تعلیم دیں گے۔ آہ! کس طرح انھوں نے اپنے بچوں کو دنیا اور صرف دنیا کے پیچھے دوڑا کر ان آخری انعامات کو ٹھکرا دیا ہے۔ دنیا کے مانگنے والوں کو آخرت نہیں ملے گی لیکن آخرت کے مانگنے والوں کو آخرت ضرور ملے گی، انشاء اللہ! چند خاص حالات چھوڑ کر 'ملازم' اور 'مسلم' دو متضاد الفاظ ہیں۔

ہم اسکول اور کالج کے مخالف نہیں ہیں۔ سانپ سے بھی کچھ نہ کچھ فائدے ضرور ہوتے ہیں۔ بہت سے ماں باپ بچوں کو گھر نہیں پڑھا سکتے۔ سائنس ٹیکنالوجی اور چند دیگر تعلیمات گھر میں نہیں دی جا سکتیں۔ یونیورسٹی کی سند بھی اپنی قیمت رکھتی ہے۔ بغیر سند کے کسی علم و فضل کو تولنے کی تدبیر کیا ہے؟ اور اہم فائدہ۔۔

ان اداروں کے طلبا اور طالبات کو سینکڑوں بلکہ ہزاروں کی تعداد میں ایک جگہ جمع ہونے کا، ملنے کا، ایک دوسرے سے اور پھر اساتذہ سے معاملہ کرنے کا، دنیا کو دیکھنے اور انسان کو پرکھنے کا، ڈسپلن اور اجتماعیت کو سمجھنے اور برتنے کا، اسکول سرگرمیوں میں حصہ لینے کا، تقریر، اسپورٹس، میگزین، تقریبات، پکنک وغیرہ میں عملی دلچسپی لینے کا موقع گھر میں نصیب نہیں ہو سکتا۔ اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ جب طالب علم (طالبات سمیت) ایک خاص لباس پہن کر آتا ہے اور جاتا ہے تو اس کی عزتِ نفس کو غذا ملتی ہے ورنہ گھر میں پڑے پڑے کہیں احساسِ کمتری کا شکار نہ ہو جائے۔

اب بیٹی! سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ بچوں کی تعلیم کا وہ کون سا نصاب نامہ طے کیا جائے کہ فائدہ زیادہ سے زیادہ ہو اور نقصان کم سے کم۔ ہمارا کہنا یہ ہے کہ اگر ایمان مل گیا اور کچھ نہ ملا یہ ہزار ہزار گنا بہتر ہے بہ نسبت سب کچھ مل گیا لیکن ایمان نہ ملا۔ اس لئے بنیاد ایمان کی، جو بھی عمارت اٹھنی ہے اسی بنیاد پر۔ اس لئے سب سے پہلے بچے اور بچی کو قرآن پاک

پڑھا۔ جہاں تک ہو سکے حفظ اور قرأت میں ڈال۔ قرآن پاک کی تعلیم کے ساتھ ساتھ دینی تعلیم کے ساتھ اور چند دیگر تعلیمات بھی ضروری ہیں۔ خوش خطی، اردو، فارسی، اسلامیات، صلوٰۃ صوم وغیرہ۔ تعلیم کی یہ منزل آٹھ ورنہ دس سال کی عمر میں ختم ہو جانی چاہئے۔

مزید چار پانچ سال میں ضروری سائنس (ضروری انگریزی اگر حالات اجازت دیں، کیونکہ انگریزی کا سیکھنا بہت وقت اور محنت مانگتا ہے۔ پھر بھی عام طور پر پڑھنے والا کورے کا کورا ہی رہتا ہے) ادبیات، مضمون نگاری، ترجمہ، تقریر، خوش لباسی، سلیقہ، صحت سازی، ورزش، کھیل کود، سماجی میل ملاقات۔

لگے ہاتھ۔ اس چار پانچ سال میں عملی تجارت، مناسب فن و ہنر، عمر کے مطابق مسائلِ حیات، سوشل ورک۔

اب لڑکا یا لڑکی اس قابل ہے کہ اسے پرائیویٹ میٹرک کا امتحان دلا دیا جائے۔ پرائیویٹ میٹرک کر کے وہ شوق سے جس لائن میں چاہے اور جس کالج میں چاہے داخلہ لے۔

اب وہ اس قابل ہے کہ نوکری کی حاجت مندی اور ضمیر فروشی سے بچ کر تجارت یا فن و ہنر کے ذریعہ اپنی آمدنی خود کمائے۔ تبلیغ تنظیم اور جہاد میں سرگرم عمل ہو اور اسلام کی مرضی کے مطابق اپنی زندگی ڈھال لے۔ جب تک اس دنیا میں رہے ماں باپ کا باقیات الصالحات بن کر رہے اور جب جائے تو اپنی اولاد کو باقیات الصالحات بنا کر جائے۔ اس طرح وہ ثواب جاریہ بنے۔ اس طرح ایک شمع سے ہزاروں شمع روشن ہوں۔ ایک بیج سے ہزاروں نسلیں اگیں۔

یہ ضروری نہیں کہ کسی کو قرآن و حدیث فقہ و تاریخ کی تعلیم دی جائے اور اس کے دماغ اور مزاج میں اسلام کا عشق داخل ہو جائے۔ مگر جس طرح کوئی دوا گارنٹی نہیں ہے شفا کی،

اسی طرح کوئی تعلیم گارنٹی نہیں ہے ایمان کی۔ لیکن دوا سے شفا کی امید ہے اسی طرح اسلامی تعلیم سے ایمان کی امید بندھتی ہے۔

صرف نصاب یا مکتبی تعلیم کافی نہیں ہے۔ معاون طریقے بھی اختیار کئے جائیں۔ مثلاً عام گفتگو، کہانی، کھیل وغیرہ۔ سب سے اہم ہے کہ گھر کی فضا، بچوں کی غذا، لباس، زبان، سلیقہ، ذہنیات، مستقبل کے لئے پالیسی اور پروگرام، صحبت، ہابی وغیرہ وغیرہ سب پر اسلام کی چھاپ ہو، بہت سے سرکاری وغیر سرکاری عوامل کھلم کھلا یا پوشیدہ اسلامی تقاضوں کے خلاف محنت کررہے ہیں۔ ان سے بچے اور بچیوں کے ذہن وفکر، شوق وذوق کو بچانا بڑا کٹھن ہے۔ خوش عقل اور خوش نصیب ہیں وہ ماں باپ جو اسلام کے بتائے ہوئے صراطِ مستقیم پر چلتے ہیں اور چلاتے ہیں۔ زمانے کی خوشامد اور جی حضوری نہیں کرتے۔ مسلم وقت کے دھارے پر بہنے کو نہیں آیا۔ بلکہ اپنے ساتھ وقت کے دھارے کو بہانے آیا ہے۔ وقت کے دھارے پر اندھادھند بہنے کا نام بت پرستی ہے۔

اس باب کو ختم کرنے سے پہلے ہم ایک بات اور کیوں نہ کہہ دیں جو دل کو بہت کھٹکتی ہے۔ آج کل مشنری اسکولوں اور منافقوں کے قائم کئے ہوئے سرکاری اور غیر سرکاری اسکولوں میں یونیفارم کے نام پر عیسائی لباس لازم قرار دے دیا گیا ہے۔ مثلاً پتلون، ٹائی، شرٹ وغیرہ (اسلامی ٹوپی بالکل غائب) عیسائی لباس نہ صرف ننگا پن اور بے حیائی کی طرف مائل کرتا ہے بلکہ پاکی ناپاکی حلال وحرام کے جذبات کو ملیامیٹ کردیتا ہے۔

ناپاکی کے جو چھینٹے اس کے لباس پر پڑتے ہیں ان سے پرہیز نہیں بلکہ رفتہ رفتہ پرہیز کرنے کا کوئی احساس نہیں رکھتا۔ جب پاکی ناپاکی کا سوال ختم ہوا تو طہارت سے بھی چھٹی ہوئی، حلال حرام سے بھی چھٹی ہوئی، نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج اور تمام شعائر اسلام سے چھٹی ہوگئی۔ اب وہ نام کا عبداللہ اور غلامِ رسول ہوتا ہے لیکن دل اور دماغ سے بالکل باغی منافق

کافر اور ننگ ملت ننگ دین ننگ وطن ہو جاتا ہے۔ یہاں پھر اکبرالہٰ آبادی کے چند اشعار یاد آتے ہیں:۔

کیا نبیؐ! کیسا خدا　　پیسہ نبیؐ! پیسہ خدا

☆......☆......☆

واسطہ کم ہو گیا قرآن کے قانون سے
دب گئی آخر مسلمانی مری پتلون سے

☆......☆......☆

کی مسلماں نے ترقی جو فرنگی بن کر
وہ فرنگی کی ترقی ہے مسلماں کی نہیں

☆......☆......☆

مشرق تو سر دشمن کو کچل دیتے ہیں
مغربی رنگ طبیعت کو بدل دیتے ہیں

آہ لارڈ میکالے کا پلان کتنا صحیح ہو کر رہا۔ ''ہم نے ایسا طریقۂ تعلیم اختیار کیا ہے جس سے مستقبل قریب میں ایسی قوم تیار ہو گی جو رنگ و نسل کے لحاظ سے تو ہندوستانی ہو گی لیکن تمدن و معاشرت کے لحاظ سے انگریز۔''

یا پھر۔۔ زمانے سے لڑ، بچے کو اس تعلیم گاہ میں بھیج جہاں اسلامی لباس ہو، حیا ہو، شرم ہو، اور جنت۔ جو رزق اللہ تعالیٰ تیرے اور بچوں کے حصے میں لکھ رکھا ہے وہ تو ملنا ہی ملنا ہے پھر عاقبت کیوں خراب کی جائے۔ کیوں ایمان فروشوں اور حیا فروشوں کی ناپاک کھیپ تیار ہو جائے۔ ابلیس کی سب سے کامیاب فیکٹری یہ سرکاری و غیر سرکاری منافقانہ اسکول اور کالج ہیں۔

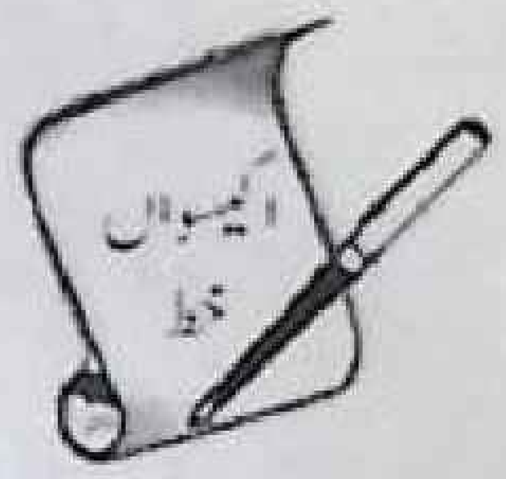
ایک بات اور یاد آ گئی۔ ہم نے دیکھا ہے کہ بہت سے ماں باپ صبح سے دوپہر تک تو بچے کو اسکول روانہ کر دیتے ہیں اور محض اللہ تعالیٰ کو دھوکا دینے کے لئے سہ پہر کو ایک گھنٹہ کے لئے قرآن پاک پڑھنے کو کسی مکتب یا مسجد میں بھیج دیتے ہیں۔ چھ گھنٹوں کی مخالف اسلام تعلیم ایک گھنٹہ کی اسلامی تعلیم کو شکست فاش دے دیتی ہے۔ ٹی وی، ریڈیو، سوسائٹی، حکومت، سیاست، بازاری اخلاق اور بازاری زبان، اسپورٹس کا ذہنی ماحول اس کے علاوہ۔

اس لئے ابتدائی دس سال کی عمر تک بچے کو اسلامی تعلیم دینا چاہئے تاکہ ذہنی بنیاد مضبوط ہو جائے۔

اب اگر کوئی سوال ہم سے پوچھے کہ کیا تم نے اس لائن پر کوئی نمونہ بھی تیار کیا ہے تو ہم تیری ذات کو آگے بڑھا دیں گے۔

تیرے لئے اولاد سازی اور مزاج سازی کی نیک ترین تمناؤں کے ساتھ۔

تیرا باپ۔ ابوظفر زین



متفرقات

اے سرفراز، فرازِ خوباں۔ اے دل نواز عفیف داماں! السلام علیکم۔

الحمد للہ کہ ان خطوط کا سلسلہ ختم ہوتا ہے۔ خوشی یہ ہے کہ تو نے غور سے پڑھا اور تبادلۂ خیالات کیا۔ باتیں پھر بھی بہت سی رہ گئی ہیں۔ گفتگو بہت دلچسپ رہی ہے اور جی چاہتا ہے کہ یہ سلسلہ دراز کیا جائے۔ مگر فرصت کم ہے اور اتنی باتیں بھی بہت کافی ہیں۔ اب اس آخری خط میں کچھ خیالات حاضر ہیں۔

☆......☆......☆

وقت کی رفتار کتنی تیز ہے پہلی بار میں نے اپنے بیٹے کو دیکھا اس کے چہرے پر جھریاں تھیں، دانت غائب اور سر گنجا۔ اب میرے چہرے پر جھریاں ہیں، دانت غائب اور سر گنجا۔

☆......☆......☆

وہ کون عورت ہے جس کی تعریف کرتے ہوئے لوگ نہیں تھکتے؟ جسے بھولنا چاہتے ہیں مگر بھول نہیں سکتے؟ عموماً وہ دلکش نہیں ہوتی مگر وہ دلچسپ ہوتی ہے۔ اس کے پندار و کردار و گفتار میں ایک خاص شرارہ ہوتا ہے۔ وہ دوسروں میں دلچسپی لیتی ہے۔ وہ خاموش کو بولنا، بولنے والے کو سوچنا اور سوچنے والے کو عمل کرنا سکھاتی ہے۔ وہ نوجوانوں کو عاقل اور عاقلوں کو جوان بناتی ہے۔ عورت بننے کا فن سیکھ لو، دنیا تمہاری ہے۔

☆......☆......☆

دنیا پر اللہ تعالیٰ کا کتنا بڑا احسان ہے کہ وہ لڑکیوں کو بالاقساط بھیجتا ہے۔

☆......☆......☆

میاں بیوی گھڑی کی دو سوئیاں ہیں۔ جو چھوٹی ہے وہ زیادہ اہم ہے۔

☆......☆......☆

شوہر کو پالتو اور فالتو نہ سمجھو، مشہور امریکی خلاباز اسکاٹ کارپنٹر کی بیوی نے کہا:

میری عمر چونتیس سال ہے۔ سترہ سال ہے میں ایک ایسے شوہر کے ساتھ ہوں جس کے فرائض اسے ہر ہفتہ تمام دنیا کی گردش کراتے رہتے ہیں اور اب ان کی فہرست میں خلا کی بلندی بھی شامل ہے۔ شادی کے بعد اس سے چار سال تک بمشکل ملاقات ہو سکی۔ جب میری جوانی شباب کو پہنچ کر ڈھلنے لگی تب میں نے جانا کہ زندگی کا مزہ انتظار میں ہے اور انتظارِ بسیار کے بعد جو ملاقات ہوتی ہے وہ ہی لطف دیتی ہے۔ میں نے جانا کہ شوہر بہت کمیاب ہستی ہے۔ ایک عجیب وغریب مخلوق ہے جو خطروں سے کھیلتا ہے۔ نئی نئی دنیا فتح کرتا ہے اور اسی لگن میں مگن رہتا ہے۔

مجھے اب یقین ہو گیا ہے کہ مرد ایک پالتو بلی نہیں جو چولھے کے پاس پڑی رہے، جو بستر اور تکیہ پر لیٹ کر آج کا کام کل پر ٹالتا رہے۔ زندگی اب سینکڑوں مہمات سے پُر ہے۔ وہ بیوی کتنی خوش نصیب ہے جو اپنے سالہا سال کی کمائی کو، جو اپنے ماضی حال مستقبل کو خطرات وآفات کے تھپیڑوں پر چھوڑ دے اور کہہ سکے کہ تمہیں اس سفر پر بھیجنے میں میرا ہاتھ بھی تھا۔

☆......☆......☆

موجودہ نسل نے قطب جنوبی، ہمالیہ اور چاند فتح کر لیا۔ آئندہ نسل کے لئے فتح کرنے کو کیا بچ رہا؟ نفسِ امارہ۔

جاتی ہیں۔

☆......☆......☆

اس مرد سے شادی نہ کرو۔۔۔۔

(۱) جو عقل و علم میں سے تم سے بہت زیادہ یا بہت کم ہو۔

(۲) جس کے پاس نسل و خاندان کے سوا فخر کرنے کو کچھ نہ ہو۔

(۳) جس کی ہر چیز مصنوعی ہو۔۔۔لباس، گفتگو، نشست و برخاست، محبت، غم، خوشی، حیرت، حسرت، تعریف، فیشن۔

(۴) جو ہر سوال کا جواب جانتا ہو۔ ہر گفتگو میں اپنا ہیرو آپ ہو، جسے اپنے کمالات بیان کرتے رہنے سے عشق ہو۔

(۵) جو شادی کر کے تم پر احسان کر رہا ہو۔

(۶) جو سمجھتا ہو کہ وہ احتساب اور شک و شبہ سے آزاد ہے لیکن تم نہیں۔

(۷) جو سارے مالی و خانگی فیصلے خود کرنے پر اصرار کرے۔

(۸) جو اپنی ماں اور بہنوں کے حلقہ میں ناپسندیدہ ہو۔

☆......☆......☆

ہاں کام آسان نہیں۔ لیکن ہمیں یقین ہے تم انتہائی کوشش کرو گے۔

☆......☆......☆

اُلو چوبیس گھنٹوں میں بارہ دفعہ کھاتا ہے اور بارہ گھنٹے سوتا ہے۔

☆......☆......☆

میں برتھ کنٹرول کے حق میں نہیں ہوں۔ کیونکہ پیدا ہونا ہر شخص کا پیدائشی حق ہے۔

☆......☆......☆

☆......☆......☆

باپ کو بھولنا نہیں چاہئے کہ چھوٹے چھوٹے بچوں کی تربیت بڑی بڑی فیکٹری بنانے سے زیادہ اہم ہے۔

☆......☆......☆

گھر چلانے کے لئے بیوی کی سروس کار کی سروس سے زیادہ ضروری ہے۔

☆......☆......☆

ہر شہری شوہری نہیں جانتا۔

☆......☆......☆

جب کسی سے کوئی کام لینا ہو تو ہمیشہ سوچو کہ وہ تمہارا کام کیوں کرے۔

کیا تم سے خوف ہے؟

کیا تم سے محبت ہے؟

کیا تم سے امید ہے؟

مگر سب سے بڑا سوال یہ ہے۔۔۔ کیا اس کا کوئی اہم مفاد بھی شامل ہے؟

سب سے کامیاب وہ ہے جو فریقِ ثانی کے مفاد کو ڈھونڈ نکالے۔ لیکن اس کا ڈھونڈ نکالنا آسان نہیں۔ جب کسی سے کوئی کام لینا ہو تو سب سے پہلے کام کرنے والے کا مفاد پیدا کرو اور اپنی تجویز کو اس طرح پیش کرو کہ۔۔۔ خفیہ یا ظاہر، جیسی مصلحت ہو۔۔ اسے اپنا فائدہ نظر آنے لگے۔

سفارشیں اکثر اسی لئے ناکام ہوتی ہیں کہ کام کرنے والے کا مفاد غائب ہوتا ہے۔

☆......☆......☆

قانون مکڑی کا جالا ہے، بڑی مکھیاں اسے توڑ کر باہر نکل آتی ہیں چھوٹی مکھیاں پھنس

میرے پاس سب سے بڑی دولت ہے۔۔۔اللہ کا نام۔

☆......☆......☆

بیوی اگر شوہر سے محبت کم کرے تو مضائقہ نہیں لیکن اسے سمجھنے کی کوشش زیادہ کرے۔

شوہر اگر بیوی کو سمجھنے کی کوشش کم کرے تو مضائقہ نہیں لیکن اس سے محبت زیادہ کرے۔

☆......☆......☆

سوال یہ نہیں کہ تمہارا چہرہ کتنا زرد ہے۔سوال یہ ہے کہ تمہارا کلیجہ کتنا سرخ ہے۔

☆......☆......☆

ایک بچے کی دعا:

اے خدا! مجھے وہ ماں عطا کر جو لوریاں سنائے، میرے ساتھ جاگے اور میرے ساتھ سوئے۔وہ باپ عطا کر جو کھلونے اور مٹھائیاں خرید دیا کرے، کہانیاں سنائے اور سیر کو لے جائے۔وہ بھائی بہن عطا کر جو کھیلیں، دوڑیں اور قہقہے لگائیں۔

☆......☆......☆

ایک ماں کی دعا:

اے اللہ مجھے عقل دے کہ میں اپنے بچوں کے جذبات اور شوق و ذوق کو سمجھ سکوں، مجھے برداشت دے کہ جو وہ کہیں وہ سنوں، مجھے علم دے کہ جو وہ پوچھیں اس کا شافی جواب دوں۔

مجھے اس کو ڈانٹنے سے، ان کی تردید کرنے سے، ان کو ذلیل کرنے سے بچا۔ مجھے اخلاق عطا کر کہ میں انہیں اخلاق سکھا سکوں۔ مجھے نظر دے کہ اپنی غلطیاں دیکھ سکوں۔ میں بچوں کی غلطیوں کا مذاق نہ اڑاؤں۔ میں انہیں دوسروں کے سامنے سزا نہ دوں۔

اے اللہ! اپنی مدد شامل حال کر کہ میرے بچے جھوٹ اور چوری سے محفوظ رہیں۔۔۔ اور مجھے بھی جھوٹ، چوری اور ظلم وستم سے بچا کہ میں ان کے سامنے عملی مثال بن سکوں۔ مجھے غصہ اور چڑ چڑے پن سے محفوظ رکھ کہ میں بچوں کی نگاہ میں باعث نفرت بننا نہیں چاہتی۔ مجھے کمینہ پن اور بخل سے بچا کہ جو کچھ کماؤں اور پہنوں اس سے بہتر اسے کھلاؤں اور پہناؤں۔ مجھے ہر وقت بولتے رہنے سے بچا کہ جو بات میری زبان سے نکلے وہ محبت سے سنی جائے اور شوق سے عمل کیا جائے۔

جب میرے بچے تعریف کا کوئی کام کریں تو مجھے شاباشی اور ہمت افزائی کی توفیق عطا فرما۔ میں ان کے دل کو، دماغ کو، ہاتھ پاؤں کو صحیح رُخ پر لگاؤں۔ میں انہیں اپنے معاملات کا فیصلہ آپ کرنا سکھاؤں۔ اے اللہ! تیرے راستہ میں ان کے اندر ہمت اور قربانی کا جذبہ پیدا کروں اور خوف سے بیگانہ کردوں۔

میرے بچے خوب کھیلیں اور خوب پڑھیں۔ مجھے اتنی سمجھ دے کہ ہر کھیل کو پڑھائی بنادوں اور ہر پڑھائی کو کھیل۔ ہر کھیل اور ہر پڑھائی یہ بتائے کہ دوسرے بچوں سے اور تمام انسانوں سے کس طرح میل محبت اور لین دین رکھنا چاہیے۔

اے اللہ! میرے بچوں کو دوسرے بچوں کے لئے نمونہ بنادے اور والدین کے لئے باقیات الصّٰلحات۔ آمین!

☆......☆......☆

ایک باپ کی دعا:

اے دینے والے! مجھے ایسی اولاد عطا کر جو اتنی بہادر ہو کہ اپنی کمزوریوں کو پہچان سکے۔ جو ایمانداری کے اصولوں پر لڑے۔

اے خدا! وہ اولاد دے جس کی باتیں عمل کی جگہ نہ لے سکیں۔ جو تجھ کو پہچانے اور

تیرے رسولؐ کو پہچانے کہ علم اس سے زیادہ نہیں اور اس سے کم بھی نہیں۔

تن آسانی اور کام چوری کے رستہ پر اسے نہ لے جا۔ اسے مسائل کی مشکلات عطا کر۔ اسے طوفانوں سے مقابلہ کرنا سکھا۔ اسے ان لوگوں کو اٹھانا اور چلانا سکھا جو گر گئے ہیں یا منزل سے بھٹک گئے ہیں۔

وہ اولاد عطا کر مولیٰ! جو دوسروں پر قابو حاصل کرنے سے پہلے اپنے آپ پر قابو حاصل کرے، جس کا دماغ روشن ہو، جس کی منزل بلند ہو، جو مستقبل پر نگاہ رکھے لیکن ماضی کو نہ بھولے۔

اور جب اتنی چیزیں اسے مل جائیں تو اے منعم حقیقی! اسے ذرا مسکرانے، لطف لینے اور دوسرے دلوں کو جیت لینے کی ہنرمندی عطا کر۔ وہ معاملات کو سنجیدگی سے سوچے لیکن چہرے پر سختی اور ترشی پیدا نہ کرے۔ اسے اس انکسار سے سرفراز کر جو سچی عظمت کی نشانی ہے۔

پھر میں۔۔۔ اس کا باپ۔۔۔ مرتے ہوئے خوش ہو سکوں کہ زندگی بیکار نہ گئی۔

☆......☆......☆

اللہ کی لاٹھی کیوں بے آواز ہے؟ چونکہ وہ اپنی پبلسٹی نہیں چاہتی۔

☆......☆......☆

مچھلی کو علوم البحریا بحرالعلوم پڑھنے کی ضرورت نہیں۔

☆......☆......☆

ہر بیوی شوہر کی زبان سے یہ سننے کو، بار بار سننے کو، مختلف انداز سے سننے کو، ہر دن اور ہر سال سننے کو ترستی ہے کہ "مجھے تم سے عشق ہے"۔ یہ واحد بات ہے جو جتنی بار کہی جائے اور جس کا جتنے طریقہ سے مظاہرہ کیا جائے، کم ہے، بلکہ حقیقی عشق اسی طرح پیدا ہوتا ہے۔ وہ دن ازدواجی خوشیوں کے لئے خوفناک ہے۔۔۔ جب تمہاری غفلتوں کی بدولت تمہاری

بیوی کو یہ پوچھنا پڑے کہ ''کیا تمہیں مجھ سے عشق ہے؟''

عشق کسی پوشیدہ جذبہ کا نام نہیں۔ یہ نام ہے اس کی دلچسپیوں میں دلچسپی لینے کا، اس کی تکلیفوں میں حصہ بٹانے کا، اس کے لئے کچھ قربانی کرنے کا، خواہ مال کی ہو یا وقت کی یا محنت وخدمت کی۔ اگر تم نے اس کو زبان سے اور عمل سے ذرہ برابر عشق پیش کیا تو وہ تمہیں پہاڑ برابر جان ومال پیش کردے گی۔

مالی پریشانی، بیماری، ضعیفی، تھکاوٹ سب گرد ہیں اس ایک عظیم الشان حقیقی جملہ کے سامنے، ''مجھے تم سے عشق ہے''۔

☆......☆......☆

فرشتوں کو صرف ہمارے کردار میں دلچسپی ہے، ہماری دولت رنگ ونسل اور وطنیت میں نہیں۔

میں آپ کا شکریہ ادا نہیں کروں گا۔ چونکہ ادا نہیں کرسکتا۔ میں صرف یہ دعا کرتا ہوں کہ کسی کی مدد اسی طرح کرسکوں جس طرح آپ نے میری مدد کی۔

☆......☆......☆

☆ میں نے اللہ سے طاقت مانگی تا کہ کارنامے انجام دے سکوں۔
اس نے مجھے کمزوری عطا کی تا کہ فرمانبرداری سیکھ سکوں۔

☆ میں نے دولت مانگی تا کہ خوشی میسر ہو۔
اس نے غربت دی تا کہ غریبوں کا دکھ درد سمجھ سکوں۔

☆ میں نے سب چیزیں مانگیں تا کہ زندگی کا لطف اٹھا سکوں۔
اللہ نے زندگی عطا کی تا کہ سب چیزوں کو حاصل کرسکوں۔

☆ جو چیزیں مانگیں وہ نہ ملیں۔ لیکن وہ سب چیزیں مل گئیں جو ان سے بہتر ہیں۔ میں کتنا

بڑا خوش نصیب ہوں۔

☆......☆......☆

ایک گدھے پر سونا لاد دو۔ شہر کے ہر چوراہے پر لوگ اس کے لئے آنکھیں بچھائیں گے۔

☆......☆......☆

ایک پروانہ شمع پر کیوں جان دیتا ہے؟ چونکہ آفتاب و ماہتاب تک نہ اس کی آنکھوں کی رسائی ہے اور نہ اس کے پروں کی۔

☆......☆......☆

میں نے طے کرلیا ہے کہ آج کا کام کل پر نہ ٹالوں گا۔ انشاء اللہ کل سے!

☆......☆......☆

معافی نہ صرف تمہاری رقم بچاتی ہے، بلکہ وقت بھی، خون بھی، دل بھی اور دماغ بھی۔ اگر تم معاف نہ کرتے تو جذبۂ انتقام ان سب کو جلا کر راکھ کر سکتا تھا۔

☆......☆......☆

تم مال چاہتے ہو یا کمال؟

☆......☆......☆

سائنس اللہ پر ایمان نہیں رکھتا لیکن اس کی قدرت کو پیش کرتا ہے۔

☆......☆......☆

جابر سے جابر بادشاہ تیرے رزق سے ایک دانہ اور تیری عمر سے ایک لحظہ کم نہیں کر سکتا۔

☆......☆......☆

میں اس شخص کو اپنا پیر بناؤں گا جو اپنی کمزوریوں سے واقف ہے اور ان پر قابو حاصل کرنے کی جدوجہد کرتا ہے۔ جو اپنی طاقتوں سے واقف ہے اور ان کو استعمال کرتا ہے۔ جو اپنی ضرورتوں سے واقف ہے اور انہیں پورا کرنا جانتا ہے۔ جو اپنی ایک رائے رکھتا ہے اور اس رائے کے پیچھے ٹھوس حقائق۔ جو اپنی مشکلات دور سے پہچانتا ہے اور انہیں عبور کرتا ہے۔ جو اپنی منزلِ مقصود سے عشق رکھتا ہے اور روکے نہیں رکتا۔ جو اپنی تعریف سنتا ہے اور انکساری سے قبول کرتا ہے۔

☆......☆......☆

تم اپنی مصیبتیں دوسروں کو نہ سناؤ۔ کیا تم ان کی مصیبتیں سننا چاہتے ہو؟

☆......☆......☆

تعریف اس باپ کی ہے جو دوسروں کے اپاہج بچوں کی پرورش کر رہا ہے اور بالکل اپنے تندرست بچوں کی طرح۔ تعریف اس باپ کی ہے جس نے کہا: ان دو میں ایک بچہ سوتیلا ہے لیکن میں بھولتا ہوں کہ کون؟ تعریف اس باپ کی ہے جس سے بچے سیکھیں کہ ایمان کس پر لانا ہے، حق کیا ہے۔

اور تعریف اس باپ کی ہے جو اپنے بچوں کو کھیلنے میں، کھانے میں، پڑھنے میں، کام کرنے میں اور تبلیغ اور جہاد میں شریک رکھتا ہے۔

☆......☆......☆

میں خدا سے اس کی پناہ مانگتا ہوں کہ اپنی نظر میں بڑا بنوں اور اس کی نظر میں چھوٹا۔

☆......☆......☆

خوبصورت جوان ہونا بہت آسان ہے۔ خوبصورت ضعیف ہونا بہت مشکل۔

☆......☆......☆

کبھی اقتدار کی پرستش تھی اب اقتدار کی پرستش ہے۔

☆......☆......☆

ہیرو وہ ہے جب اس کے بال سفید ہو گئے ہوں، اس کے اعضاء ڈھیلے پڑ گئے ہوں، عمر کا سورج غروب ہو رہا ہو اور سامنے قبر کی بھیانک رات ہو، وہ یہی کہے، ابھی مجھے اور بہت کچھ کرنا ہے۔

تم پہچانے جاتے ہو اس لباس سے جو تمہاری بیوی پہنتی ہے، اس دوست سے جو تمہاری بیوی سے ملتا ہے۔ اس کام سے جو تمہاری بیوی کرتی ہے۔

☆......☆......☆

جب آگ گلزار بن گئی تو ابراہیم نے سوچا سب خوبیاں ہیں، سارے مزے ہیں لیکن میں بیکار رہنا نہیں چاہتا۔ میں گلزار کو اپنے ڈھب پر ترتیب دوں گا۔ اس میں اب بھی ترقی کی گنجائش ہے۔

اور اگرچہ تماشائی کوئی دوسرا نہ تھا، اس نے نئے ڈھنگ سے گلزار کی ترتیب دی۔ قسم قسم کے بیج جمع کیے۔ زمینیں ہموار کیں۔ آب رسانی کی۔ نئے نئے انداز کی قطاریں بنائیں اور ان میں پودے اُگائے، پرانے درختوں کو کاٹا۔ اور ان سے فرنیچر بنایا۔ پرانے خولوں کو جمع کیا اور تازہ پھلوں کا رس نکالا۔ پتھروں اور پتوں سے آگ بنائی اور جانوروں کا کباب لگایا۔ پھر جنت سے ناشتہ لانے والے فرشتوں کو مزید زحمت سے روک دیا۔

اور پھر اللہ کی حمد و ثنا کی کہ میں نے اس گلزار میں بھی کما کر دکھایا اور بیکار نہیں رہا۔

☆......☆......☆

دنیا کی ساری موسیقی ایک طرف اور منی آرڈر لانے والے کی آواز ایک طرف۔

☆......☆......☆

ساتھیوں پر کب تک اعتماد کرنا چاہیے؟ اب دیکھ لو کہ مجھ میں اور میرے پرانے ساتھیوں میں بھی کچھ بدمزگی ہوگئی ہے۔ چند کو میں نے نکلوادیا۔ چند خود سے نکل گئے۔ اور باقی جو ہیں وہ بھی اک اک کر کے جانے کو ڈول رہے ہیں۔ یہ میرے لڑکپن کے ساتھی تھے اور میرے پاس شب و روز رہا کرتے تھے۔ انہوں نے اپنے آپ کو میرے اور صرف میرے لئے وقف کردیا تھا۔ وہ میرے ہر کھانے پینے میں شریک تھے۔ میرا ہنسنا اور بولنا ان کے دم سے تھا۔ معلوم نہیں وہ مجھے کیا کہتے تھے لیکن میں انہیں ''دانت'' کہا کرتا تھا۔

☆......☆......☆

میں سگریٹ کبھی نہیں پیتا۔ البتہ جب غمگین ہوتا ہوں تو غم غلط کرنے کے لئے۔ اور جب خوش ہوتا ہوں تو لطف دوبالا کرنے کو۔ میں جب اکیلا ہوتا ہوں تو دل بہلانے کو پی لیتا ہوں۔ اور جب دوست موجود ہوتے ہیں تو انہیں پلانے کو پی لیتا ہوں۔ بھوک کی شدت کم کرنے کے لئے بھی اس کا پینا مفید ہے۔ اور جب شکم پر ہو تو ہضم کرنے کے لئے بھی۔ بیکاری اور باکاری دونوں صورتوں میں سگریٹ پیے بغیر ہوش نہیں آتا۔ ورنہ میں اتنا احمق نہیں ہو جو اسے کبھی بھول کر ہاتھ لگاؤں۔

☆......☆......☆

مشورہ برف کے گالوں کی طرح ہو۔ آہستہ آہستہ گراؤ۔ روک روک کر، ہلکے ہلکے ہاتھوں۔ اگر ایک دفعہ گرادو گے تو برف کے پتھر کی طرح کسی کا سر توڑ دے گا۔

☆......☆......☆

محنت ہی عزت ہے، ہاتھ سے ہو یا دماغ سے۔ دنیا کے ذمہ روزی دینا صرف معذوروں کو ہے لیکن روزی کے مواقع دینا ہر کس و ناکس کو۔

☆......☆......☆

ہر فرد کو صحت مند رہنے کا حق ہے اور آزاد رہنے کا۔ اور خوش رہنے کا۔ اور اس کا فرض ہے دوسروں کو صحت مند آزاد اور خوش رکھنے کا۔

☆......☆......☆

ہر سوسائٹی کے لئے جھوٹ اور ظلم زہر ہیں۔ علم و عدالت غذا۔

☆......☆......☆

زبانی وعدہ کی اتنی ہی قیمت ہے جتنی قانونی معاہدہ کی۔ بلکہ زیادہ۔ اور کردار کی سب سے بڑی خوبی امانت داری ہے۔

☆......☆......☆

کوئی حق نہیں بلا ذمہ داری کے۔ کوئی انعام نہیں بغیر قربانی کے۔ کوئی ملکیت نہیں بغیر محنت کے۔

☆......☆......☆

اُلو اور کوئل سے سیکھ لو کہ الفاظ کا ذخیرہ عقل کے ذخیرے سے زیادہ نہیں ہوتا۔

☆......☆......☆

امیروں کے پاس ٹی وی ہے غریبوں کے پاس بیوی ہے۔



تمھاری کامیابی کے لئے اہم ترین پچیس اصول

۱۔ دوسروں کو یہ محسوس ہونے دو کہ ان کی بڑی اہمیت ہے، تب ہی وہ تمہارے دوست ہوں گے۔اور بڑا کارنامہ انجام دے سکیں گے۔

۲۔ کینہ، رنجش اور انتقام سے دور بھاگو۔ ان سے تمہیں خون کی، دل کی اور دماغ کی بیماریاں پیدا ہوسکتی ہیں۔

۳۔ فوراً اپنے قصور کا اعتراف کرو۔ خواہ تمہارا دل اعتراف نہ کرے ۔ زندگی کے دو شاندار ترین جملے۔ میں غلط ہوں، تم صحیح ہو۔

۴۔ طویل قصے نہ چھیڑو۔ اپنی بڑائی کے قصے نہ چھیڑو۔ طنزیہ اور دل آزار جملے نہ کہو۔ ایک ہی واقعہ کو بار بار نہ دھراؤ۔

۵۔ غور سے سنو، دلچسپی لو، سوالات پوچھو، ورنہ شائستگی کے ساتھ اٹھ جاؤ۔

۶۔ لڑائی کبھی ارجنٹ نہیں ہوتی۔ اگر لڑنا ہی ہے تو مناسب پلاننگ، مشورے اور تیاریاں پہلے کرلو، اس محاذ پر مت لڑو اور جہاں شکست کا ذرا بھی خطرہ ہے۔

۷۔ اگر جیت جاؤ تو کسر نفسی، محبت اور معافی کے ساتھ، اگر ہار جاؤ تو وقار اور علم کے ساتھ۔

۸۔ ایک ایسا مشغلہ رکھو جس میں عقل اور علم کا استعمال ہو مثلاً تصنیف، سیاست، سائنس۔

۹۔ ایک ایسا مشغلہ رکھو جس میں عقل اور قلم کا استعمال نہ ہو۔ مثلاً اسپورٹس، میوزک، سماجی تعلقات۔

۱۰۔ اپنی ذہنی پریشانی کی نمائش مت کرو۔ خواہ دل میں طوفان برپا ہو۔۔۔لیکن چہرہ خوش

غم و غصہ سے بچنے کے چودہ طریقے

۱۔ اگر بات زیادہ راز کی نہ ہو تو کسی تھرڈ پارٹی کو سنا کر اپنا غم ہلکا کرلو۔ جو کچھ سناؤ ایک نشست میں۔۔۔ پندرہ منٹ کے اندر۔

۲۔ غصہ کرنے سے پہلے کچھ وقت تفریح میں یا تماشے میں صرف کرلو۔ ریڈیو سنو۔ ٹی وی دیکھو۔ کتاب پڑھو۔

۳۔ جب دل جل رہا ہو ایک گانا گاؤ یا ایک گانا سنو، کہیں ٹہلنے کو چلی جاؤ۔ کسی کی دعوت کردو۔

۴۔ بحث مت کرو۔ جھگڑا مت کرو۔ خواہ تم بالکل حق پر ہو ہتھیار ڈال دو۔ وہی جنگ لڑو جس میں تم کم از کم پہلا راؤنڈ جیت سکو۔ بعد میں صلح کرلو۔۔ کچھ دب کر ہی سہی۔

۵۔ جس کے خلاف غصہ آرہا ہے اس کے حق میں کوئی نیک کام کردو یا کوئی نیک بات بول دو۔ بہتر ہے غصہ کرنے سے قبل۔

۶۔ ایک وقت میں ایک ہی غصہ۔ ایک ہی شخص پر۔

۷۔ کیا واقعی غصہ کرنا ضروری ہے؟ کوئی اور تدبیر نہیں۔

۸۔ کیا واقعہ تم فرشتہ ہو؟

۹۔ غصہ کرنے سے پہلے ایک ریہرسل مفید رہے گا۔ پیشگی اسکرپٹ لکھ لو۔ زیادہ سے زیادہ تیس الفاظ میں۔

۱۰۔ دھمکی مت دو۔ گالی مت دو۔

ہو، پُر سکون اور دلکش۔

۱۱۔ کسی کو ذلیل نہ کرو، بلکہ جہاں تک ہو سکے عزت بخشو، خواہ وہ تمہارے گھوڑے کی لید اٹھانے والا ہو۔

۱۲۔ اپنی خوبیوں کی ایک فہرست بناؤ لکھ کر، ہر تین دن بعد اس میں ضروری اضافہ کیا کرو۔

۱۳۔ اپنی خرابیوں کی ایک فہرست بناؤ لکھ کر۔ ہر تین دن بعد اس میں ضروری ترمیم و تنسیخ کیا کرو۔

۱۴۔ چغلی اور غیبت سے پرہیز کرو۔ ذہنی صحت کے لئے نسخۂ شفا ہے۔

۱۵۔ قابلِ اعتماد ہو کہ لوگ اپنی تکلیفوں میں تم پر اعتماد کر سکیں۔

۱۶۔ اگر راز دان بنو تو راز دار بھی۔

۱۷۔ کم از کم ایک فن و ہنر میں مہارت ۔۔۔ خاص مہارت ۔۔۔ حاصل کرو۔

۱۸۔ وعدہ خلافی نہ کرو۔

۱۹۔ دوستوں کا دائرہ دن بدن وسیع کرو۔ دشمنوں کا دائرہ دن بدن مختصر۔

۲۰۔ باتیں کرو مگر مختصر اور دلکش۔ آواز شیریں رکھو اور ہلکی۔

۲۱۔ تمیز اور تہذیب کا معیار بلند کرو، بزرگوں کی عزت کرو۔ خردوں سے محبت۔

۲۲۔ اپنا چہرہ، جسم اور کمرہ صاف رکھو۔

۲۳۔ مالی طور پر آمدنی اور خرچ میں توازن رکھو۔

۲۴۔ احسان کا بدلہ، شکریہ۔ احسان۔

۲۵۔ اپنے بڑھتے ہوئے وزن پر کڑی نگاہ رکھو۔

۱۱۔ جن پر غصہ کرنا مقصود ہو پہلے اس سے کچھ دیر دیگر معاملات پر دوستانہ گفتگو کر لو۔

۱۲۔ جس پر غصہ کرنا مقصود ہو اسے بھی بچاؤ کا حق دو۔ اس کا نقطۂ نظر بھی غور سے اور صبر سے سنو۔

۱۳۔ ترش روئی اور تلخ زبانی کو ہابی مت بناؤ۔

۱۴۔ اگر یہ تدبیریں اختیار نہ کر سکو تو پاگل خانہ چلی جاؤ اور شفا کے لئے دعا کرو۔

☆......☆......☆

نظر اپنی اپنی

ایک عورت نے فہرست بنائی کہ کہاں کہاں اس کا اور شوہر کا مزاج نہیں ملتا۔ اسے خموشی چاہئے، مجھے گپ شپ۔ اسے سادگی پسند ہے مجھے آرائش۔ وہ سرِ شام ہی سو جاتا ہے اور آدھی رات کو اٹھ جاتا ہے، مجھے تین بجے رات سے پہلے نیند آتی ہی نہیں۔ اسے کلاسیکی میوزک اچھی لگتی ہے مجھے پاپ میوزک۔ وہ اپنی خوراک اور پوشاک میں لاپروا ہے۔ میں اپنی شخصیت کی اِک اِک تفصیل کا خیال کرتی ہوں۔ وہ ریڈیو کی طرح وقت کا بڑا پابند ہے اور میں ٹرین کی طرح سمجھتی ہوں وقت میرا غلام ہے۔ اسے موٹر ڈائنامو کی ضرورت ہے اور مجھے گولڈن بروکیڈ کی۔ وہ دور سے خوبصورت نظر آتا ہے اور میں نزدیک سے۔

مزاجیہ اختلاف کی لمبی فہرست بنانے کے بعد عورت نے لکھا، پھر بھی وہ مجھے پسند کرتا ہے اور میں اسے پسند کرتی ہوں۔

یہ کتاب ہر دلھن کے ساتھ جہیز میں جانی چاہیے

بیوی اور بعد ازاں ماں بننے کا فن ہر لڑکی کی سب سے اہم ذمہ داری ہے۔ اب جب کہ عمر عزیز ستر (۷۰) کو پہنچ رہی ہے میں بڑے افسوس سے دیکھتا آرہا ہوں کہ لڑکیاں اسی تعلیم سے محروم رکھی جارہی ہیں جس میں پاس اور فیل کا نتیجہ سب سے سنگین ہے۔

ایک لڑکی کی ازدواجی کامیابی پر صدیوں تک آنے والی نسلوں کی کامیابی کی بنیاد ہے، چنانچہ ازدواجی نفسیات کا مضمون اہم ہے۔ لڑکی کے لئے بھی اور شوہر کے لئے بھی، ساس سسر کے لئے بھی۔ ان لڑکیوں کے لئے بھی جن کی شادی ہونے والی ہے اور ان لڑکیوں کے لئے بھی جن کی شادی ہو چکی ہے۔ حل لاریب یہ کتاب مختصر ہے......

کتاب آسان اور مزید ار اردو میں ہے۔ ہر شریف خاتون بے تکلف پڑھ سکتی ہے، اپنی سہیلیوں کو پڑھا سکتی ہے۔ اور گھر میں رکھ سکتی ہے۔ یہ کتاب ہر دلھن کے ساتھ جہیز میں جانی چاہیے۔

دعا ہے کہ ہر دولہا اور دلھن اپنی ازدواجی زندگی کے تجربات سے اس علم وفن میں قابل قدر اضافہ کریں اور دوسرے جوڑوں کے لئے مینارۂ نور بنیں۔ آمین!

مصنف

